يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

# دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف
فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبدالحکیم حسان

ترجمہ وتحقیق
فضیلۃ الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّى وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ

# دوستی اور دشمنی

## قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف:

فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبد الحکیم حسان حفظہ اللہ

تفہیم وتعلیق:

ابو سیاف اعجاز تنویر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com

# فہرست ابواب

# فہرست مضامین



باب:۲

## ”موالات“ کیا ہے؟

باب: ۳

## مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

## ''کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافر ہونے'' کے دلائل

باب:۲

## جید علماءدین کی توضیحات (کفار سے دوستی کرنے کے بارے میں)

باب:۶

## مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

## ایک جیسا ہے (خواہ وہ حکمران اور لیڈر رہو یا عام فوجی اور کارکن)



باب:۷

## جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

باب:۸

## کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

باب:۱۰

## دو مفید بحثیں

# ابتدائے نگارش

(از ابو سیاف اعجاز تنویر)

ایمان اور اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے۔رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

[ بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ) ............ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

عقیدۂ توحید میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی بات ''اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ'' ہے (یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے دشمنی ہو) اللہ تعالیٰ سے تعلق، پیار اور محبت کا ایسا سلسلہ قائم ہو جائے کہ روز بروز پختہ ہی ہوتا جائے۔اس کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق اللہ کی محبت اور پیار کے تابع ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بس اس سے تعلق ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ جتنی اجازت دیتے ہیں بس اتنا ہی تعلق ہونا چاہیے۔یہ مطلب ہے کہ ''اللہ ہی کے لیے دوستی ہو اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی دشمنی ہو'' لہٰذا سارے اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید ہے اور عقیدۂ توحید کی بنیاد '' اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ'' ہے۔نظریہ '' اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ'' کے لیے ہی شریعت اسلامیہ میں دوسری مشہور اصطلاح ''الوَلَاءُ وَالبَرَءُ فِی الإِسْلَام'' ہے۔

عقیدۂ توحید اور اللہ پر ایمان کے بعد دوسرا سب سے افضل عمل ''الجہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔جہاد اسلام کی چوٹی اور کوہان ہے۔نماز اور روزے کی طرح ''جہاد فی سبیل اللہ'' بھی فرض ہے۔جہاد کو چھوڑنا۔جہاد سے پیچھے رہنا، جہادی مشن کو رول بیک کرنا (Roll back) کرنا اور جہاد سے (U-Turn) لینا اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے۔اس وقت جو حالات پیدا ہو گئے

ہیں۔ان کے باعث مسلمان کافروں سے سخت خوفزدہ نظر آتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ جہاد سے گریز اور اجتناب ہے۔اور جہاد نہ کرنے کے درج ذیل دو اسباب زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں:

﴿1﴾ عام مسلمان کے عقیدۂ توحید میں بگاڑ آ چکا ہے۔مسلمانوں نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کرنے والی ہستی کو بھول کر غیر اللہ کو اپنا رب اور اختیارات کا مالک ماننا شروع کر دیا ہے۔غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی ہے۔جب تک کلمہ پڑھنے والے یہ مسلمان اپنی جبینوں اور پیشانیوں کو ایک اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے ہم اس وقت تک نہ تو کافروں سے جہاد کر سکتے ہیں اور نہ اس وقت تک مسلمانوں کو عزت وفلاح ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿2﴾ مسلمانوں کے ان نامساعد اور ناگفتہ بہ حالات کا دوسرا سبب ''کفار سے دوستی'' ہے جب تک کافروں سے دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھاتے رہیں گے،ان کی تہذیب وتمدن کو،عقائد ونظریات کو،رہن سہن کو،چلنے پھرنے کو،لباس وحجامت کو اور سیاست ومعیشت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہیں گے۔تو وہ اس وقت تک کافروں سے کیونکر جنگ کر سکیں گے ؟ پھر ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان جیسا لباس پہنیں،ان کی طرح کاروبار کریں۔ان سے جنگ کرنے کا پھر کوئی مطلب ہی باقی نہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ '' یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔''جب مسلمانوں سے عقیدۂ توحید گیا تو اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا عقیدہ بھی رخت سفر باندھ گیا۔ان دونوں کے رخصت ہونے سے مسلمان جہاد چھوڑ بیٹھے۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے اور قرآن وحدیث کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے کہ توحید کے بغیر موت شرک والی ہے اور جہاد کے بغیر موت منافقت والی موت ہے۔

جب مسلمانوں کے دل میں یہ عقیدہ پختہ ہوگا کہ اللہ کی خاطر ہی دوستی اور دشمنی ہونی چاہیے تو عقیدہ توحید میں کمال درجے کا نکھار پیدا ہوگا اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد بھی بیدار ہوگا۔تو اس گفتگو سے عقیدہ ''الولاء والبراء'' کی اہمیت وضرورت واضح ہوگی کہ اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا نظریہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔یہ عقیدہ ہی ایک مسلمان کو صحیح معنی میں موحد بنا کر شرک کی موت سے اور مجاہد بنا کر منافقت کی موت سے محفوظ رکھتا ہے۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھوں میں موجودہ کتاب اسی عقیدہ کو ایک مدلل اور منفرد انداز میں پیش کرتی ہے۔اس کو پڑھنے والے کچھ لوگ شاید یہ کہیں کہ اس میں بڑا سخت موقف اختیار کیا گیا ہے مگر بقول شخصے:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

اگر کسی آگ کے الاؤ کو بجھانا مقصود ہو تو جس شدت کی آگ جل رہی ہو اور شعلے بلند ہو رہے ہوں اسی مناسبت سے اگر اس پر پانی کا بہاؤ ہو گا تو آگ بجھے گی۔ ویسے بھی انٹی بائیٹک ادویات (Anti Biotics Medicines) زیادہ تر کڑوی کسیلی، ترش اور تلخ ہی ہوتی ہیں۔

لیکن اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے وہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔ زیادہ تر اس میں چمنستان قرآن ہی سے پھول چنے گئے ہیں اور قرآنی آیات کو سب سے زیادہ کتاب میں جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد احادیث رسول ﷺ کو سب سے بڑا مأخذ بنایا گیا ہے۔ تیسرے نمبر پر علماء امت، سلف صالحین کے اقوال، اقتباسات اور توضیحات کو پیش خدمت کیا گیا ہے۔ علماء امت کے اقوال کو محض اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ اس موضوع سے متعلق آیات واحادیث کی شکل میں من وعن پیش کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ بلاشبہ مضبوط اور مستحکم دلائل پر مشتمل ہے۔ کچی پکی باتوں، من گھڑت روایتوں اور جھوٹے قصے کہانیوں کو اس کتاب میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ یہ کتاب محترم ومکرم الشیخ ابو عمرو عبدالحکیم حسان حفظہ اللہ کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ فاضل مؤلف نے اس میں اختصار اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس عنوانات قائم کئے ہیں۔ یہ دس عنوانات دراصل دس مسائل ہیں اور شروع میں فاضل مؤلف نے ایک طویل مگر مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ راقم الحروف نے اس کتاب کا ترجمہ نہیں، بلکہ ترجمانی کی ہے، مؤلف جو بات سمجھانا چاہتا ہے۔ بندۂ ناچیز نے پہلے پوری محنت اور جانفشانی سے پہلے اسے خود سمجھا ہے، پھر وہی بات اس کتاب کے قابل صد احترام قارئین کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے۔ ترجمانی کرتے وقت ''لکیر کا فقیر'' تو بنا جاسکتا ہی نہیں۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ میں نے اصل کتاب کا معنی ومفہوم ہی بدل ڈالا ہو، ایسا ہر گز نہیں ہے۔

چند باتوں کو اس کتاب کی تیاری میں عاجز نے ملحوظ رکھا ہے، جو درج ذیل ہیں:

❶ کتاب میں اگر کوئی آیت، حدیث یا صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ نامکمل تھا تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کرکے اس کو مکمل کر دیا گیا ہے۔

❷ اگر کسی جگہ بات مبہم تھی تو ربط قائم رکھتے ہوئے آگے پیچھے کچھ توضیحی جملے استعمال کرکے اس کو واضح کر دیا ہے۔

❸ اگر کہیں کسی واقعہ کی طرف محض اشارہ کیا گیا تھا تو اس کو دیگر کتابوں سے تتبع اور تلاش کے بعد مفصل ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام کسی قسم کی کنفیوژن(Confusion)کا شکار نہ ہوں۔

❹ قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ اور علماء امت کے اقتباسات کو ہو بہو عربی عبارت میں درج کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔اس سے اگرچہ کتاب کے صفحات میں اضافہ تو ہو جاتا ہے مگر علمی ذوق رکھنے والوں کی صحیح تشفی اس وقت ہوتی ہے جب وہ عربی عبارت کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

❺ قرآنی آیات ،احادیث رسول ﷺ اور علمائے امت کے اقتباسات کے علاوہ دیگر عربی عبارات اور الفاظ کو بھی اعراب لگا دیے گئے ہیں تاکہ عوام الناس میں سے عام پڑھے لکھے لوگ بھی عربی عبارات کو پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

❻ آیات کے حوالہ جات تو کتاب کے متن ہی میں سورتوں کے ناموں کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔ان میں پہلی سورت کا نام، پھر سورت کا نمبر اور بعد ازاں سورت کا آیت نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❼ کتب احادیث کے حوالہ جات میں پہلے تصنیف کا نام پھر کتاب کا بیان،اور باب کا بیان آخر میں حدیث کا نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❽ بعض مقامات پر ضروری توضیحات اور تصریحات پر مشتمل حواشی ذکر کیے گئے ہیں۔

محترم بھائی یوسف سراج صاحب نے بنظر غائر اس کی آخری پروف ریڈنگ کی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔پوری کوشش کے باوجود یہ ایک انسانی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بہرحال موجود ہے۔اگر کسی بھائی کو کوئی سقم نظر آئے تو وہ اطلاع دے کر عنداللہ مأجور ہو۔

اوّلاً واخیراً اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے حقیر وبے مایہ شخص سے دین کا یہ معمولی سا کام لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میر نامۂ اعمال اور کھاتے میں جمع کرلے۔

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور دیگر ان تمام احباب کے لیے بھی باعث اجر وثواب بنائے جنہوں نے کسی بھی طرح اس میں سرًّا یا عَلانیۃً تعاون فرمایا ہے۔

العَبدُ الفَقِيرُ رَحمَۃَ رَبِّہِ القَدِيْر

**ابوسیاف اعجاز احمد تنویر**

۲۱۔جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ الموافق ۸/۷/۲۰۰۴

# عرض ناشر

(از محمد سیف اللہ خالد "مدیر دارالاندلس")

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص دین سے پھر جائے، تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہو گی، وہ لوگ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ (المائدہ=54:5)

اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ایک ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا فرمایا تب تک پھر انبیاء کے علاوہ نیکوکار لوگ بھی اسی راہ پر چلے، عقیدۂ توحید کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں معرکہ آراء نہیں ہو سکتا جب "اَلولَاءوَالبرَاء" کا مضبوط عقیدہ حرز جاں نہ بن جائے۔

زیر نظر کتاب "دوستی اور دشمنی" (کتاب وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں) انہی حقیقتوں پر مبنی ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبدالحکیم حسان  کی یہ مایۂ ناز کتاب جس کی تفہیم وتعلیق کے فرائض محترم بھائی ابو سیاف اعجاز احمد تنویر  نے ادا کیے ہیں۔ اپنے موضوع پر نہایت جامع اور منفرد کتاب ہے۔ جس میں خود اپنی طرف سے تشریحات وتوضیحات پیش کرنے

کی بجائے کتاب وسنت کے محکم دلائل اور علماء سلف کی توضیحات پر انحصار کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ذلت وپستی کا ایک بنیادی سبب عقیدہ "الولاء والبراء" میں کمزوری کو قرار دیا گیا ہے۔

آج جبکہ ہر طرف کفر کا عروج ہے۔ بڑے بڑے مسلم حکمران بھی کفار ومشرکین کی محبت کے اسیر نظر آتے ہیں۔ عوام کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی تہذیب وثقافت، رسم ورواج اور شکل وشباہت میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت سے انحراف کرکے یہود ونصاریٰ کی نقالی میں مشغول ہے۔

ایسے حالات میں یہ کتاب عوام وخواص کے لیے ایک راہنما تحریر ہے۔ اسے پڑھ کر ہم اپنی سیرت وکردار کو کتاب وسنت اور اسلاف امت کے نمونہ کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ ان شاءاللہ

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور اعجاز احمد تنویر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی بھرپور کاوش سے ادارہ دارالاندلس یہ اہم کتاب احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

**محمد سیف اللہ خالد**

مدیر "دارالاندلس"

۴-جمادی الاُخریٰ ۱۴۲۵/بمطابق ۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء

# مقدمۃ الکتاب

(از محترم ابوعمرو عبدالحکیم حسان  )

﴿ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَھْدِیْہِ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَھْدِہِ ا للّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ وَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا ا للّٰہُ وَ حْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ، وَ رَسُوْلُہٗ ۔ قَالَ تَعَالٰی :
یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ(آل عمران:102/3)

وَقَالَ تَعَالٰی :
یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّـهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا(النِّساء=1:4)

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیدًا ، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا(الاحزاب=70,71:33)

امابعد!---------

خطبہ مسنونہ کے بعد!

یہ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ بہت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔انسانی تاریخ کا انتہائی خطرناک اور تشویشناک موڑ اس وقت امت مسلمہ پر آیا ہوا ہے۔ہم جب ماضی کے دریچوں سے جھانک کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کا ماضی انتہائی

درخشندہ اور تابناک تھا۔ جب اللہ رب العزت نے سید الاولین والآخرین، امام الأنبیاء والمرسلین، امام اعظم، قائد اعظم، سید دوعالم اور سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نسخۂ رشد وہدایت دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ اس وقت نسل انسانی عام طور پر اور اہل عرب خاص طور پر ذلت اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے۔ دنیا کی دیگر اقوام میں اہل عرب کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں تھا۔ اہل عرب بتوں کے پجاری تھے۔ ان کی دوستیاں پتھروں کی مورتیوں اور بے جان دیوتاؤں سے تھیں، جن پتھروں کو وہ اللہ رب العالمین کی بجائے عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کی دوستیاں ان جاہلی تصورات کا شکار ہو چکی تھیں کہ جن کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے کسی کلام میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ کوئی اپنے ملک اور علاقے سے محبت کرتا تھا۔ کوئی اپنی برادری اور خاندان سے محبت کا دم بھرتا تھا اور کسی کی محبت کا معیار فقط لسانی تعصب تھا۔

رفتہ رفتہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دعوت کی بدولت انسانوں کے اس بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کر دیا۔ سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔ دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔ سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔ دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔ محبت اور عداوت کا وہ معیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا قرار پایا۔ یعنی صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت ہو اور صرف اللہ ہی کی خاطر کسی سے عداوت ہو۔ اس معیار سے یہ خوشگوار نتیجہ سامنے آیا کہ باشندگان سرزمین عرب ذلت ورسوائی سے عزت وفلاح کی طرف پھر گئے، غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کے خوشحالی اور تونگری نے ان کے قدم چومے۔ کمزوری اور بے بسی کے قوت وطاقت ان کو نصیب ہوئی۔ ان کے دوستانہ مراسم قومی۔ علاقائی اور لسانی عصبیتوں سے منقطع ہو کر اللہ واحد، احد اور رب ارض وسما کے ساتھ جڑ گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ رب العزت نے مشرق ومغرب کی طرف ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ ابھی پچاس برس بھی نہ گزرے تھے کہ وہ دور کی تمام امتوں، ملتوں، قومیتوں اور تہذیبوں پر غالب ہو گئے۔ بڑے بڑے سرکش، بپھرے ہوئے اور طاقت کے نشے میں چور ممالک ، روم وایران جیسی سلطنتیں ان کے سامنے عاجز ودرماندہ اور بے بس وناچار ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں نے اقوام عالم پر واضح کر دیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رب العالمین کے لیے دوستی اور دشمنی کا کیا مفہوم ومطلب ہے۔ بنو نوع انسان نے غلامی اور ذلت سے نجات پائی ، وہ غلامی اور ذلت جو انہیں رب ارض وسماء اس کے مجبور وبے بس بندوں کے سامنے کرنی پڑ رہی تھی۔ مسلمانوں نے اقوام عالم پر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ گردنیں جو غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھیں انہیں صرف اور صرف اس بزرگ وبرتر ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے جو ان کی گردنوں کا خالق، مالک اور بغیر کسی نقشے اور سیمپل (Sample) کے بنانے والا ہے۔

مسلمانانِ عالم اسی طرح عزت وآزادی کی زندگی گزار رہے تھے کہ ان کے درمیان خود انہی کی غفلت کی بناپر ایسی نسل پیدا ہوگئی جو یورپ کے دستر خوانوں پر جابیٹھی اور اہل مغرب کے نظریات اور افکار اپنے اندر سمونے لگی۔ شیطان نے انہیں خوب بہکایا اور لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ امت مسلمہ کے بے داغ اور صاف وشفاف جسم پر ایک بدنما دھبے کی صورت اختیار کر گئے۔ اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر باغیوں اور مشرکوں سے دوستی رچائی۔ جس کے بدلے میں ان کافروں نے مسلم غداروں اور اپنے یاروں کو اسلامی ممالک کی بڑی بڑی پوسٹوں اور اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ ان بلند عہدوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیڈر وقائد بن بیٹھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عزت وناموس، غیرت وحمیت، جائیدادوں اور قومی املاک کو بڑی ہی تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر ڈالا۔ انھوں نے کفار ومشرکین کو مسلمانوں کے علاقہ جات میں متسلط کرتے ہوئے مسلمانوں کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے ڈالی۔ دل وجان سے مخلص ہو کر انہوں نے کافروں سے دوستی نبھائی۔ کافروں کے ساتھ ایسے ایسے معاہدے (Agreements) کیے جن میں مسلمانوں کے لیے ذلت ورسوائی اور غلامی وناکامی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اہل زمانہ نے یہ انجام بد اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ مسلمان مشرق ومغرب کے کافروں کو اپنے آقا وسردار مان کر ان کے نوکر وغلام بن گئے۔ کافروں سے کسی بھی معاملہ میں حکم عدولی کرنے کی ان کے اندر جرأت نہ تھی۔ نہ کافروں کے کسی آرڈر کو مسترد کرنے کی ان کے اندر سکت تھی۔ ذلت وغلامی یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں کے علاقے اور ممالک ہر کافر وملحد کے لیے "ذاتی چراگاہ" اور "خالہ جی کا داڑا" بن گئے۔ مسلمانوں کی ذاتی املاک، موروثی جائیدادیں، بینک بیلنس، فیکٹریاں اور کارخانے، تعلیمی ادارے اور صنعتی مراکز غرضیکہ سب کچھ کافروں کے لیے "جائز لوٹ مار" قرار دے دیا گیا۔ جبکہ ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمان غالب وفاتح تھے۔ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے علاقہ جات اور ممالک میں ذلیل ورسوا ہو کر رہتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے زندہ رہنے کا ٹیکس جزیہ کی شکل میں ادا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتے اور برانگیختہ کرتے ہوئے جہاد کا ایک اہم مقصد یہی بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّـهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (التوبۃ=9:29)

''ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں سمجھتے۔ نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں''

ایک وقت وہ تھا جب مسلمان عیسائی اور یہودی کافروں سے جزیہ وصول کرتے تھے۔ ایک یہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے بزدل، غلام اور کٹھ پتلی حکمرانوں کی غیرت وحمیت سے خالی پالیسیوں کی وجہ سے آج مسلمان زندہ رہنے کے لیے اپنی زندگی کا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہیں وہ ٹیکس جو مسلمان ہر سال مارک اپ (Mark Up) یا انٹرسٹ (Interest) کے نام پر وہ ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف کے ہاں ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ میں اقوام عالم کی قیادت وسیادت تھی۔ مسلمان مشرق ومغرب کے سیاہ وسفید کے مالک تھے کوئی اپنے اندر اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے آگے سر اٹھا سکے۔ مسلمانوں کا خلیفہ (ہارون الرشید) فلک پر تیرتی ہوئی بدلی سے یوں مخاطب ہوا کرتا تھا:

''آسمان پر نمودار ہونے والی اے بدلی! تو جہاں کہیں بھی برسے گی تیرا خراج (ریونیو) ہمارے پاس ضرور آئے گا۔''

لیکن آج وہی امت ذلیل اور رسوا ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں نافذ ہونے والی تمام پالیسیاں مشرق اور مغرب میں بسنے والے کافر وملحد آقاؤں کی طرف سے امپورٹ (Import) کی جاتی ہیں۔ صرف نظریات اور نصابی پالیسیاں ہی نہیں بلکہ نوالۂ حیات (زندگی گزارنے کے لیے روٹی کا لقمہ) کے لیے بھی ہم ان کے دستِ نگر بن چکے ہیں۔ آج ہم اپنے قوانین بنانے میں، اپنے اخلاق اور اپنی عادات اختیار کرنے میں اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے طرز حیات کو اپنانے پر مجبور کیے جاتے ہیں۔ آج امت مسلمہ عضو معطل اور بے قیمت ہو چکی ہے۔

مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور بدحالی کا تذکرہ ایک عربی شاعر نے بڑے ہی دردمندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہوئے کھو جانے والی عزت وغیرت پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ وہ عزت وغیرت جس کی ہمارے اسلاف نے بنیاد رکھی تھی۔ شاعر مسلمانوں کے درخشاں ماضی کو یاد کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ بے بسی کا اظہار یوں کرتا ہے:

مَلَکنَا هَذِهِ الدُّنْيَا الْقُرُوْنَا
وَ أُخْضَعَهَا جُدُوْدُ خَالِدُوْنَا

''کئی صدیاں ہم اس دنیا کے مالک رہے ہیں۔ ہمارے آباء واجداد نے اس دنیا کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ آباءواجداد جن کا نام تاریخ انسانی کے اوراق میں ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

وَ سَطَّرْنَا صَحَائِفْ مِنْ ضِيَاءِ
فَمَا نَسِيَ الزَّمَانُ وَ مَا نَسِيْنَا

''ہم نے روشنی سے بڑے بڑے دیوان اور صحیفے تحریر کیے۔ ہمارے یہ کارنامے نہ تو زمانے نے بھلائے ہیں نہ ہی ہم نے ان کو فراموش کیا ہے۔''

بَنِيْنَا حِقْبَةً فِی الأَرْضِ مُلْكًا
يَدْعَمُهُ رِجَالٌ صَالِحُونَا

''کرۂ ارضی پر ہم نے ایک لمبا زمانہ بادشاہت اور حکومت کی بنیاد رکھی پھر اس حکومت واقتدار کو ہمارے نیک ، پارسا، متقی اور پرہیز گار مردوں نے سہارا دیا اور تقویت پہنچائی۔

رِجَالٌ ذَلُّلُوا سُبُل المَعَالِی
وَمَا عَرَفُوْا سِوی الاِسْلَامِ دِيْنَا

''وہ ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے بڑی بڑی قد آور اور بلند چوٹیوں کی طرف جانے والے راستوں کو قدموں تلے روند ڈالا تھا اور وہ اپنے دین اور مذہب پر اتنے پختہ اور کاربند تھے کہ کسی اور دین کا اختیار کرنا تو در کنار وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پہچانتے تک نہ تھے۔''

تَعَهَّدَهُمْ وَ أَنْبَتَهُمْ نَبَاتًا
كَرِيْمًا طَابَ فِی الدُّنْيَا غُصُوْنَا

''دین اسلام نے بھی ان کی بہت اچھی دیکھ بھال کی اور بڑی عزت ووقار کے ساتھ ان کو پروان چڑھایا۔ عزت ووقار کا یہ درخت جب پروان چڑھا تو ساری دنیا میں اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بڑی خوشنما اور دیدہ زیب بن کر پھیلیں۔''

اِذَا شَہِدُوْا الوَغٰی کَانُوا کُمَاۃً
یُدْکُوْنَ الْمَعَاقِلَ وَ الحُصُوْنَا

''اسلامی دنیا کے وہ نیک، پارسا اور متقی مرد جب میدان جنگ میں کودتے ہیں تو اس وقت بڑے بڑے بہادر سپہ سالار اور زرپوش مجاہدوں اور زرہ پوش مجاہدوں کا روپ دھار لیتے۔ غلامی کی رسیوں اور طوقوں کو انہوں نے کاٹ ڈالا تھا اور بڑے بڑے سربلند قلعوں کو انھوں نے پائمال کر ڈالا تھا۔

شِبَابٌ لَم تَحْطَمُہُ اللَّیَالِی
وَ لَمْ یُسْلِمِ اِلَی الخَصْمِ العَرِیْنَا

''وہ ایسے نوجوان مرد تھے کہ راتوں (کے گزرنے) نے انہیں بوڑھا نہیں کیا تھا۔ یعنی لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود وہ بوڑھے اور ضعیف نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ ایسے خوددار تھے کہ اپنے آپ کو کسی غرّانے ولے اور خونخوار دشمن کے حوالے بھی نہیں کیا کرتے تھے۔''

وَ اِنْ جَنْ الْمَسَاءُ فَلَا تَرَاھُمْ
مِنَ الاِشفَاقِ اِلّا سَاجِدِیْنَ

''اور اگر دن کے بعد شام اپنے سائے گہرے کر لیتی تو پھر وہ نوجوان اللہ کا ذکر اور خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریز دکھائی دیتے۔

کَذَالِکَ أخرَجَ الاِسْلَامُ قَوْمِیْ
شَبَابًا مُخْلِصًا حُرًّا أمِیْنَا

''اسی طرح دین اسلام نے میری قوم سے ایسے ایسے گھبرو جوان نکالے جو پورے عہد شباب میں تھے، مخلص تھے، آزاد تھے اور امانت دار۔''

وَ عَلْمَہُ الْکَرَامَۃَ کَیْفَ تَبْنٰی
فَیَأْبٰی أن یُقَیَّدَ أوْ یَھُونَا

''اسلام نے میری قوم کے نوجوانوں کو عزت وآزادی اور فلاح وکامرانی کا ایسا انداز سکھایا کہ ہمارے نوجوان گرفتاری پیش کر کے قید وبند والی زندگی گزارنے کی بجائے سینے پر تیر کھاکر شہادت کی موت کو پسند کرتے تھے۔ذلت ورسوائی کی بجائے عزت کے ساتھ سر اٹھاکر جینے کو ترجیح دیتے تھے۔

وَمَا فَتأ لزَّمانُ یَدُورُ حَتّٰی
مَضٰی بِالمَجْدِ قَوْمٌ آخَرُوْنَا

''زمانہ اسی طرح گھومتا اور چکر لگاتا رہا۔مسلمان اپنی اپنی بدعملیوں میں کھو کر، جہاد چھوڑ کر اور دنیاداری میں پڑ کر عزت وآزادی کھو بیٹھے۔وہی عزت اور آزادی، رعب ووقار جو مسلمانوں کے پاس تھی اب یہ چیزیں دوسری اقوام کے پاس چلی گئیں۔''

وَ أَصْبَحَ لَا یُرٰی فِی الرَّکْبِ قَوْمِیْ
وَ قَدْ عَاشُوا أئِمَّتُہُ سَنِینَا

''آج دنیا کے اندر صف اوّل کی باعزت قوم میں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں۔جبکہ مسلم حکمرانوں اور خلفاء نے عرصۂ دراز تک حکومت وخلافت کی داغ بیل ڈالے رکھی۔

وَ آلمَنِی وَ آلَمَ کُلُّ حُرٍّ
سُؤالَ الدَّھرِ أیْنَ الْمُسْلِمُوْنَ ؟

''آزادی کے ہر متوالے کی طرح مجھے بھی یہ سوال بہت تکلیف پہنچاتا ہے جب زمانہ سوال کرتا ہے کہ آج مسلمان کدھر چلے گئے ہیں؟''

جی ہاں..! آج کچھ لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں: مسلمانوں کی آج یہ بدترین حالت کیوں ہے؟ پوری دنیا کے اندر مسلمان افرادی قوت، معاشی استحکام اور قدرتی وسائل میں سب سے آگے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان سب سے زیادہ مجبور و مقہور، ناچار وبے بس، ابتر وبدتر اور ذلیل ورسوا کیوں ہیں؟ جب کوئی شخص اس صورت حال کا حقیقت پسندانی تجزیہ (Analysis) کرتا ہے اور غور وفکر سے کام لیتا ہے تو اسے اس کا سب سے زیادہ واضح جواب وہی سمجھ میں آتا ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے اس جواب میں گویا یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے اس سوال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے رکھ دیا ہے۔ جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ ذی شان میں یوں مرقوم ہے:

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لاَ تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر ۝﴾(التَّوبۃ=39:9)

''اگر تم اللہ کے راستہ میں نہیں نکلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوگے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

غور کیجیے! آج وہی عذاب ہی ہے جو ذلت، بے بسی اور رسوائی کی شکل میں دنیا میں ہم پر اپنا مہیب سایہ ڈالے ہوئے ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہی ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت ختم ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کا رعب ودبدبہ کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ اور کافر طاقتیں آج مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں۔

اللہ کی طرف سے ہم پر سزا کے طور پر مسلط ہونے والے عذاب کا بقیہ حصہ آخرت میں ہمارا منتظر ہے۔ جو ہمیں، اپنی روش نہ بدلنے کی صورت میں آخرت میں سہنا ہوگا۔ اسی ''عذاب الیم'' کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اور مقام پر ان الفاظ سے بھی فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّـهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝﴾ (التّوبۃ=24:9)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جن کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

"جہاد کو ترک کر کے دنیاداری کو اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مقام پر مسلمانوں کو سخت سست کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّـهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ۝﴾(التّوبۃ=38:9)

"اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکل پڑو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر ہی ریجھ گئے ہو۔ سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔"

ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ موجودہ ابتر وبدتر صورت حال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال، خاندان وبرادری، اَعِزّوا اقارب اور دوست واحباب کی محبت کو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت سے، اس کے رسول ﷺ کی محبت سے اور دنیا بھر کے اہل ایمان کی محبت سے مقدم کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر آج صرف دنیا اور دنیا کے ساز وسامان کی محبت سوار ہے۔ پیٹ اور پلیٹ کی خاطر آج مسلمان دنیا کے سوکھے ٹکڑوں کے ساتھ چمٹے اور جھکے ہوئے ہیں۔ آج کا مسلمان موت سے کراہت اور نفرت کرتا ہے۔ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہی کو رسول اللہ ﷺ نے "وہن" قرار دیا ہے۔ یہ "وہن" ہی ترک جہاد کا سبب ہے اور ترک جہاد امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی اور اللہ رب العزت کی آنکھ سے گر جانے کا واحد سبب ہے۔ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان، ختم الرسل، سید ولد آدم جناب محمد ﷺ نے ایک طبیب حاذق کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرمائی اور اس کا تیر بہدف علاج بھی بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

(( اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَۃِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ ، وَرَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَکْتُمُ الْجِھَادَ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُہُ عَنْکُمْ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ)) [1]

---

[1] صَحِیح أَبِی دَاوُد=کِتَابُ الْجِھَادِ : بَابٌ فِی النَّھیِ عَنِ العِیْنَۃِ ، الحدیث:6592 ، سِلْسِلَۃُ أَحَادِیثِ الصَّحَیْحَۃِ ، اَلْحَدِیث :11.اس حدیث کو تین اسناد سے بیان کیا گیا ہے:

(۱) پہلی سند: مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی □ نے روایت کیا ہے۔علامہ منذری □ نے سیدنا عبداللہ بن عمر □ کی سند سے اس کو "الترغیب والترہیب" میں نقل کیا ہے۔امام احمد بن حنبل □ نے بھی اس کو "المسند" میں ذکر کیا ہے۔اس روایت کی سند کچھ یوں ہے:

(عَنْ یَزِیْد بْنِ ھَارُوْنَ عنْ أَبِی حُبابٍ عَنْ شَھْرِ بنِ حَوْشبٍ أَنَّہُ سَمِعَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ ا للّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ ا للّٰہِ صَلَّی ا للّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)اس سند کے ساتھ درج ذیل تین روایات محدثین نے نقل کی ہیں:

۱۔ (لَئِنْ تَرَکْتُمُ الْجِھَادَ وَ أَخَذْتُمْ بِأُذْنَابِ الْبَقَرِ وَ تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَۃِ لَیَلزَمَنَّکُمُ ا للّٰہُ مَذلَّۃً فِی رِقَابِکُمْ لَا تَنْفَکُّ عَنْکُمْ حَتّٰی تَتُوْبُوْا اِلَی ا للّٰہِ وَتَرْجِعُوْا عَلٰی مَا کُنْتُمْ عَلَیْہِ)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا)البتہ اگر تم جہاد ترک کر دو گے ،گائے کی دمیں پکڑ لو گے۔سودی کاروبار شروع کر دو گے تو اللہ تمہاری گردنوں میں ذلت ورسوائی کا ہار ڈال دے گا۔ذلت ورسوائی کا ہار مسلسل تمہاری گردنوں میں لٹکتا رہے گا۔

اس ذلت کو اس وقت تک ان سے نہیں ہٹائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آئیں۔"

۳۔ اسی سند سے اس روایت کو امام طبرانی □ نے اپنی تالیف لطیف "الطبرانی الکبیر" میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

﴿ اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّیْنَارِ وَ الدِّرْھَمِ وَ تَرَکُوْا الْجِھَادَ فِی سَبِیْلِ ا للّٰہِ وَلَزِمُوْا أَذْنَابَ البَقَرِ وَ تَبَایَعُوْا بِالْعِیْنَۃِ سَلَّطَ ا للّٰہُ عَلَیْھِم بَلَاءً لَمْ یَرْفَعہُ حَتّٰی یُرَاجِعُوْا دِیْنَھُمْ ﴾

"جب لوگ درہم ودینار کے بارے میں کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے۔جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھیں گے ،گائے کی دمیں پکڑ بیٹھیں گی۔سودی کاروبار شروع کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت آزمائش مسلط کر دے گا۔پھر اس آزمائش کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا(یعنی اس وقت تک دور نہیں کرے گا) جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہیں پلٹ آتے۔"

(۲) دوسری سند: امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ صحیح سند یوں ہے:

﴿ عَنْ حَیوَۃِ بْنِ شُرَیْحِ الْمِصرِیْ عَنْ اِسْحَاق أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخَرَاسَانِیْ أَنَّ عَطَاءَ الخُرَاسَانِیَّ حَدَّثَہ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَہُ عنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ ا للّٰہِ صَلَّی ا للّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ﴾

امام ابن قیم □ فرماتے ہیں یہ دونوں سندیں ہی حسن درجے کی ہیں ،دونوں ایک دوسرے کو مضبوط اور قوی کرتی ہیں۔پہلی سند کے تمام ہی راوی بڑے بڑے مشہور امام ہیں۔اس میں یہ خدشہ ہو سکتا ہے کہ امام اعمش نے امام عطا سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔اسی طرح یہ اندیشہ بھی موجود ہے کہ امام عطا نے سیدنا عبداللہ بن عمر □ سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔لیکن دوسری سند جو پہلی سند کو پختہ کرتی ہے وہ اس اندیشہ کو دور کر دیتی ہے۔کیونکہ دوسری سند سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا سیدنا ابن عمر □ سے بہر حال ایک محفوظ اصل ضرور ہے۔یہ حدیث بالکل بغیر اصل کے نہیں ہے۔امام عطا خراسانی مشہور ثقہ راوی ہیں۔اسی طرح حیوۃ بن شریح المصری بھی ثقہ راوی ہے۔امام ابو عبدالرحمن اسحاق محدثین کے مشہور استاد ہیں مصر کے بہت زیادہ ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔مثلاً حیوۃ بن شریح۔لیث اور یحییٰ بن ایوب وغیرہ نے۔

۳۔ تیسری سند: اس حدیث کی ایک تیسری سند بھی ہے۔جو اس طرح ہے:

﴿رَوَاہُ السُّرِیُّ بنُ سَھلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ ا للّٰہِ بنُ رَشِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحمٰنِ بنِ مُحَمَّدٍ عَن لَیْثٍ عَنْ عِطَاءٍ عَن ابنِ عُمَرَ رَضِیَ ا للّٰہُ عَنْہُ عَن رَسُوْلِ ا للّٰہِ صَلَّی ا للّٰہِ عَلَیہِ وَسَلَّمَ﴾

یہ تیسری سند بھی واضح کرتی ہے کہ بہر حال اس حدیث کا "محفوظ اصل" ضرور ہے۔اس پوری تفصیل کے لیے دیکھیے۔حاشیہ ابن قیم علی سنن ابی داؤد:245/9

''جب تم سودی کاروبار شروع کردوگے۔ گائے کی دمیں پکڑلوگے، کھیتی باڑی پر تکیہ کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اسے اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔''

اسی لیے ہمارے پروردگار، اللہ رب العالمین نے ہمیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ جب تم ہمارے پسندیدہ دین ''اسلام'' کو بدل ڈالوگے۔ ہماری نازل کردہ شریعت سے منہ موڑلوگے تو میں تمہیں دنیا سے مٹا کر نئی قوم زمین پر آباد کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّـهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّـهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّـهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت اور تیز ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے''(المائدۃ:54/4)

یہ وہ بہترین صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیں ہیں کہ میں ایسی قوم کو آباد کروں گا جن کے اندر درج ذیل صفات حمیدہ ہوں گی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبّ اور محبوب
۲۔ مسلمانوں پر رحم دل اور نرم
۳۔ کافروں پر سخت گیر اور گرم
۴۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی
۵۔ ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھانے والی

ایک عام شخص جب اپنے دائیں، بائیں، آگے پیچھے نظریں گھماتا ہے تو اس کو ہر طرف مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اور تنظیمیں نظر آتی ہیں۔ برساتی مینڈکوں کی طرح آج یہ اتنی کثرت سے وجود میں آچکی ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔ ہر

جماعت خدمت اسلام کے دعوے کرتی ہے۔غلبۂ اسلام کے نعرے لگاتی ہے۔قرآن وسنت کو ماننے کا اقرار کرتی ہے۔ مگر جب ایک عام شخص ان پر سرسری سی نظر ڈالتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کی نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ جسم ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں۔افکار و نظریات میں بُعدُ المَشرِقَیْنِ وَ المَغرِبَین ہے۔عقائد واعمال ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں بعض جماعتیں تو درپردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سنگین دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا جال بنے ہوئے ہیں۔ جبکہ بعض اپنی ڈھٹائی اور بے حمیتی میں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ علی الاعلان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی ہیں۔

بعض جماعتوں کی ضمیر فروشی کا یہ عالم ہے کہ سب سے آگے نکل جانے کے شوق میں انھوں نے ملت اسلامیہ کے دشمنوں ،یہودیوں ،عیسائیوں ،عالمی طاغوتی اور مرتدوں کے سامنے اپنی محبت اور وفاداریوں کی یقین دہانیاں کرائی ہوئی ہیں۔ کفار کے عالمی ایجنڈوں کو تقویت پہنچانے اور نافذ کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ان کے پاس کفار کے حق میں فتوے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں ۔وہ کفار کے کفریہ اور اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہیں۔

ان ضمیر فروش ،ملت فروش اور دین فروش مولویوں ،سیاستدانوں ،صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں کی زبانیں اور فتوے مجاہدین کے خلاف تلواروں سے زیادہ کاری ضربیں لگا رہے ہیں۔ بعض جماعتوں کے موقف اور منشور ایسے بودے ہیں کہ بیان کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ صورت ان تمام جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں کو نظر آرہی ہے۔امت مسلمہ کا وجود آج زخموں سے چور ہے ،یہودیوں اور عیسائیوں کے فوجی دستے اپنی عسکری کاروائیوں کے ساتھ شریعت اسلامیہ کو ختم کرنا اور شمع اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں ۔ مسلمانوں کے مخلص جہادی لیڈروں اور روحانی پیشواؤں پر وہ بے دھڑک دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی دن دیہاڑے کاروائیاں کر رہے ہیں ۔ پوری دنیا کے نام نہاد مسلم حکمران اور ہمارے چہار سو پھیلی ہوئی یہ جماعتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ عوام الناس کے اندر پائے جانے والے ان مولویوں ،مذہبی لیڈروں اور اصحاب جبہ ودستار سرکاری علماء کا مقصود و مطلوب روٹی کے چند ٹکڑے ہیں یا پھر لمبی اور گہری نیند کے مزے۔

ذرا سوچیے ! بھلا مسلمانوں کی یہ جماعتیں ،یہ مذہبی لیڈر اور یہ تنظیمیں اور تحریکیں کب دین اسلام کی غیرت اور لاج کے لیے اٹھیں گی ؟ کب عزت وآزادی ان کو نصیب ہوگی ؟اور کب کرۂ ارضی پر ان کو استقلال ،استحکام ،غلبہ اور تفوق حاصل ہو گا ؟

اللہ رب العزت، مالک الملک، خالق حقیقی، معبود بر حق، شہنشاہِ کون ومکان کا ایک اٹل اصول ہے۔ وہ اصول اس کے آخری پیغمبر سید الاوّلین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور باقی رکھے گا جو حق پر قائم رہے گی، حق کی خاطر جہاد کرتی رہے گی، قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب رہے گی، ان کے دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اسی اصول وضابطے کے تحت اللہ کے فضل وکرم سے انسانوں کے جم غفیر میں سے ایک جماعت نکل کھڑی ہوئی۔ جس نے ذلت اور رسوائی، غلامی اور بے بسی کی زندگی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنے آپ کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ یہ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ عالیہ اپنے دل ودماغ میں لے کر میدانِ کارزار میں اترے۔ اللہ کے دین کی حرمتوں کی بے حرمتی اور عزتوں کی پائمالی کے خلاف وہ ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ جہاد کی خاطر رب کے راستہ میں انہوں نے اپنی معمولی متاع حیات سے لے کر اپنی زندگی کا عزیز ترین ساز وسامان بھی لٹا دیا۔ اپنی دوستی اور دشمنی کی بنیاد انہوں نے فقط اپنے خالق ومالک اللہ رب العالمین کو قرار دیا۔ انہوں نے اپنی پر تعیش زندگیاں ترک کر کے، ائیر کنڈیشنڈ کوٹھیوں، دفتروں اور گاڑیوں کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر آکر ڈیرے ڈالے۔ جنہوں نے دل میں یہ بات پختہ کر لی تھی کہ

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

دنیا اور دنیا کی سج دھج قربان کرنے کا مقصد کسی دنیوی مفاد کا حصول نہیں تھا بلکہ اپنے اللہ کی ابدی اور ازلی نعمتوں کا حصول ہے۔ وہ کوئی بھی عمل کرتے ہیں (چھوٹا یا بڑا) اس کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد ''جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول'' ہے۔ جس طرح جناب موسیٰ □ اپنے اللہ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر (۷۰) افراد بھی تھے۔ جب وہ مقام قریب آیا جہاں اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا تھا تو وہ اپنے قدم تیز تیز اٹھانے لگے۔ باقی افراد کچھ پیچھے رہ گئے

۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ  سے پوچھا: اے موسیٰ! تو نے یہاں قریب آکر اپنی چال میں تیزی کیوں پیدا کی ہے؟ تو انہوں نے وہ جواب دیا جو سورۂ طہٰ کی آیت: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ (طہٰ:84:20)

''اور میں نے اے میرے رب! تیری طرف جلدی اس لیے کی کہ تو راضی ہو جائے''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اپنی رفتار میں تیزی پیدا کرنا بظاہر معمولی سا اور عام سا عمل ہے مگر اس معمولی عمل کے پیچھے بھی موسیٰ  کے پیش نظر فقط اللہ کی رضا مقصود ہے۔

آدمیوں کے ہجوم میں سے نکلنے والی یہ ایک چھوٹی سی جماعت وہ تھی جس نے اسلام کے صاف اور شفاف دستر خوان پر نشوونما پائی تھی۔قرآن کی تعلیم سے خود کو آراستہ کیا تھا۔عزت و شرف کے حامل اپنے اسلاف کی سیرت پر غور و فکر کیا تھا۔انہوں نے اپنی ''دوستی اور دشمنی کا معیار'' دین اسلام کو بنایا تھا۔اپنی دوستی اور دشمنی کو انہوں نے زمین و آسمان کے پروردگار کے لیے خالص کر لیا تھا۔انہوں نے صاف صاف اور علی الاعلان کہہ دیا:

''اے ہماری قوم کے لوگو! ہم تم سے بیزار ہیں، مشرق و مغرب میں تم جن عالمی طاقتوں کی عبادت کرتے ہو اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہو ہم ان سے بھی بے زار ہیں۔ہم تمہارے باطل معبودوں گندے اور گناہ آلودہ ایجنڈوں اور عادات فاسدہ و مفسدہ سے لاتعلق ہیں۔ہم اللہ رب العالمین کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ،وہ اللہ جو پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کا معبود برحق ہے ،جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا واحد پروردگار ہے۔ہم اپنے چہروں کا رخ نہ کسی وائٹ ہاؤس کی طرف کرنا چاہتے ہیں نہ ماسکو نہ لندن کی طرف۔عالمی طاقتوں کی لونڈی ''اقوام متحدہ'' ہمارا قبلہ ہے اور نہ نام نہاد ''سلامتی کونسل''۔ہمارا کعبہ و قبلہ صرف ''البیت العتیق'' یعنی خانہ کعبہ ہے۔عالمی طاغوتی طاقتوں کے ورلڈ آرڈر کو ہم تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔ہمارے سامنے سَیِّدُالحُنَفَاءِوَا لمُحِبِّین جناب ابراہیم  اور ان کے ساتھیوں کی ملت اور سیرت موجود ہے۔''

انسانوں کے بہت بڑے ہجوم میں سے کفار کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لینے والے چند نوجوانوں کی جماعت نے اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان براءت اس لیے کیا کہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ کی آیت: ۴ ان کے دلوں کی تختیوں پر منقش تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّـهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّـهِ وَحْدَهُ﴾

"(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے عقائد و نظریات کا انکار کرنے والے ہیں۔ جب تک تم اللہ وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان نہ لے آؤ۔"

چند مخلص نوجوانوں کی یہ جماعت ایسے اجلے اور روشن چہروں والوں کی جماعت ہے۔ جن کی پیشانیوں پر بددیانتی، خیانت، لوٹ مار اور کرپشن کا کوئی داغ اور دھبہ بفضل اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ یہ بے داغ ماضی کے حامل نوجوان تھے۔ ان کے ہاتھ ہر معاملے میں صاف تھے۔ اللہ کے دشمنوں اور اسلام کے مخالفوں کے ساتھ انہوں نے کبھی کوئی ساز باز نہیں کی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کافروں سے کوئی گندہ معاہدہ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی جائیداد اور املاک کو کفار کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا۔ انھوں نے مسلم علاقوں میں کافروں کو من مانیاں کرنے اور کھل کھیلنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا۔ یہ خوددار، غیرت مند اور باحمیت نوجوان دین کی سربلندی اور شریعت اسلامیہ کے احیاء اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی ترویج کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔

ہر وہ شخص جو قرآن وسنت پر تدبر و تفکر کرتا ہے، ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو چکھ لیتا ہے اور سلف صالحین کی سیرت و کردار پر غور و فکر کرتا ہے تو وہ شخص لازماً جان جاتا ہے کہ "مسئلہ الولاء والبراء" کی اسلام میں کیا اہمیت اور ضرورت ہے۔ "دوستی اور دشمنی کا معیار" یہ وہ موضوع ہے کہ جو دین کا ستون اور دین کی بنیاد ہے۔ یہ وہ ستون ہے کہ جس پر اس دین کی عمارت کھڑی ہے۔ "دوستی اور دشمنی" کے مسئلہ کا دین اسلام میں وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں "سر" کو حاصل ہے۔ اگر سر کو جسم سے جدا کر دیا جائے تو سارا جسم بے حس و حرکت اور بے جان ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحت ایمان کے لیے ''الكُفْرُ بِالطَّوَاغِيت'' کو شرط قرار دیا ہے۔یعنی جب تک کوئی شخص تمام طاغوتوں کا انکار نہ کرے اس شخص کا عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان واسلام کبھی درست ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ''طاغوتوں کے انکار'' کا حکم پہلے دیا ہے اور ایمان باللہ کا حکم بعد میں دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّـهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾(البقرہ:256)

''پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا''۔

اس آیت میں ''الْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ'' سے دینِ اسلام اور شہادتِ توحید مراد ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ طاغوت کا انکار اس وقت تک کیسے ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا تمام زندہ اور مردہ معبودوں اور ان کے عبادت گزاروں سے اعلان براءت اور اظہار نفرت نہ کیا جائے۔ اس صورت حال میں دنیا کے تمام طاغوتوں، اسلام کے مخالفوں اور زندہ مردہ معبودوں سے بیزاری اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب مبین میں امام المؤحدین ، سیّد المُحِبّین جناب ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بنیاد ہی مسئلہ ''الولاء والبراء'' پر قائم ہے کہ ''دوستی اور دشمنی'' کا معیار فقط اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾(النحل:123)

''پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔ جو مشرکین میں سے نہ تھے''۔

جی ہاں..! ایک وہ وقت تھا جب ''الوَلَاء وَالبراء'' کا معنی اور مفہوم ابتدائی مسلمانوں کے دلوں میں موجود تھا۔ وہ اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے اور اللہ کی خاطر ہی نفرت کرتے تھے۔ دنیا بھر کے کلمہ گو مسلمان ان کے بھائی اور دوست تھے اور دنیا بھر کے

کافر اور مشرک ان کے مخالف اور دشمن تھے۔اسی عقیدہ و نظریہ کی بنیاد پر وہ جنگیں کرتے تھے، جہاد کے لیے نکلتے تھے۔اسی عقیدہ کی بنیاد پر ہونے والے جہاد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری دنیا میں قوت وشوکت اور عزت و آزادی سے سرفراز کیا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں سے جب ''الولاء والبراء'' کا معنی مفقود ومعدوم ہوا ''الولاء والبراء'' کے احکام دماغوں سے غائب ہوئے۔یہ عقیدہ آجا کر صرف اور صرف بڑی بڑی لائبریریوں اور مکتبوں ہی میں لکھا ہوا رہ گیا۔یہ عقیدہ صرف اور صرف علماء کے دروس، مواعظ اور خطبات ہی کا حصہ بن کر رہ گیا۔عملاً اس سے بے رخی اور بے اعتنائی برتی گئی تو امت اس حالت کو پہنچ گئی جو آج سب مسلمانوں کو نظر آرہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو وہ درخشندہ اور تابناک ماضی اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتا جب تک ہم اس سابقہ حالت میں نہیں لوٹتے جس پر ہمارے اسلاف اور السابقون الاولون گامزن تھے۔وہ خوشگوار ماضی ہمیں اس وقت تک دوبارہ دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا جب تک ہم سچے دل سے اسلام کے احکام اور شریعت اسلامیہ کی طرف نہیں پلٹتے۔دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی طرف پلٹنے کا سب سے بڑا ثبوت عقیدہ ''الولاء والبراء'' کی طرف پلٹنا ہے اللہ کی خاطر مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کا عقیدہ ہی بندۂ مومن کو میدان جہاد کا راستہ دکھاتا ہے۔جب وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیستا ہوا اور مسلم عزتوں کو پائمال اور نیلام ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں بے خطر کود پڑتا ہے۔بڑی سے بڑی رکاوٹ اور خوف بھی اس کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔جب الولاء والبراء کے عقیدہ پر مبنی جہاد فی سبیل اللہ معرضِ وجود میں آتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام باطل اور منسوخ دینوں پر غلبہ و سربلندی بھی عطا فرماتا ہے۔مسلمانوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سے چھٹکارا بھی حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی کوئی مذہبی جماعت ہو، کوئی اسلامی تنظیم ہو یا کوئی اسلامی ریاست اور مملکت، جس کا اصل منہج اور بنیاد اسلام کا شرعی عقیدہ ''الولاء والبراء'' نہیں وہ جماعت، تنظیم اور مملکت بالکل مردہ اور بے جان ہے۔لازم ہے کہ اس پر چار تکبیرات (نماز جنازہ) پڑھ دی جائیں۔ایسی جماعت، تنظیم اور مملکت کو اللہ رب العالمین کی طرف سے کبھی استحکام، پختگی اور قوت حاصل ہو سکتی ہی

نہیں۔ان کی مثال انتہائی گرمی کے موسم میں چٹیل میدان میں دکھائی دینے والے "سراب" کی سی ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾

"(کافروں کے اعمال) چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت (سراب) کی طرح ہیں، جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے۔لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا۔"

میرے موّحد ومومن بھائیو! اس قسم کی جماعتیں اہل توحید اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگوں کی جماعتیں نہیں ہیں۔نہ ان کو مسلمانوں، مجاہدوں اور موّحدوں کی جماعتیں سمجھنا اور شمار کرنا چاہیے۔یہ مذہبی جماعتیں اور اسلامی ریاستیں محض کٹھ پتلیاں ہیں۔جس طرح ان کو کفار کی انگلیاں حرکت میں لاتی ہیں یہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں۔کافر طاقتیں، عالمی قوتیں، بین الاقوامی طاغوتی تنظیمیں (اقوام متحدہ، دولت مشترکہ، سلامتی کونسل، اور آئی ایم ایف وغیرہ) جس طرح کے مفادات ان سے حاصل کرنا چاہیں یہ ان کے سامنے دست بستہ ہو کر مجسمۂ تسلیم ورضا بنی ہوتی ہیں۔

ان جماعتوں، تنظیموں، ریاستوں اور ان کے کارکنوں اور افراد کی کثرت تعداد کی وجہ سے کبھی دھوکہ نہ کھایئے۔جہنم کا ایندھن بننے والے لوگوں کی بلاشبہ کثرت ہی ہوگی۔اس کے برعکس اسلام کی خاطر جہاد کرنے والے مخلص اور موّحد افراد کی قلت کی وجہ سے بھی پریشان نہ ہوں کیونکہ یہی لوگ اسلام کی اصل قوت اور طاقت ہیں۔لسی کے مقابلے میں اوپر نمودار ہونے والا مکھن تھوڑا ہی ہوتا ہے۔یہی چند مخلص، موّحد اور مجاہد افراد ہی حقیقی معنی میں اللہ کی جماعت اور اللہ کا گروہ ہیں۔یہی لوگ اللہ کی دوستی اور محبت کے اصل حقدار ہیں۔ہر دور اور زمانہ میں یہ بالکل تھوڑے، اجنبی اور پردیسی بن کر ہی نمایاں ہوئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

( بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاء [2])

"اسلام کا جب آغاز ہوا تھا تو اسلام اجنبی تھا۔اس پر پھر وہی حالت آجائے گی کہ یہ اجنبی ہو جائے گا۔(اس وقت جو دین پر چلیں گے وہ بھی اجنبی ہوں گے) پس ان اجنبیوں کو میری طرف سے مبارک باد ہو۔"

[2] صحيح مسلم=كِتَابُ الإِيمَانِ : بَابٌ بَيَانِ أَنَّ الإِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا وَ اِنَّهُ يَأْرِزُ بَيْنَ المَسْجدين، الحديث:145

ان اجنبیوں کو آج کے زمانہ میں دیکھنا ہو تو آپ کو قبائلی علاقہ جات میں پھیلے ہوئے وہ مجاہدین نظر آئیں گے جن کی ''دوستی اور دشمنی کا معیار'' فقط اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ وطن، قوم، خاندان، علاقائی اور لسانی تعصب ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار نہیں ہے۔ آج وہ اس دور کی یاد تازہ کر رہے ہیں جو ہمارے اسلاف کی اصل میراث تھا۔ دین کے جو عقائد، نظریات اور جذبات راکھ کے نیچے دب چکے تھے وہ ان کو از سر نو زندہ کر رہے ہیں۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت کے ہاں دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات حمیدہ کا واسطہ اور وسیلہ پیش کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ:

- اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مجاہد اور موحد بندوں میں شامل کرلے۔ ہمیں ان اجنبیوں میں شامل کرلے جو ہر دور میں قلیل ہی رہے ہیں۔ کل روز محشر اللہ تعالیٰ ہمیں قبروں سے زندہ کر کے ان کے ساتھ ہی شامل کرے۔

- ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ایسی سیدھی شاہراہ پر چلادے کہ جس پر چل کر اہل توحید اور اہل اطاعت کو عزت و فلاح نصیب ہو۔ اہل شرک و کفر کو ذلت و رسوائی اور شکست و ریخت کا چہرہ دیکھنا پڑے۔ توحید و سنت کا علم ہر سو لہرا جائے۔ شرک و بدعت کا قبیح جھنڈا ذلت و پستی کا شکار ہو کر سرنگوں ہو جائے۔

## ہم اپنے پروردگار سے یہ بھی التجائیں کرتے ہیں کہ

- یا اللہ! جو دین تونے بنی نوع انسان کے لیے پسند فرمایا ہے اس کو اپنی زمین پر قوت وطاقت عطا فرما۔ مسلمانوں کے درمیان خوف وہراس کو امن وسلامتی سے بدل دے۔ اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ ذلت وخواری کو عزت وشوکت میں تبدیل کردے۔

یااللہ تو اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما۔ کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا اور تباہ وبرباد فرما۔ یااللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَ سَلَّمَ عَلٰى عَبْدَهٖ وَ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحَبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَ عَلٰى مَنْ تَبَعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

اَلْعَبْدُ الْفَقِيْر اِلٰى رَحْمَةِ رَبِّهٖ وَ مَوْلَاهُ

**ابوعمروعبدالحکیم حسان**

# باب: ا

## ''مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی''اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

## چند ابتدائی باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے آخر میں رسول اکرم، نبیِ رحمت، پیغمبر جہاد، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ان کی طرف قرآن وسنت کی صورت میں اپنی شریعت اور اپنا منہج وحی کردیا تاکہ اس وحیِ الٰہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو

اندھیروں سے نکال کر اجالوں کی طرف لے آئے یعنی گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف لائے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دعوت الٰہیہ کی ایک بنیاد ضرور ہے۔ جس پر شریعت ودعوت کی عمارت کھڑی ہے۔ جس بنیاد پر یہ عمارت قائم ہے وہ بنیاد ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

''مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی'' اللہ تعالی کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔ اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

## پیغمبر آخرالزمان کو اسوۂ براہیمی کی پیروی کا حکم:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ اور تمام اہل ایمان کے لیے امام المؤحدین جناب ابراہیم خلیل ؑ کا نمونہ پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ: مؤمنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی ''کا بیڑا اٹھانے والوں میں سب سے قد آور شخصیت ابراہیم ؑ کی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اپنے آخرالزماں پیغمبر امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ بھی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّـهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّـهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّـهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ (الممتحنہ:4)

(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم ؑ اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم والوں سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار (متنفر) ہیں ہم تمہارے (عقائد ونظریات) کے منکر ہیں جب تک اللہ تعالی کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہو چکی ہے۔ لیکن ابراہیم ؑ کی اپنے باپ سے کہی ہوئی اتنی بات (نمونہ نہیں ہے) کہ میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ

بھی اختیار نہیں ہے۔اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے"۔

ایک اور مقام پر بھی یہی حکم دیا گیا۔اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: 123)

"پھر ہم نے آپ (ﷺ) کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔جو مشرکین میں سے نہ تھے"

انسانی تاریخ میں ایسا دور بھی آیا ہے کہ اللہ رب العالمین کی شریعت کی پاسداری میں "اَلْوَلاء وَالْبَراء"(اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے دشمنی) کی بڑی حیرت انگیز مثالیں منظر عام پر آئی ہیں۔دین کی دشمنی کی بنیاد پر کبھی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کبھی اسلام کی بیٹی دین کی بنیاد پر اپنے اہل خانہ اور برادری کو داغ مفارقت دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی دین اسلام کے وفا شعاروں کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑا۔جبکہ اس قادر وقدیر وحدہ لاشریک لہٗ ہستی نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ بھی عطا فرمایا۔[3]

---

3

❶ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾(المجادلۃ=228:5)

"اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔"

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر وتشریح کے ضمن میں مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ:

- سیدنا ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح  کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے غزوۂ بدر کے روز میدانِ بدر میں اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔
- نیز سیدنا صدیق اکبر  کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے بدر کے دن اپنے حقیقی بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔
- سیدنا مصعب بن عمیر  کے متعلق بھی نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن ہی قتل کیا تھا۔
- اس آیت کا نزول سیدنا عمر بن خطاب  سے بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ای قریبی رشتہ دار (اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام) کو قتل کر دیا تھا۔
- یہ آیت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عبیدہ بن حارث  کے بارے میں بھی نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کر دیا تھا۔

## دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنے والوں کا انجام:

وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ بعد میں کچھ ایسے نالائق، نااہل اور ناخلف پیدا ہوئے جو دنیا اور دنیا کی سج دھج کے ساتھ چمٹ گئے۔ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کی طرف ہی اپنا کلی میلان کر دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کو بالآخر خیر باد کہہ دیا۔ حالانکہ دین اسلام میں "الولاء و البراء" کا سب سے بڑا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہی تھا۔ تو اس دنیا کی طرف میلان اور ترک جہاد کے جرم کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور پھر اللہ کے باغی اور دشمن ان نالائقوں، نااہلوں، دنیا کے لالچیوں اور جہاد سے پسپائی اختیار کرنے والوں کی عزتوں کو تار تار کرنے لگے اور ان کے علاقوں اور ملکوں کو روندتے ہوئے ان کے گھروں میں آگھسے۔ بعد ازاں مسلمانوں کے درمیان سے ہی نئی روشنی کی دلدادہ ایسی پود پیدا ہو گئی جنھوں نے اللہ کے دشمنوں کی دوستی کو اور ان کی فرمانبرداری کو سب سے زیادہ مقدم رکھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامتے ہوئے ان کافروں کے خلاف معرکہ آراء ہوتے۔ بلکہ وہ تو دین اسلام سے دور ہوتے ہوتے بہت دور نکل گئے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ کافروں سے دوستیاں رچائیں بلکہ کافروں کی ایسے ایسے طریقے سے مدد کی کہ جس سے مسلمانوں کی قوت وشوکت ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ایسے لوگ انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی صالح العقیدہ، متقی اور پختہ ایمان والے نہ تھے۔ بلکہ ایسے لوگوں کا تعلق یا تو کینہ پرور منافقین سے تھا جن کو نہ تو دین اسلام اچھا لگتا تھا نہ شریعت اسلامیہ کی سربلندی ان کو ایک نظر بھاتی تھی۔ سلفی العقیدہ مومنوں کے بارے میں کینہ وبغض اور شر وفساد یہ اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے تھے۔ یا پھر ان کا تعلق ایسے گمراہ فرقوں اور مرتد قسم کے لوگوں سے تھا جو اپنے پاس سے گھڑا ہوا جھوٹ موٹ پر مبنی دین اور بے سروپا باتیں اسلام کی طرف منسوب کرتے رہتے تھے۔ مثلاً فرقہ باطنیہ اور فرقہ قرامطہ کے لوگوں کا یہی طرز عمل تھا۔

---

۞ یہ واقعہ بھی مندرجہ بالا مضمون ہی سے تعلق رکھتا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اُن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس حاصل کیے ہوئے فدیے (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں کی قوت وطاقت (اسلحہ وغیرہ) کا سامان بنایا جائے آخر وہ ہمارے ہی چچیرے بھائی اور برادری والے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت کی دولت سے بھی نواز دے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب ؓ سے مشورہ طلب کیا تو سیدنا عمر ؓ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میری رائے اور مشورہ وہ نہیں ہے جو سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے دیا ہے، میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ قیدیوں میں سے جو فلاں شخص میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ مجھے دیا جائے اور مجھے اس کی گردن کاٹنے کا اختیار حاصل ہو تاکہ میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں۔
۔ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کو ان کا قیدی حقیقی بھائی عقیل بن ابی طالب ؓ سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کی گردن کاٹ ڈالیں۔
علیٰ ھٰذا القیاس جس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار قیدیوں میں ہے وہ اس کے حوالے کر دیا جائے اور اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کا گلہ کاٹ ڈالے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی کوئی محبت وموالات نہیں ہے۔ (دیکھیے تفسیر ابن کثیر: 330:4)

ماہ و سال اور لیل و نہار کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اور بھی بہت سے لوگ معرض وجود میں آئے۔ ایسے کینہ پرور منافقوں اور گمراہ مرتد فرقوں کی بددیانتی و خیانت کی وجہ سے ہی تو مسلمان بہت زیادہ مصائب و آلام سے دوچار ہوئے۔

## مسلمانوں کی ذلت و غلامی میں منافق حکمرانوں کا کردار:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایک صاحب بصیرت اور عقلمند شخص دائیں اور بائیں کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر خود محسوس کر سکتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ مجرم اور بدخواہ تمام اسلامی ممالک اور علاقوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے مسلم علاقہ جات کو کافروں کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور مسلمانوں کی جائیدادیں اور املاک کو کافروں کے ہاں گروی رکھا ہوا ہے۔

بندروں اور خنزیروں کی اولاد، یہود آج کل مسلمانوں کے آقا اور مالک بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کینہ و بغض اپنے سینوں میں پالنے والے صلیب کے پجاری آج مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے علاوہ دیگر کافر بھی آج مسلمانوں کو غلام بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ کافروں کی کسی بھی جنس، رنگ یا مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں۔

## مجاہدین اسلام کے خلاف علماء کے فتاویٰ جات:

منافق اور بے دین مسلمانوں نے اپنی اپنی کرسیوں اور عہدوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کافروں کے ساتھ ذلتوں اور رسوائیوں پر مبنی معاہدے کیے ہوئے ہیں اور ان کرسیوں اور عہدوں پر وہ بزور شمشیر وسناں قابض ہوئے ہیں۔

پھر نہلے پر دہلا یہ کہ ان کو مسلمانوں ہی کی صفوں سے ایسے ایسے علماء سوء، درباری اور سرکاری مفتیان اور اصحاب جبہ و دستار مولوی ہاتھ لگ گئے جنہوں نے ضمیر فروشی اور دین فروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ایسے فتوے دے ڈالے جن فتوؤں سے ان مجرم حکمرانوں کے جرائم کو بھی نیک اعمال بنا کر پیش کیا گیا۔ کافروں کے ساتھ ذلتوں کے معاہدے (Pacts) کو جائز قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کی مال و دولت اور جائیداد و املاک کافروں کے ہاتھوں بیچ دینے کو بھی درست کہا گیا۔ یہاں تک کہ ایسے ایسے قوانین بھی بنائے اور پاس کئے گئے کہ جن کی بدولت کافر و ملحد قوتیں مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہوتی چلی گئیں۔

بلکہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے چلا گیا۔ان دین فروش مفتیوں نے یہ فتوے بھی جاری کر دیے کہ اگر کوئی ان جیسے مجرم وملحد اور بے دین وسیکولر حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہوئے کلمہ حق سربلند کرتا تو ان لوگوں کو قتل کرنا اور ان پر گولی چلانا بھی جائز ومباح ہے۔یہ بھی فتوے جاری کئے گئے کہ جو بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کو (دہشت گرد کا نام دے کر) قتل کرنا واجب ہے ۔یہ بھی فتوے جاری ہوئے کہ اگر کوئی شخص اللہ،اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے کسی دشمن کو قتل کر دے تو اس (مجاہد وغازی ) کو قتل کرنا واجب ہے۔

خاص طور پر اگر کسی مجاہد کے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والے کا تعلق کسی یہودی یا عیسائی لیڈر سے ہو تو پھر ساری حکومتی مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور دین اسلام سے محبت کرنے والے سلفی العقیدہ اور مذہبی لوگوں کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے۔ایسی صورت میں تو ان دین فروش مفتیان، ضمیر فروش شیوخ، محکمہ اوقاف کی وزارتوں پر براجمان ارکان حکومت،ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں رکھنے والے درباری وسرکاری مذہبی پیشواؤں کے پاس تو ہر وقت فتوے تیار ہوتے ہیں کہ دین کا جذبہ رکھنے والوں، دینی سوچ رکھنے والوں، جہاد کی تڑپ رکھنے والوں اور جہاد کی تیاری کرنے والوں کی گردنیں اڑانا اشد ضروری ہے۔

اگرچہ اس مجاہد نے فقط اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کی عزت وناموس پر غیرت کھاتے ہوئے اور اسلام کی بے حرمتی پر کبیدہ خاطر ہوتے ہوئے اللہ رب العزت کے کسی دشمن کے خلاف برسرپیکار کسی یہودی کافر یا مرتد کو قتل کیا ہو۔

## صرف مجاہدین اسلام ہی امید کی روشن کرن ہیں:

اللہ رب العزت کا بھی یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جن ناگفتہ بہ اور بدترین حالات سے آج بے چارے مسلمان دوچار ہیں اس ذلت ورسوائی کو عزت وفلاح میں وہی لوگ تبدیل کریں گے جو اللہ رب العالمین کے لیے "الولاء والبراء" پر پختہ یقین رکھتے ہیں ۔یعنی ان کی دوستیاں بھی اللہ کے لیے ہیں اور اُن کی دشمنیاں بھی اللہ کے لیے ہیں، قادر وقدیر اللہ رب العالمین سے مدد طلب کرتے ہوئے وہ میدانوں میں کھڑے ہوتے ہیں،اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، کافروں اور ان کا تعاون کرنے والے مجرم اور ایجنٹوں سے جنگ کرتے ہیں۔میدانوں میں ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں۔قربانیاں پیش کرتے ہوئے دنیا کا کوئی مفاد ان کے پیش نظر

نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اللہ ہی سے اجر وثواب کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ اُس وقت تک میدانوں میں ڈٹے رہتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم اور اذن واجازت کے پسندیدہ اور محبوب دین ''دین اسلام'' کو دنیا کے تمام باطل ومنسوخ دینوں پر غالب کردیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللَّـهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًايَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النور:55)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا، جسے وہ ان لوگوں کے لیے پسند کر چکا ہے اور ان کے خوف وہراس کو وہ امن امان میں بدل دے گا۔ وہ لوگ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں تو وہ لوگ فاسق ہیں۔''

## جب مسلمان عزت وآزادی حاصل کریں گے تو:

جب مسلمان ذلت وپستی سے نکل کر عزت وفلاح کی طرف آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کے جذبات کیا ہوں گے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۞ بِنَصْرِ اللَّـهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۞وَعْدَ اللَّـهِ لَا يُخْلِفُ اللَّـهُ وَعْدَهُ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۞﴾(الروم:4-6)

''اور اس روز مسلمان شاداں وفرحاں ہوں گے، وہ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''

جی ہاں! اس دن کافروں اور مشرکوں، بے دینوں اور ملحدوں کی کیا حالت ہو گی؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(الشعراء:227)

"جنھوں نے ظلم کیے ہیں وہ بھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں"۔

## مجاہدین اسلام کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا:

اہل حق جو اپنے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کو کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ قیامت تک ان کے مخالفین اور معاندین کا کوئی حربہ اور کوئی چال ہر گز ہر گز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ ہر چند کہ مخالفین ان اہل حق کی مخالفت میں انھیں بدنام اور رسوا کرنے کے لیے جیسے جیسے بھی (دہشت گرد، انتہاء پسند، بنیاد پرست اور شدت پسند جیسے) القابات سے نوازتے رہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ اہل حق قرآن و حدیث اور شریعتِ محمدیہ پر دل جمعی اور استقامت کے ساتھ کاربند رہیں۔ اللہ رب العزت کے مومن بندوں کے سوا کسی کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم نہ کریں اور ان کی دشمنی کا رخ صرف اللہ کے دشمنوں کی طرف ہی رہے۔ وہ اللہ کے دشمن خواہ کافر ہوں، خواہ یہودی ہوں، خواہ عیسائی ہوں یا دین اسلام سے پھر جانے والے مرتدین ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّـهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾(آل عمران:120)

"تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو ان (کافروں) کی کوئی چال تمھیں ذرا نقصان نہیں دے گی"

سیدنا جابر بن عبداللہ □ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

( لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ)[4]

"میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے جنگ و قتال کرتا رہے گا اور وہ جہاد کرنے والے قیامت تک غالب رہیں گے۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں مروی ہیں۔ سیدنا عقبہ بن عامر □ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[4] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتاب الامارۃ: باب قولہ:(ﷺ لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاہِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُم مَنْ خَالَفَھُمْ)الحدیث:1923

( لَاتَزَالُ عِصَابَۃ مِن اُمَّتِی یُقَاتِلُونَ عَلٰی اَمرِ اللہِ قَاھِرِینَ لِعَدُوِّھِم لَا یَضُرُّھُم مَن خَالَفَھُم حَتّٰی تَاتِیھِم السَّاعَۃُ وَھُم عَلٰی ذٰلِکَ[5])

''میری امت کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم (پر عمل کرنے کی بناء) پر لڑتا رہے گا اور وہ اپنے دشمن پر غالب رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اسی (غلبہ وکامرانی والی) حالت پر ہوں گے۔''

جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث مبارکہ کو امام مسلم  نے سیدنا جابر بن سمرہ  سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

(لَنْ یَّبْرَحَ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْہِ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ[6])

''دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

امام مسلم  نے اسی روایت کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان  سے بھی نقل کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یوں ہیں:

(لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ أُمَّتِیْ قَائِمَۃٌ بِأَمْرِ اللہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ أَوْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یأْتِیَ أَمْرُ اللہِ وَ ھُمْ ظَاھِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ)

---

5 تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتابُ الاِمَارَۃِ:بَابٌ قولہ ﷺ:(لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ)،الحدیث:1924

6 تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم =کتاب الاِمارَۃِ:باب قولہ:ﷺ (لَاتَزَالُ طَائِفَۃُ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ) ، الحدیث:1922

# باب:۲

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرة:257)

ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے"

## "موالات" کیا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک عقیدۂ وتصور درست نہ ہو عمل کبھی درست نہیں ہو سکتا۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہالت بہت سارے فاسد اعتقادات اور مخالفِ اسلام نظریات کا سبب ہے۔اس بناء پر ہمارے لیے یہ چیز بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ ان اسماء والفاظ کو پہچانیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ہم جب ان اسماء والفاظ اور اصطلاحات کو پہچان لیں گے تو پھر ہم ان چیزوں کو بھی پہچان لیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے۔قرآن وحدیث میں مذکور ان اسماء واصطلاحات میں سے ایک اہم ترین اصطلاح (Terminology)"الولاء والبراء" بھی ہے۔یہ دونوں الفاظ {1}.....الولاء {2}.....البراء بھی اللہ پاک کے کلام قرآن میں اور رسول اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے نکلنے والی احادیث میں کئی مقامات پر مذکور ہیں۔

## لفظ "الموالاۃ" (دوستی) کی مختصر وضاحت:

لفظ "المُوَالَاۃ" سے مشتق (نکلا) ہے۔اَلْوَلْیُ کا معنی قربت اور نزدیکی ہے۔لفظ أَلْوَلیْ (أَلْوَلیْ میں لام ساکن ہے) نبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ کا پہلے خاوند، سیدنا ابو سلمہ ؓ سے ایک بیٹا عمر بن ابو سلمہ ؓ آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔سیدنا عمر بن ابو سلمہ ؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں کھانا کھاتے ہوئے برتن میں چاروں طرف اپنا ہاتھ گھما رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

﴿يَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ﴾[7]

"بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، اپنے دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے آگے (یعنی قریب اور نزدیک) سے کھائیں۔"

اس حدیثِ رسول میں جو لفظ "يَلِيْكَ" استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے کہ جو تیرے آگے ہے، قریب یا نزدیک ہے اور "يَلِيْكَ" کا تعلق لفظ الوَلیُ سے ہی ہے۔معلوم ہوا کہ الوَلیُ کا معنی نزدیک ہونا اور قریب ہونا ہے۔

---

7 صَحِيحُ مسلم=كِتَابُ الْأَشْرِبَة:بَابُ آدَابِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ واحكامها، الحديث = 2022، 5376=الحديث، أَكْلِ بِالْيَمِيْنِ

اسی طرح عربی زبان میں یہ جملہ عام مستعمل ہے کہ ''والٰی بَيْنَ شَيئَيْن''اس کا معنی ہے کہ اس (شخص) نے دو چیزوں کو بغیر کسی وقفہ اور خلا کے ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے۔''

علیٰ ہذاالقیاس وضوء کے اعمال وارکان میں ایک عمل اور رکن ''موالاۃ'' بھی ہے جب یہ لفظ وضوء کے اعمال میں بیان ہوتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وضوء کے تمام اعمال وارکان اور فرائض ومستحبات کو پے درپے اور بغیر کسی وقفہ کے ایک دوسرے کے بعد بجالانا۔[8]

مندرجہ بالا چند مثالوں سے ظاہر ہوا کہ ''المُوَالَاۃ'' اصل معنی ''القُربُ'' اور ''اَلْمُتَابَعَۃُ'' ہے۔القرب کا معنی نزدیکی اور قریب۔ جبکہ المتابعۃ کا معنی ہے پیروی اور ایک دوسرے کے پیچھے لگنا یا لگانا۔ لفظ الوَلیُّ ''العَدُوّ'' کا متضاد (Opposite) ہے۔ الوَلیُّ کے عربی زبان میں چند دیگر معانی بھی ہیں۔ مثلاً:

1. النَّاصِرُ . . . . مددگار
2. المُعِيْنُ . . . . تعاون کرنے والا
3. الحَلِيْفُ . . . . جنگی معاہدوں میں ساتھ نبھانے والا۔
4. المُحِبُّ . . . . محبت کرنے والا
5. الصَّدِيْقُ . . . . سچا دوست
6. القَرِيْبُ فِي النَّسَبِ . . . . قریبی عزیز
7. الْمُعْتَقْ . . . . کسی غلام کو آزاد کرنے والا۔
8. العَبْدُ . . . . غلام
9. ہر وہ شخص جو کسی اہم کام کا ذمہ دار ہو اور اس کا بیڑا اٹھانے والا ہو وہ اس کام کا ولی ہوتا ہے۔

8 ''المولاۃ فی اعمال الوضوء'' کا مطلب ہے کہ وضوء کے اعمال وارکان کو ایک دوسرے کے بعد پے درپے اور لگاتار (continuously) کرتے رہنا۔ یعنی وضوء کرتے ہوئے درمیان میں کوئی وقفہ اور تعطل نہ ہو۔ آدمی پہلے ہاتھ دھوئے، پھر کلی کرے، پھر ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑے، پھر چہرہ دھوئے اور کانوں کا مسح کرے، پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے یہ سارے کام یکے بعد دیگرے کرتا جائے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ دھوئے، کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑنے کے بعد کسی اور کام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اب جب وہ وضوء کرنے کے لیے آئے گا اور توجہ کرے گا تو اس کو وضوء کے اعمال نئے سرے سے شروع کرنا ہوں گے۔ کیونکہ درمیان میں وقفہ کرنے سے ترتیب اور موالات ختم ہو گئی ہے۔ اس کو ''المولاۃ فی اعمال الوضوء'' کہا جاتا ہے۔

جیسے حاکم اور امیر کو ولی الأمر کہا جاتا ہے کہ یہ شخص عنانِ حکومت سنبھالے ہوئے ہے اور ملکی انتظامات کا ذمہ دار ہے۔اسی طرح عورت کا بھی ولی ہوتا ہے جس کی اجازت کے ساتھ ہی نکاح کا انعقاد ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ الموالات کا اصل معنی اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا معنی ''محبت کرنا'' ہے۔اس کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب □ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

﴿هٰذا وَلِيٌّ مَن اَنَا مَوْلَاهُ ـ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاه، ـ أَللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ ﴾ [9]

''(یعنی سیدنا علی □ )اس کا دوست ہے جس کا میں دوست ہوں۔یااللہ! تو بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔یااللہ! تو اس سے دشمنی کر جو اس سے دشمنی کرے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں﴿وَالِ مَنْ وَالَاهُ﴾ کے الفاظ کا مطلب ہے۔''أُحْبُبْ مَنْ أَحَبَّهُ وَانْصُر مَنْ نَصَرَهُ'' جس کا اردو زبان میں معنی یہ ہے کہ (یااللہ!) جو اس (علی □) سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس کی مدد کرتا ہے تو بھی اس کی مدد فرما۔''

اس بحث سے معلوم ہوا کہ لفظ ''الموالاۃ'' کا معنی ہے ''محبت کرنا'' اور ''مدد کرنا۔''

## لفظ ''المعاداۃ'' (دشمنی) کی مختصر وضاحت:

''اَلمُوَالَاۃ'' کا متضاد (opposite) ''اَلْمُعَادَاۃ'' ہے۔اَلْمُعَادَاۃ کا معنی اَلْمُبَاعَدَۃُ اور اَلمُخَالَفَۃُ ہے۔اَلْمُبَاعَدَۃ کا معنی ایک دوسرے سے دوری اختیار کرنا ہے اور اَلمُخَالَفَۃ کا معنی ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ہے ۔ اَلْمُعَادَاۃ کا ہم معنی اور مترادف (similar) ایک اور لفظ ''اَلبَرَاءُ'' ہے۔

9 مقدمۃ صحیح ابن ماجہ=باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ، الحدیث :94

''البَرَاءُ'' کا معنی گلو خاصی حاصل کرنا''اور ''دوری اختیار کرنا'' ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ ''بَرِئَ فُلَانًا'' تو اس کا معنی ہوگا:

① فلاں نے فلاں سے ''جان چھڑالی'' ہے۔
② فلاں نے فلاں سے بیزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔
③ فلاں نے فلاں سے دوری اختیار کرلی ہے۔

ہر قمری مہینے کی پہلی رات کو عربی زبان میں ''لَيْلَةُ الْبَرَاءَ'' بھی اسی بناپر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس رات چاند سورج سے بہت دور چلا جاتا ہے اور چاند بہت چھوٹا سا نظر آتا ہے۔[10]

## موالات کی دو قسمیں ہیں:

لفظ ''الموالاۃ'' کے تحت ہونے والی سابقہ ساری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الموالاۃ کی دو قسمیں اور دو معنی ہیں:

① . . . . ''موالاۃ کی پہلی قسم وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے، جیسے دوستی اور محبت۔
② . . . . ''موالاۃ'' کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق انسانی اعمال وکردار سے ہے جیسے نزدیکی، قربت مدد ونصرت اور پیروی۔

موالاۃ کے دونوں معانی اکثر وبیشتر اکھٹے پائے جاتے ہیں۔ یا پھر ایک معنی دوسرے معنی کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی اگر پہلا معنی دلی محبت کرنے والا ہوگا تو دوسرا معنی محبت کرنے والا ضرور ہوگا۔ اگر کوئی شخص، کسی قوم اور گروہ سے اندرون محبت کرتا ہے۔ تو ظاہری طور پر بھی وہ اس قوم کی پیروی کرے گا اور ان کا ساتھ نبھائے گا جہاں دلی محبت ہوگی، وہاں ظاہری پیروی اور ساتھ لازماً ہوگا۔ لہٰذا ایک چیز کا وجود دوسری چیز کے لیے ظاہری اور باطنی تعلق کے حوالے سے دلیل اور علامت ہوگا۔ اگر اس کا تعلق ہو تو اس کو عربی زبان میں ''الموالات'' کہا جائے گا۔

---

[10] دیکھیے لسان العرب لابن منظور:41506/15 ، النهاية فی غريب الحديث لابن الاثير،230,227/5، المفردات للراغب الاصفهانی:535,533

## الولاء والبراء کے چند معانی:

سب صورت حال یہ ہے کہ ہم نے ''الولاء والبراء'' کے معنی کو پہچان لیا کہ الولاء کا ایک معنی ''محبت اور دوستی ہے''---- دوسرا معنی ''قربت'' ہے ---- تیسرا معنی ''نزدیکی'' ہے ---- چوتھا معنی ''تعاون کرنا'' ہے---- پانچواں معنی ''مدد اور نصرت کرنا'' ہے۔اور ہم نے یہ بھی پہچان لیا کہ البراء کا ایک معنی ''دوری اختیار کرنا'' ہے----دوسرا معنی ''مخالفت کرنا'' ہے---- تیسرا معنی ''گلوخاصی چاہنا'' یعنی کسی سے جان چھڑانا ہے۔

## مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے والے شخص کا معاملہ:

اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے یہ بات واضح ہو کر اور نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ جو شخص بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے ،اس کے دین کا مددگار ہے اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنے والا ہو؟اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے عقائد و نظریات سے ہم آہنگی رکھنے والا ہو؟اپنے قول و عمل اور گفتار و کردار سے کافروں کے ایجنڈوں کو (اپنے علاقہ وملک میں)نافذ کرنے والا ہو اور اُن کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے والا ہو؟مسلمانوں اور مومنوں کے خلاف برپا کی جانے والی جنگ میں وہ کافروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو؟ جس شخص کا یہ حال اور معاملہ ہوگا وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا حمایتی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا شخص تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے دشمنوں میں سے بد ترین اور خطرناک ترین دشمن ہوگا اور اللہ رب العزت کا انکار کرنے والا ہوگا۔

دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے روز بھی وہ سزا کا مستحق قرار پائے گا وہ شخص شیطان کا دوست اور شیطان کی پارٹی کا کارکن ہوگا۔اللہ تعالیٰ،اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ دوستی کا ذرا برابر جذبہ بھی اُس کے دل میں موجود نہیں ہوگا۔

## امام ابن تیمیہ ﷫ کے الفاظ میں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

یہی توجہ ہے کہ الولایۃ اور العداوۃ (یعنی دوستی اور دشمنی) کی تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ﷫ فرماتے ہیں:

"اَلْوَلَایَۃُ ضِدُّ الْعَدَاوَۃِ وَ أَصْلُ الْوَلَایَۃِ الْمُحَبَّۃُ وَالْقُرْبُ ، وَ أَصْلُ الْعَدَاوَۃِ الْبُغْضَ وَالْبُعْدُ ۔ وَالْوَلِیُّ الْقَرِیْبُ ۔ یُقَالُ: ھَذَا یَلِیْ ھَذَا أَیْ یَقْرِبُ ھٰذَا۔ فَاِذَا کَانَ وَلِیُّ اللهِ ھُوَالْمُوَافِقُ الْمُتَابِعُ لَہُ فِیْمَا یُحِبُّہُ وَ یَرْضَاہ، وَ یُبْغِضُہ، وَیَسْخَطُہٗ وَیأْمُرُ بِہٖ وَ یَنْھٰی عَنْہُ ، کَانَ الْمُعَادِی لِوَلِیِّہٖ مُعَادِیًا لَہٗ ، قَالَ تَعَالٰی ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْہِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَ کُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾(الممتحنۃ:1:60) وَقَالَ تَعَالٰی اَیْضًا : ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَ کُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ﴾ (التوبۃ=23:9)

"اَلْوَلَایَۃُ"(یعنی دوستی) "الْعَدَاوَۃُ"(یعنی دشمنی) کا متضاد ہے۔ اَلْوَلَایَۃُ کا اصل معنی "محبت اور قربت" ہے۔ اس کے برعکس العداوۃ کا اصل معنی "نفرت اور دوری" ہے۔ الوَلِیُّ کا معنی القریب (یعنی قریبی) ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ "ھٰذَا یَلِی ھٰذَا" اس عبارت کا مطلب ہے کہ یہ چیز اس چیز کے بالکل قریب ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کا ولی (دوست اور حمایتی) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی موافقت کرتا ہے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ جس سے اللہ کو محبت ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے۔ جس سے اللہ کو نفرت ہو وہ اس سے نفرت کرتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو وہ اس سے ناراض ہوتا ہے، جس چیز کا اللہ حکم دیتا ہے وہ بھی اس کا حکم دیتا ہے اور جس سے اللہ منع کرے وہ بھی اس سے (لوگوں کو) منع کرتا ہے وہ شخص جو اللہ سے دشمنی کرنے والا ہو گا وہ اللہ کے ولی کا بھی دشمن ہو گا۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تم تو اُن کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ اس (دین) حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کی نسبت زیادہ پسند کریں۔"

## شیخ محمد نعیم یاسین کے ہاں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

''اِعْلَمْ أَنَّ الْوَلَایَۃَ مُشْتَقُ مِنَ الْوَلَاءِ وَ هُوَ الدُّنُوُّ وَالقَرْبُ ، وَ الْوَلَایَۃُ ضِدُّ الْعَدَوَاۃِ ، وَالْوَلِیُّ عَکْسَ الْعَدُوِّ وَالْمُؤْمِنُونَ أَوْلِیَاءُ الرَّحْمٰنِ ، وَالْکَافِرُوْنَ أَوْلِیَاءُ الطَّاغُوْتِ وَالشَّیْطَانَ وَ مِنْ هَذَا یَتَبَیَّنُ أَنَّ مُوَالَاۃَ الْکُفَّارِ یَعْنِی التَّقَرُّبَ اِلَیْهِمْ وَ اِظْهَارَ الْوُدِّ لَهُمْ بِالْأَقْوَالِ وَ الأَفْعَالِ وَلنَّوَایَا.اِلٰی أَنْ قَالَ: وَیَدْخُلَ فِیْہِ مُعَاوَنَتُهُمْ وَالتَّآمُرُ وَالتَّخْطِیْطُ مَعَهُمْ وَ تَنْفِیذُ مُخَطَّطَاتِهِمْ وَالدُّخُولُ فِی تَنْظِیْمَاتِهِمْ وَأَحْلَافِهِمْ وَالتَّجَسُّسُ مِنْ أَجْلِهِمْ وَنَقْلِ عَورَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَسْرَارِ الأُمَّۃِ اِلَیْهِمْ وَالْقِتَالُ فِیْ صَفِّهِمْ [11]

''خوب جان لیجیے ! بلاشبہ لفظ ''الْوَلَایَۃُ''، ''الوَلاء'' سے مشتق (نکلا ہوا) ہے۔الوَلاء کا معنی ''نزدیکی اور قربت'' ہے۔یہ بھی جان لیجیے کہ لفظ ''الْوَلَایَۃ'' لفظ ''العَدَاوَۃُ'' کا متضاد ہے (opposite) اسی طرح لفظ اَلْوَلِیّ لفظ ''العَدَاوَۃُ'' کا متضاد اور برعکس ہے۔اہل ایمان رحمن کے دوست اور قریبی ہیں۔جبکہ اہل کفر طاغوت اور شیطان کے دوست اور قریبی ہیں۔اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مَوَالَاۃُ الْکُفَّار (یعنی کافروں سے دوستی) کا مطلب یہ ہے کہ:

① کافروں کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے۔

② کافروں کے لیے محبت کا اظہار کیا جائے وہ اظہار خواہ گفتار واقوال سے ہو، خواہ کردار واعمال سے ہو، خواہ نیت وعزائم سے ہو۔''

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم یاسین صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ '' مَوَالَاۃُ الْکُفَّار'' میں یہ چیزیں بھی شامل وداخل ہیں:

③ کافروں کی معاونت کرنا۔

④ کافروں کے احکامات کی بے چون وچرا بجاآوری کرنا۔

⑤ کافروں کے ساتھ مل کر حکمتِ عملی طے کرنا اور منصوبہ بندی کرنا۔

⑥ کافروں کے منصوبوں اور پروگراموں میں شامل ہونا۔

⑦ کافروں کے ساتھ باہمی معاہدوں میں شمولیت اختیار کرنا۔

---

[11] الایمان لمحمد نعیم بن یاسین :111

⑧ کافروں کی خاطر جاسوسی اور) مختلف افراد و شخصیات کی) تلاشی میں حصہ لینا۔

⑨ مسلمانوں کے درپردہ معاملات ان کے سپرد کر دینا۔

⑩ مسلمانوں کے خفیہ جنگی راز اور معلومات کافروں کو فراہم کرنا اور

⑪ کافروں کے اتحاد میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شمولیت اور شرکت اختیار کرنا"(یہ تمام چیزیں اور شقیں کافروں سے دوستی کی مد میں آتی ہیں۔)

## لفظ المُوالَاۃِ اور التَّوَلِّی میں ایک دقیق فرق:

یہاں ایک بڑا لطیف علمی نکتہ بھی سمجھنے کے قابل ہے۔وہ یہ کہ عربی زبان میں دوستی کے لیے ایک لفظ "المُوَالَاۃ" استعمال ہوتا ہے اور ایک لفظ "التَّوَلِّی"، مستعمل ہے۔ لفظ الموالاۃ تو قربت، نزدیکی، پیروی، مدد، تعاون، محبت، دوستی اور غلامی وغیرہ کے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن لفظ "التَّوَلِّی" بطور خاص صرف اور صرف دو معانی {1} پیروی اور {2} نصرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہی وہ معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وارد ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ ۝﴾ (الحج:4)

"اس (شیطان) پر (اللہ کا فیصلہ) لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اس کی پیروی کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ ک عذاب کی طرف لے جائے گا"

مذکورہ آیت کریمہ میں (مَنْ تَوَلَّاہُ) کا معنی یہ ہے کہ "جو اس کی پیروی کرے گا" لفظ "التَّوَلِّی" کا دوسرا مخصوص معنی "مدد و نصرت" اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے فرمان میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾(الممتحنۃ:9)

"اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی (مدد و تعاون) سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ اس قسم کے کافروں کی مدد و نصرت کریں گے وہ (پکے ٹھکے) ظالم لوگ ہوں گے"

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی ﴿أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۝﴾ کا معنی یہ ہے کہ "تم ان کی مدد و نصرت کرو اور جو شخص بھی ان کی مدد و نصرت کرے گا تو یہی لوگ ظالم ہوں گے"

اسی طرح قرآن مجید میں ایک مقام پر "التَّوَلِّی" مدد و نصرت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لاَ تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ . . . . ﴾ (الممتحنۃ=60:13)

"(اے مسلمانو!) ایسی قوم کی مدد و نصرت نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔ . . ."

مذکورہ آیت کریمہ میں (لاَ تَتَوَلَّوْا) کا معنی ہے کہ تم دوستی نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں اپنا ایک خصوصی وصف بیان کیا ہے کہ میں مومنوں کا حامی و مددگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرہ:257)

"ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے"

مذکورہ آیت میں بھی ﴿اَللهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں۔" لہٰذا اس آیت میں "وَلِيُّ" کا معنی مددگار ہے۔ اس طرح مذکورہ آیت میں ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ﴾ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ہے "وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے مددگار طاغوت ہیں۔" اس آیت میں اولیاء کا معنی (زیادہ تعداد میں) مددگار" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾ (التحریم:4)

"یقینا اس (رسول اللہ ﷺ) کا مددگار اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے، جبریل □ ہے اور نیک اہل ایمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں"

مذکورہ آیت میں لفظ "مَولَاہُ" کا معنی "اس کا مددگار" ہے۔

نیز قرآن مجید کے ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ مددگار کے معنی میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ االلهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لاَ مَوْلٰى لَهُمْ﴾ (سورۂ محمد:4)

"(اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سزائیں دیں) اس لیے کہ ایمان والوں کا مددگار اور کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور کافروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے"

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی لفظ "مَولیٰ" دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ اس کا معنی و مددگار اور کارساز ہے۔

یہ چند آیات بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ جہاں جہاں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے اکثر وبیشتر اِسی معنی میں ہے۔

مذکورہ بالا ساری گفتگو کا لب ولباب یہ ہے کہ لفظ ''التَّوَلِّی'' لفظ ''المُوَالَاۃ'' سے زیادہ خصوصیت کا حامل ہے۔ ''التَّوَلِّی'' کا مطلب یہ ہے کہ ''عَلَی الاِطلَاق'' (غیر مشروط طور پر) پیروی اور فرمانبرداری کرتے جانا اور پوری پوری مدد ونصرت کرنا۔'' مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ التَّوَلِّی اور المُوَالَاۃ کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔[12]

شیخ عبداللہ بن عبداللطیف  فرماتے ہیں:

''التَّوَلِّی'' اور ''المُوَالَاۃ'' کے مابین بیان کیے گئے اِسی فرق کو ہی ملحوظ رکھتے ہوئے الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف  رقمطراز ہیں:

''التَّوَلِّی کُفْرٌ یُخرِجُ مِنَ المِلَّۃِ وَ ھُوَ کَالذَّبِّ عَنْھُمْ وَ اِعَانَتِھِمْ بِالْمَالِ وَالْبَدْنِ وَالرَّأْیِ ۔ وَالمُوَالَاۃُ کَبِیْرَۃٌ مِنَ الْکَبَائِرِ ۔ کَبَلِّ الدَّوَاۃِ وَ بَرِیِ الْقَلَمِ وَالتَّبَشُّشِ أَوْ رَفْعِ السَّوْطِ لَھُم۔''[13]

''کافروں کے ساتھ التولی والا تعلق واضح کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ مثلاً کافروں کا بھرپور دفاع کرنا۔ نیز دامے، درہمے، سخنے اور قدمے ان کا پورا تعاون کرنا۔ جبکہ کافروں سے المُوَالَاۃ جیسا دوستانہ تعلق اگرچہ ملتِ اسلامیہ سے نکالنے والا کفر نہیں مگر وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔'' مثلاً

① کافروں کی خاطر اپنے قلم وقرطاس کو حرکت میں لانا اور ان کی پالیسیوں کی حمایت میں مضامین (Articles) تحریر کرنا۔

[12] ''دو چیزوں کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز عام ہوتی ہے دوسری چیز اس عام میں سے ہی ہوتی ہے مگر وہ ایک خاص معنی ومفہوم اور مقام ومرتبہ رکھتی ہے۔ مثلاً نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ان کے درمیان بھی گویا عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ ہر نبی، رسول نہیں ہوتا مگر ہر رسول، نبی ضرور ہوتا ہے۔ اسکی عام فہم یہ مثال بھی بن سکتی ہے کہ پاکستانی ہونا ایک عام نسبت ہے۔ مگر پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ، پنجاب کی طرف نسبت کر کے پنجابی ہونا ایک خاص نسبت ہے۔ ہر پاکستانی پنجابی نہیں ہوتا مگر ہر پنجابی پاکستانی ضرور ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس المُوَالَاۃ ایک وسیع معنی کا حامل لفظ ہے اور التَّوَلِّی اس عام معنی میں سے ہی ایک مخصوص معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا المُوَالَاۃ میں '' التَّوَلِّی'' کا معنی موجود ہے۔ لیکن '' التَّوَلِّی'' میں المُوَالَاۃ کا سارا مفہوم اور معنی موجود نہیں۔ اس لیے ان دونوں میں بھی عموم وخصوص کی نسبت ہے۔

[13] الدرر السنیۃ:201/7

④ کافروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی خاطر بچھ بچھ جانا اور صدقے واری جانا۔

③ مسلمانوں کے خلاف پولیس و فوج کو حرکت میں لے آنا اور گولی و بندوق کا رخ مسلمانوں کی طرف کر دینا۔ یہ سب اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔''

# مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے درمیان باہمی الفت کو واجب ٹھہرایا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مومنوں کی آپس میں محبت اور دوستی ایمان کے لوازمات اور اساسیات میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے یہ قطعاً حرام اور شجر ممنوعہ ہے۔ یہ بھی واضح فرمایا کہ کافروں سے دوستی رچانا اور ان کی نصرت وحمایت اور کسی طرح کی سپورٹ (support) کرنا ساری دنیا کے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے بالکل منافی ہے۔

## مومنوں سے دوستی کے وجوب کی پہلی دلیل:

مومنوں کے درمیان باہمی محبت ومودت واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾(المائدہ:56-55)

''تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اپنے اللہ کے آگے) جھکتے ہیں، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی میں داخل ہو جائے گا) اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے''

## مومنوں سے دوستی کے وجوب کی دوسری دلیل:

### قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی حقیقت اور حکم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ واللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُو الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (الانفال:72-75)

''جو لوگ ایمان لائے اور (اپنے وطنوں سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی۔ تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد و تعاون طلب کریں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے۔ مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (تو مدد نہیں کرنی چاہئے) اور اللہ رب العزت تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تو (مومنو!) اگر تم یہ (آپس میں دوستی کا کام) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے۔ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے (اللہ کے ہاں) مغفرت اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے

وہ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے''

مذکورہ بالا دونوں مقاماتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے محبت واُلفت کا تعلق قائم کرنا واجب ہے۔

## امام ابن تیمیہ □ کا واضح بیان:

اسی بناءپر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ فرماتے ہیں:

''اِنَّ أَصْلَ الدِّیْنِ وَ کَمَالِہٖ أَنْ یَّکُوْنَ الحُبُّ فِی اللهِ وَ الْبُغْضُ فِی اللهِ وَ الْمُوَالَاۃُ فِی اللهِ وَالْمُعَادَاۃُ فِی اللهِ وَالاِسْتِعَانَۃُ بِاللهِ وَالْخَوْفُ مِنَ اللهِ وَالرَّجَاءُ لِلّٰہِ وَالاِعْطَاءُ لِلّٰہِ وَالمَنْعُ لِلّٰہِ۔''[14]

''دین کی اصل حقیقت اور اوجِ کمال یہی ہے کہ:

1. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو۔
2. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت ہو۔
3. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آپس میں دوستانہ مراسم ہوں۔
4. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنیاں ہوں۔
5. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت ہو
6. اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے
7. اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے۔
8. اللہ تعالیٰ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کی جائیں۔
9. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عنایات اور سخاوتیں ہوں۔
10. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی جگہ سخاوت و بخشیش سے ہاتھ روکا جائے۔

---

[14] الدرر السنیۃ:109/7

## کافروں سے دشمنی کے وجوب پر تیرہ قرآنی دلائل:

جی ہاں! جس طرح مومنوں اور مسلمانوں سے دوستی اور محبت واجب ہے بعینہٖ اسی طرح کافروں اور مشرکوں سے دشمنی اور عداوت واجب ہے۔ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ،إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ،لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلا أَوْلادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ،قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهُ إِلا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لأَبِيهِ لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾(الممتحنة:1-4)

"اے اہل ایمان! اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی تلاش کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کی طرف دوستی کے پیغام روانہ کرتے ہو اور وہ (دینِ) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو وہ (تمہارے) پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ تم اُن کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا، اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہیں تکلیف پہنچانے کے لیے تم پر اپنے ہاتھ (بھی) چلائیں اور اپنی زبانیں (بھی)۔ اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ، قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے نہ اولاد۔ اس روز وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے، تحقیق تمہارے لیے جناب ابراہیم ◻ اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں۔ تمہارے

(معبودوں کے) کبھی قائل نہیں (ہو سکتے) جب تک تم اللہ وحدہ، لا شریک لہ، پر ایمان نہیں لے آتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ لیکن (ابراہیم  کی) یہ بات (تمہارے لیے نمونہ نہیں) جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے''

## کافروں سے دشمنی کے بغیر مومنوں سے دوستی ناممکن ہے:

یہ اصول وضابطہ بھی ذہن نشین رہے کہ پوری طرح اور صحیح طور پر مومنوں سے دوستی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کافروں سے دشمنی اور نفرت نہ ہو۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  کے شاگرد رشید امام ابن قیم  اسی بات کی تائید میں یوں فرماتے ہیں:

''لَا تَصِحُّ الْمُوَالَاةُ اِلَّا بِالمُعَادَاةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى عَنْ اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّيْنَ قَالَ لِقَوْمِہٖ : ﴿اَفَرَئَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(الشعراء:72-75)فَلَمْ تَصِحَّ لِخَلِيْلِ اللهِ هٰذِهِ الْمُوَالَاةُ وَالْخُلَّةُ اِلَّا بِتَحْقِيْقِ هٰذِهِ الْمُعَادَاةِ فَاِنَّہٗ لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَ ةِ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاہُ ، قَالَ تَعَالٰى :﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُون،إلا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِين،وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(الزخرف:26-28)أَیْ جَعَلَ هٰذِهِ الْمُوَلَاةَ لِلّٰهِ وَ الْبَرَا ءةَ لِلّٰهِ وَالْبَرَاءَ ةُ مِنْ كُلِّ مَعْبُودٍ سِوَاہُ كَلِمَةً بَاقِيةٌ فِی عَقِبِہٖ يَتَوَارَثُهَا الأَنْبِيَاءُ وَأَتْبَاعُهُمْ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَ هِیَ كَلِمَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللهُ وَ هِیَ الَّتِیْ وَرَّثَهَا اِمَامُ الْحُنَفَاءِ لِأَتْبَاعِہٖ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَۃِ۔''[15]

''جب تک کافروں سے دشمنی نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے صحیح طور پر دوستی ہو سکتی ہی نہیں۔ اس حقیقت کو اللہ رب العزت نے اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّيْنَ ، امامُ الْمُوَحِّدِين جناب ابراہیم  کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے۔ انہوں نے جب اپنی قوم سے وہ بات کہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ

---

15 الجواب الكافى:311

الشعراء میں نقل فرمائی ہے، ابراہیم  فرماتے ہیں: "کیا تم نے دیکھا جن کو تم پوج رہے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ داد بھی، اللہ رب العالمین کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں" اس فرمان ذی شان سے معلوم ہوا کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ  کی اللہ سے یہ دوستی اور گہری محبت اس وقت تک نامکمل اور ادھوری ہوتی جب تک وہ کافروں اور معبودانِ باطلہ سے اعلانِ عداوت نہ کرتے۔ اس آیت سے یہ قاعدہ وکلیہ معلوم ہوا کہ: "لَا وَ لَاءَ اِلَّا لِلّٰہِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَ ۃِ مِنْ کُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاہُ" اس کا معنی یہ ہے کہ (دوستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو اور یہ صرف اس وقت تک ممکن ہے جب اللہ کے سوا ہر قسم کے معبود باطل سے اظہار لا تعلقی ہو) نیز اللہ رب العزت جناب ابراہیم  کے بارے میں ہی سوٗرز خرف میں ارشاد فرماتے ہیں: "اور جب ابراہیم  نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے گا، اور یہی بات اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے۔ تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرتے رہیں" اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ ابراہیم  کی اس دوٹوک اور واضح پالیسی کو ---- کہ صرف اللہ کے لیے ہی دوستی ہو، صرف اللہ کے لیے ہی دشمنی ہو اور اللہ کے سواہر معبود سے اظہار لا تعلقی ہو ---- اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندہ وجاوید اور قیامت تک چلنے والی مستقل پالیسی کا درجہ عطا کر دیا۔ یہی وہ واضح پالیسی ہے جو ابراہیم  کے بعد آنے والے تمام انبیاء اور ان انبیاء کے پیروکاروں میں یکے بعد دیگرے منتقل (Transfer) ہوتی چلی آرہی ہے۔ کلمۂ توحید لاالٰہ الااللہ کا بھی تو یہی معنی و مفہوم ہے۔ اس کھری کھری بات اور حکمت عملی کا ہی امامُ الْمُؤَحِّدِین اِمَام الْحُنَفَاء جناب ابراہیم  نے قیامت تک آنے والے پیروکاروں کو ورثہ عطا فرمایا ہے۔" (امام ابن قیم  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## دوسری آیت:

کافروں سے دشمنی کرنا اس طرح واجب ہے جس طرح مسلمانوں سے دوستی کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾ (الممتحنۃ:13)

"اے اہل ایمان! ان لوگوں سے، جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے، دوستی نہ کرو (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مردوں (کے زندہ ہونے) کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع کیا ہے یہ دراصل کچھ تنگ دست اور نادار مسلمان تھے۔ وہ یہودیوں میں جاجاکر مسلمانوں کے حالات اور خفیہ راز بتایا کرتے تھے۔ ان سے اپنے رابطے اور تعلقات پیدا کرتے تھے۔ اسی ساری کدوکاوش کے نتیجے میں وہ ان سے کچھ مفادات اور دنیاوی آسائش حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دراصل ان لوگوں کو ان یہودیوں سے دوستی کرنے اور ان سے میل جول کرنے سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ اہل اسلام کے خلاف ان یہودیوں کی مدد کریں۔[16]

## تیسری آیت:

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی کو واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (التوبۃ:23)

"اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہوں گے"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر مومنوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کافروں سے دوستیاں رچائیں، کافروں کی کسی طور پر بھی مدد کریں اور وہ اپنے باہمی معاملات کافروں کے سپرد (Hand over) کریں۔

---

16 احکام القرآن للجصاص:287/4

## کافر و مشرک والدین کی نافرمانی کے باوجود نیک برتاؤ کا حکم:

علاوہ ازیں اس بات کو واجب ٹھہرایا کہ کافروں سے بائیکاٹ کیا جائے، اس بات کو بھی واجب ٹھہرایا کہ کافروں کی تعظیم وتکریم نہ کی جائے۔ ہاں البتہ کافروں کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم دینے اور ان کی تعظیم وتکریم سے منع کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر وہ کافر تمہارے والدین ہوں تو تمنے اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا ہے۔ اور دنیوی معاملات میں ان کی بہترین خدمت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ،وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان:13-14)

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نیک برتاؤ کی نصیحت کی ہے۔ اس کی ماں اس کو تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے (پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی رہتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ ہم نے (اپنے نیز) اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ تم کو میری طرف ہی لوٹنا ہے، اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھ کو کچھ علم نہیں، تو پھر ان کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیا (کے امور و معاملات) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔''

اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ دوستی سے منع کرنے کی ایک یہ بہت بڑی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس پالیسی سے مومنوں کی منافقوں سے چھانٹی اور تمیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ منافق ہر دور اور زمانہ میں کافروں سے دوستیاں رچاتے آئے ہیں اور اب بھی منافق کافروں سے میل ملاپ کرتے ہیں ان کی عزت وتکریم بجالاتے ہیں۔ اسی طرح یہ کافروں سے دوستانہ تعلقات قائم کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی بناء پر اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیت :۲۳ میں ایک بہت بڑی علامت اور فرق کرنے والی نشانی کی نشان دہی کرتے ہوئے کافروں سے دشمنی اور نفرت کا حکم دیا ہے۔ تاکہ مومن اور منافق کے درمیان فرق

اور تمیز ہو سکے۔ نیز یہ تنبیہ بھی کردی کہ جو ایسی پالیسی کو اختیار نہیں کرے گا وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی چلانے والا ظالم ہے اور اپنے پروردگار کی سزا کا حق دار قرار پائے گا۔[17]

## چوتھی آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(المائدہ:51)

"اے اہل ایمان! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"

قرآن مجید کی یہ آیت واضح اور اٹل انداز میں اپنا حکم بیان کر رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنیہ میں چند درج ذیل احکامات اور ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

① جو شخص بھی یہود و نصاریٰ کے کافروں اور ان کے علاوہ دیگر کافروں سے دوستی اور محبت کرے گا اور مومنوں کے خلاف ان کافروں کی مدد، سپورٹ اور حمایت کرے گا وہ بالکل ان ہی جیسا کافر ہوگا۔اس شخص کا انجام اور معاملہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بالکل وہی ہوگا جو ان کافروں کا ہوگا۔

② اس آیت کریمہ میں یہ واضح رہنمائی موجود ہے کہ کافر کبھی کسی مسلمان کا دوست ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہی وہ کسی انتظامی امور میں حقِ دوستی پورا کرے گا اور نہ ہی مدد و حمایت میں۔

③ علاوہ ازیں اس بات کی راہنمائی موجود ہے کہ تمام کافروں سے بائیکاٹ اور عداوت واجب ہے ۔اس لیے کہ لفظ "الولایۃ"(دوستی) لفظ "العداوۃ" کا مدمقابل اور متضاد (opposite) ہے۔جب اللہ رب العزت نے ہمیں یہودیوں اور

[17] احکام القرآن للجصاص:872/4

عیسائیوں سے ان کے کافر ہونے کی بناء پر دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جو کافر ہیں ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہوگا۔

④ اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ﴿إِنَّ الْكُفْرَ كُلَّه، مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ﴾(ساری دنیا کا کفر ایک ملت اور ایک جماعت ہے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾(وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں)[18]

## پانچویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهِ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ،إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ،وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ،يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(المائدہ:54-57)

"اے اہل ایمان! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ رب العزت ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔وہ لوگ مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہ ہوں گے۔یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی فراخی والا (اور) علم رکھنے والا ہے، تمہارے دوست تو صرف اللہ تعالیٰ،اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اللہ کے آگے) جُھکتے ہیں،اور جو شخص اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی کا رکن ہوگا اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ

---

[18] احکام القرآن للجصاص:278/4

پانے والی ہے، اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور (دیگر) کافروں کو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنار کھاہے، دوست نہ بناؤ اور اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو"

مذکورہ بالا آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے نرمی اور کافروں سے سختی برتنے، نیز مومنوں سے دوستی کرنے اور دنیا بھر کے تمام کافروں بالخصوص یہود و نصاریٰ سے دشمنی اور نفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

## چھٹی آیت:

کافروں سے دشمنی اور نفرت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں حکم دیتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء:144)

"اے اہل ایمان! مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنے دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام لو۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کو واضح طور پر منع کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں والی عادات واطوار اور اخلاق و کردار اختیار نہ کریں۔ وہ منافق جو مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں وہ پھر انہیں کی طرح کفر کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کردار کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع کیا ہے۔ اللہ اس بات سے منع کرتا ہے کہ میرے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاؤ اور ان کافروں سے دوستیاں کرو۔ ملت اسلامیہ کو چھوڑ کر ان کا کافروں کو کسی طرح کا تعاون اور سہارے مت فراہم کرو۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے اہل ایمان! اگر تم نے یہ رویہ اور کردار اختیار کیا تو تم ان منافقوں کی طرح ہو جاؤ گے جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو لازم قرار دے دیا ہے۔

## ساتویں آیت:

پھر اللہ عزوجل واعلیٰ ایسے شخص کو خوب ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مومنوں میں سے کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو اپنی دوستی اور محبت کا حق دار نہیں سمجھے گا۔اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔اپنی اس روش کو نہ چھوڑا، اللہ کی اس ڈانٹ سے وہ نہ کانپا، جو ڈانٹ اس نے کافروں سے دوستی کرنے اور کافروں کے ساتھ گہرے مراسم قائم کرنے پر پلائی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو منافقوں کے زمرے میں ہی شامل کردے گا جن کے بارے میں اللہ نے اپنے نبی جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبریاں سنا دیجیے۔اللہ تعالیٰ منافقوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ،وَلَوْكَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(المائدہ:81)

"(اے اہل ایمان! ان منافقوں میں سے) بہت زیادہ کو تم دیکھو گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں انھوں نے کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت ہی بُرا ہے (وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے ،اگر وہ اللہ تعالیٰ پر، نبی پر اور اس کتاب پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان اور یقین رکھتے تو ان (کافر) لوگوں کو دوست نہ بناتے۔لیکن ان میں سے اکثر بدکردار ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو ان اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے دوستی قائم کرتا ہے جن کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں۔نیز یہ بات بھی واضح فرمائی کہ یہ رویہ صحیح عقیدہ وایمان کے منافی ہے۔جو شخص بھی یہ کردار اور پالیسی اختیار کرے گا وہ منافقین کے گروہ سے ہوگا۔جن کو ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم میں رہنے کی ڈانٹ پلائی گئی ہے اور جہنم میں بھی بُرا ٹھکانہ اور ٹارچر سیل (Torture cell) ہے۔

## آٹھویں آیت:

کافروں سے دوستی کرنے والے منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا،الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ (النساء: 138-139)

"(اے پیغمبر ﷺ) ، منافقوں (دورُخے لوگوں) کو بشارت سنادو کہ ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں (کیونکہ) یہ ان سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔"

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں سے دوستی کرنے کا اصل مقصد منافقوں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اپنی ویلیو(Value)اور اہمیت کافروں کے ہاں پیدا کی جائے۔ ان سے اپنے لیے اچھا پروٹوکول حاصل کیا جائے۔ اس خبیث اور گندے مقصد کا ردّ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن اور مخلص بندے کی ہے اور اصل پروٹوکول وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی تیار کی ہوئی جنتوں میں سے ایک بندۂ مومن کو عطا کیا جائے گا۔

## نویں آیت:

کافروں سے دشمنی واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک بڑا ہی دوٹوک فرمان صادر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(المجادلۃ:22)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھوگے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ )ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کردیا ہے اور اپنی طرف سے روح (جبریل □) کے ساتھ ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ،داخل کرے گا۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں یہی گروہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہی لشکر کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گویا بیان فرمایا ہے کہ آپ کوروئے زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں ملے گا جو اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے محبت کرتا ہو۔ اگرچہ وہ کافر اس مومن کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت ومودّت کا تعلق اللہ کے دشمنوں سے محبت کی لازمًا نفی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت: یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی متقابل اور متضاد ہیں۔ یہ دونوں محبتیں ایک مومن شخص کے دل میں کبھی بھی اکھٹی نہیں ہو سکتیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت کافروں سے دشمنی اور اظہار نفرت کے واجب اور فرض ہونے کی ایک واضح دلیل اور نص ہے۔ چاہے جونسا بھی موقع ہو۔ چاہے جونسا بھی رشتہ وتعلق داری ہو، کافروں سے دشمنی بہر حال عقیدہ وایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

## "کافروں سے دشمنی واجب ہے" تین علماء کا فیصلہ:

یہی تو وجہ ہے کہ عبدالرحمن بن حسن، علی بن حسین، ابراہیم بن سیف ؒ نے اپنے بعض بھائیوں کی طرف جو خط روانہ کیے تھے ان میں یہ بات بھی نقل فرمائی:

"اِنَّ التَّوْحِیْدَ ھُوَ اِفْرَادُ اللہ ﷻ تَعَالٰی بِالْعِبَادَةِ وَ لَا یَحْصُلُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ بَاطِنًا وَ ظَاھِرًا"......وَبَعَدَ أَنْ سَاقُوا الآیَاتِ فِی ذٰلِکَ قَالُوْا : "ثُمَّ انْظُرْ کَیْفَ أَکَّدَ الْبَارِی جَلَّ وَ عَلَا عَلٰی رُسُلِہٖ ﷺ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاثْنَتَیْ عَشَرَةَ آیَةً فِی الْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ مَدحِھِمْ بِتِلکَ الصِّفَةِ ۔ وَھٰذَا کُلُّہ، یَدُلُّ بَلَا رَیْبٍ عَلٰی أَنَّ اللہ ﷻ أَوْجَبَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ الْبَرَاءَةَ مِنْ کُلِّ مُشْرِکٍ وَ أَمَرَ بِاظْھَارِ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ لِلْکُفَّارِ عَامَّةً وَ لِلْمُحَارِبِیْنَ خَاصَّةً وَ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مُوَالَاتَھِمْ وَالرُّکُونَ اِلَیْھِمْ"[19]

"یاد رکھئے! عقیدہ توحید یہ ہے کہ عبادت کی تمام اقسام وانواع میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو واحد معبود تسلیم کیا جائے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک حاصل ہو سکتا ہی نہیں جب تک مشرکین سے ظاہری اور باطنی طور پر اظہار نفرت اور مکمل بائیکاٹ نہ کیا جائے۔" مذکورہ بالا تینوں علماء سلف نے اس کے بعد قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات ذکر کی ہیں۔ پھر آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ارے مسلم! دیکھ کس طرح تاکید کے ساتھ اللہ جل وعلاء نے اپنے رسولوں کو اور مومن بندوں کو بارہ آیات قرآنیہ میں مشرکوں سے اظہار نفرت کا حکم دیا ہے۔ کافروں اور مشرکوں سے اظہار نفرت کرنے والے مومنوں

19

کی تعریف وتوصیف بھی بیان فرمائی ہے ۔یہ ساری بحث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلاشک وشبہ(without any (doubtاللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ ہر قسم کے مشرک سے اظہار نفرت ہو۔ نیز دنیا بھر کے کافروں کے بارے میں عام طور پر اور جن کافروں سے مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ جاری ہو ان کے بارے میں خاص طور پر بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی کے اظہار کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ۔اس کے ساتھ مومنوں پر یہ حرام ٹھہرایا کہ کافروں سے دوستی اور ان کی طرف کسی قسم کا جھکاؤ اور میلان ہو۔"

## دسویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾(25-26)

"جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقینا شیطان نے ان کے لیے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اسلام سے مرتد ہونے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم چند کاموں اور معاملات میں تمہاری بات مانیں گے۔سارے کاموں اور تمام معاملات میں تمہاری اطاعت وفرمانبرداری نہیں کریں گے اگر کوئی شخص کافروں کی بعض کاموں میں اطاعت کرے اگرچہ ان کافروں سے باقاعدہ محبت اور دوستی والے تعلقات پیدا بھی نہ کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے ۔اس بات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو شخص باقاعدہ کافروں سے دوستیاں قائم کرے ،کافروں کے ساتھ مل کر باقاعدہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرے ،کافروں کی قرار دادیں اور معاہدوں میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرے اور کافروں کے

ایجنڈوں اور پر گراموں کے نفاذ میں عملی اقدامات کرے۔ کیا وہ پہلی قسم کے مرتد سے کہیں بڑا مرتد اور اللہ کا دنیا وآخرت میں کہیں زیادہ حق دار نہیں ٹھہرے گا؟[20]

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو کافروں سے نفرت اور احتیاط کے بارے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لا يَأْلُونَكُمْ خَبَالا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (آل عمران:118)

''اے اہل ایمان! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔ تم نہیں جانتے کہ وہ دوسرے لوگ (یعنی کافر ومشرک اور منافق) تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کر دیں اگر عقل مند ہو (تو غور کرو)''

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے اور ان کی عزت وتکریم کرنے سے منع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت میں ان کو ذلیل ورسوا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کے وہ معاملات جن میں عزت اور سربلندی اور شرف ووقار کا پہلو موجود ہو۔ ان جیسے باہمی معاملات میں ان کافروں سے کسی قسم کا تعاون لینے سے بھی منع کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب  نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری  کی طرف خط روانہ کیا اور انھیں اس بات سے منع کیا کہ وہ لکھائی پڑھائی والے معاملات (یعنی دفتری معاملات) میں کسی مشرک سے کوئی تعاون اور خدمت نہ لیں۔ اس خط میں یہ آیت کریمہ بھی تحریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لا يَأْلُونَكُمْ خَبَالا﴾ (آل عمران:118/3)

''تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ، وہ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔''

---

20 مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ:182/193,90

ساتھ یہ بات بھی تحریر فرمائی:

( لَا تَرُدُّوْهُمْ اِلَى الْعِزِّ بَعْدَ اِذْ أَذَلَّهُمُ الله)

"جب اللہ تعالیٰ نے ان کو (جہادی کاروائیوں کے ذریعہ شکست وریخت سے ہمکنار کرکے) ذلت ورسوائی سے دوچار کیاہواہے تواب تم ان کو دوبارہ جادۂ عزت وشرف پر متمکن اور براجمان نہ کرو۔[21]

## بارہویں آیت:

یہ معاملہ تھا کافروں سے دوستی اور محبت کرنے کا۔ کافروں اور مشرکوں سے دوستی وموالات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور منزل من اللہ "کتاب ہدایت" کی بجائے خودساختہ ادیان اور باطل مذاہب کو ترجیح اور فوقیت دی جائے۔ اس طرح ادیان باطلہ کو ترجیح دینا بھی کفار ومشرکین سے دوستی کی ہی کی ایک شکل ہے۔ اس بناء پر بھی اللہ نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ )اور منافقین کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کی بعض باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کافروں اور مشرکوں کے پاس اپنے تنازعات کے مقدمات لے کر جاتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلاً ﴾ (النساء:51)

"کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب (الٰہی )کا کچھ حصہ ملا ہے؟جو بتوں اور باطل معبود(طاغوت) پر اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں (مسلمانوں) سے زیادہ راہِ راست پر ہیں"

کتب تفاسیر میں موجود ہے کہ مذکورہ آیت کعب بن اشرف (لَعْنَةُ الله عَلَيْهِ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی، کعب بن اشرف ایک بہت بڑا یہودی سردار اور سرکردہ لیڈر تھا۔ ایک دفعہ وہ مشرکین مکہ کے ہاں گیا۔ مشرکین مکہ ان لوگوں کو مذہبی رجحان

---

[21] احکام القرآن للجصاص:293/4

اور مذہبی پیشوائی کی بناء پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی بات کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اگرچہ وہ بذاتِ خود یہودی مذہب میں داخل نہیں تھے۔ جب کعب بن اشرف مکہ پہنچا تو مشرکین نے ان سے یہ رائے دریافت کی کہ آپ کے خیال میں ہم (یعنی اہل مکہ بتوں کے پجاری) زیادہ راہِ راست پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور اس پر ایمان لانے والے اس کے پیروکار؟ کعب بن اشرف جانتا تھا کہ مشرکین مکہ گمراہی پر ہیں اور تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مگر اس نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا مشرکین مکہ کا دین ومذہب، طور وطریقہ، عقیدہ ولائن محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے دین ومذہب، طور وطریقہ اور عقیدہ ولائن سے زیادہ درست ہے۔

## تیرہویں آیت:

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمانِ ذی شان کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان بھی ہے۔ جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سابقہ آیت سے ملتا جلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ،وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (البقرہ:101-103)

''جب کبھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے، اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین جناب سلیمان □ کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ جناب سلیمان □ نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اکثر یہودیوں کا ایک برا کردار یہ بھی تھا کہ اللہ کی کتاب، وحی الٰہی کو اور پیغمبر برحق کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے۔ بالکل یہی طرز عمل اور کردار اسلام کی طرف نسبت کرنے والوں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھنے والوں اور خود امت محمدیہ کا ایک فرد شمار کرنے والوں کا بھی یہی ہے۔''[22] [23]

[22] مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ:99/28

.....................

۞۞۞۞۞

# ''کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافر ہونے'' کے دلائل

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ کے کلام کا ایک اقتباس مسئلہ: ۲''موالات کیا ہے؟ میں گزر چکا ہے۔ جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی کرنا اور مومنوں کی مدد کرنا واجب و فرض ہے۔ جبکہ کافروں سے دشمنی اور نفرت کرنا بھی واجب اور فرض ہے۔ یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کرنا ایمان کا ایک لازمی جزء اور حصہ ہے جس کے بغیر توحید اور اللہ پر ایمان کا عقیدہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات بھی واضح کی گئی کہ یہ وہ نظریہ ہے جو ایک مومن کو منافق سے ممتاز و ممیز کرتا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے بہت زیادہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد و معاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کرتا ہے وہ کافر ہے۔

---

[23] مذکورۃ الصدر بحث میں کفار سے دوستی سے دوستی کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:.... ﴿1﴾ منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کے بجائے رسالت وآخرت کے منکروں اور بتوں کے پجاریوں کے موقف و نظریات کو زیادہ ترجیح دینا اور پسندیدہ قرار دینا.... ﴿2﴾ منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کی بجائے غیر اسلامی طور طریقے اور کافرانہ روش اختیار کرنا۔ بدقسمتی اور حرمان نصیبی یہ کہ آج کلمہ پڑھنے والے مسلمان ان دونوں بیماریوں سے لت پت ہو چکے ہیں۔ آج اکثر و بیشتر مسلمان شریعت الٰہیہ، قرآن وسنت اور دین برحق کی بجائے کافرانہ تہذیب و تمدن کو، کافرانہ معاشرت وطرز زندگی کو، کافرانہ معیشت و سیاست کو، کافرانہ بود و باش کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو خلافت و امارت کے نام سے چڑ ہے جبکہ بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور ملت کے زعمائ کافروں کے نظام حکومت ''جمہوریت'' کے دلدادہ، محافظ اور مؤید دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی لباس و حجامت سے گھن کھاتے ہیں کافروں کے ہیئر اسٹائل (Hairstyle) اور اسٹینڈرڈ آف لائف (Standard of life) کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اختیار کرتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس جس طرح یہود و نصاریٰ کتاب الٰہی کی بجائے جادو ٹونے کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح آج مسلمانوں میں سے عامۃ الناس کو اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو، کوئی دکھ درد یا پریشانی ہو تو قرآن وحدیث کے مسنون وظائف و اذکار کرنے اور کتاب وسنت کے مأثور اعمال و افعال بجالانے کی بجائے نجومیوں اور عاملوں کے پاس بھاگے جاتے ہیں۔ شرکیہ تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ الغرض کافروں سے دوستی کے یہ دونوں مظہر بدرجہ اتم و اکمل آج کلمہ شریف پڑھنے والے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ (فَاِلَی اللہ الْمُشْتَکٰی)

اس موجودہ بحث و گفتگو میں ان شاءاللہ الرحمن اس موضوع پر قرآن مجید میں بیان کیے گئے دلائل کا ذکر کریں گے۔ ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفسرین عظام کی اپنی اپنی کتب و تفاسیر میں ذکر کردہ مختصر تفسیر و تشریح بھی بیان کریں گے۔ اگرچہ علماء تفسیر کے تفسیری مباحث کا بہت زیادہ حصہ ان شاءاللہ اس سے اگلی بحث میں آئے گا جس کا لب لباب یہ ہے کہ:

''جو مسلمانوں کی بجائے کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ ہوتا ہے اس کا قرآن وسنت میں کیا حکم ہے؟ اگرچہ وہ شخص مجبور و بے بس ہونے کا دعویدار ہو، نیز اگر وہ واقعۃً مجبور ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

اللہ کی توفیق و عنایت سے ہم اس بحث میں صرف وہ قرآنی آیات بیان کرتے ہیں جو کافروں سے دوستی رچانے والے شخص کے متعلق ہیں۔

## دلیل اوّل:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ ﴾(آل عمران:28)

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں، مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

## کفار کا دوست مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے:

مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں شَیْخُ التَّفْسِیْرِ وَ الْمُفَسِّرِیْنِ امام ابن جریر طبری  رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ۔ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ، مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔[24]

## حافظ ابن کثیر □ فرماتے ہیں:

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر □ یوں رقمطراز ہیں:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی کریں۔ اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر ان سے چھپ چھپ کر دوستانہ مراسم قائم کریں۔ بعد ازاں اس بات پر ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ﴾ یعنی جو کافروں سے دوستی کر کے اس جرم عظیم کا ارتکاب کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوگا۔''

24 تفسیر الطبری: 313/6، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی: 57/4

- اسی طرح سُورۃُ الْمُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ......﴾

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی کی وجہ سے ان کی طرف خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے۔"

- پھر اللہ تعالیٰ نے سُورۃ المُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱ کے آخر میں سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کے طرز کلام سے ملتا جلتا انداز اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

"تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقینا راہِ راست سے بہک جائے گا"

- اسی طرح سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۴ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾

"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو"[25]

- اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۱ میں کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

---

25 یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اب اگر تم ان سے دوستی کروگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو خود یہ دلیل مہیا کررہے ہو کہ وہ تمہیں بھی سزا دے (یعنی معصیت الٰہی اور حکم عدولی کرنے کی وجہ سے)

"اے ایمان والو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ بلاشبہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز ہدایت نہیں دیتا"

❀ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت: ۷۳ میں مہاجرین، انصار اور دیہاتی مسلمانوں کی باہمی محبت و مودّت کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

"سب کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم نے یہ کام (باہمی دوستی اور محبت والا) نہ کیا تو زمین (ملک) میں فتنہ برپا ہو گا اور زبردست فساد سر اٹھائے گا"

حافظ ابن کثیر  سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کی تائید میں مزید چند آیات قرآنیہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کے نصف آخر کے الفاظ ﴿إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ حافظ صاحب  فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل ملاپ ظاہر کر دے گا لیکن اندورنِ خانہ اور دل میں ان کی طرف رغبت اور محبت نہ رکھے۔

① جیسا کہ اَلْجَامِعُ الصَّحِيحُ البُخَارِی میں اِمَامُ الْمُحَدِّثِيْن محمد بن اسماعیل البخاری  نے سیدنا ابودرداء  سے ایک اثر نقل فرمایا ہے، سیدنا ابودرداء  فرماتے ہیں:

اِنَّا لَنَكْشِرُ فِيْ وُجُوْهِ أَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ[26]

"بعض (ظالم وفاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔"

---

26 صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المدارة مع الناس ،الحدیث:6131 سے پہلے۔

2. امام سفیان ثوری ؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ فرمایا کرتے تھے
لَيْسَ التَّقِيَّةُ بِالْعَمَلِ اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ[27]
"(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے) بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حد تک ہو کسی عمل وکردار سے نہ ہو۔"

3. ایک مشہور تابعی جناب عوفی ؒ بھی سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے یہ قول نقل کرتے ہیں:
اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ[28]
"تقیہ (کافروں کے کے ساتھ بظاہر دوستی کا اظہار) صرف زبان کی حد تک جائز ہے۔(نہ کہ عملی کاروائیوں سے)"

4. بالکل یہی موقف امام ابو عالیہ، امام ابو الشعثاء، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس ؒ کا بھی یہی ہے۔

5. مذکورہ بالا موقف کی تائید سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾
"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کردے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن وبرقرار ہو۔ مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"

6. سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُجْتَهِدِينَ امام بخاری ؒ نے مشہور تابعی حسن بصری ؒ کے حوالے سے بیان کیا:
"التَّقِيَّةُ اِلٰى يَومِ الْقِيٰمَةُ" [29]

27 تفسیر ابن کثیر 358/1، تفسیر ابی سعود: 23/2
28 تفسیر ابن کثیر 358/1، تفسیر القرطبی: 57/4

''کافروں کے ساتھ تقیہ کرنے کا حکم قیامت تک باقی ہے۔'' (حافظ ابن کثیر  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## کفار کی حمایت و معاونت باعث ارتداد ہے:

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں:

''مِنْ مَظَاهِرِ مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ اِعَانَتُهُمْ وَ مَنَاصَرَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَدْحُهُمْ وَالذَّبُّ عَنْهُمْ وَ هٰذا مِنْ نَوَاقِضِ الْإِسْلَامِ وَ اَسْبَابِ الرِّدَّة '' [30]

''کفار کی معاونت کرنا، مسلمانوں کے خلاف کفار کو اپنی مکمل حمایت اور سپورٹ فراہم کرنا، کفار کی مدح سرائی کرنا اور تعریفیں کرنا اور کافروں کی طرف سے مدافعت اور وکالت کرنا حقیقت میں کفار سے دوستی کے بڑے بڑے مظاہر اور علامتیں ہیں۔ دوستی کہ یہ مظاہر ایک بندۂ مسلم کے اسلام کو ختم کر دینے والے اور ارتداد کے اسباب میں سے بہت بڑے اسباب ہیں (یعنی مذکورہ بالا کاموں کے ارتکاب کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔) (نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِکْ)

## دلیل دوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدہ:51)

''اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہر گز ہدایت عطا نہیں فرماتا''

---

29 تفسیر ابن کثیر 358/1، تفسیر القرطبی:57/4

30 الولاء والبراء فی الاسلام لصالح الفوزان:9

## امام ابن جریر طبری  فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری  مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''درست بات یہی ہے کہ اس آیت کے حکم کو محکم اور غیر منسوخ ہی قرار دیا جائے اور اس آیت میں مسلمانوں کو جو عام حکم دیا گیا اس کو قیامت تک کے لیے عام ہی سمجھا جائے........اگرچہ یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ منافق یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خوف سوار تھا کہ کہیں یہودیوں وعیسائیوں کی طرف سے مجھے ناگفتہ بہ اور ناساز گار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵ کے بعد والی جو اگلی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ لہٰذا سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾ (المائده:52)

''آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے۔ وہ دوڑ دوڑ کر ان (یہودیوں اور عیسائیوں) میں گھس رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں (ان کافروں کی طرف سے) خطرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی (المناک) حادثہ ہم پر پڑ جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کو) فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز (جزیہ، جلاوطنی یا قتل) لے آئے۔ پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بُری طرح) نادم ہونے لگیں گے''

امام طبری  مزید فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک یوں کہنا زیادہ مناسب اور درست ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ اس بات سے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے حمایتی، مددگار اور حلیف (صلح وجنگ کے معاہدوں میں شریک) بنائیں، ان مومنوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے آخری رسول جناب محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی خبردار کیا ہے کہ جو مسلمان۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ کو اور مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا حمایتی، مددگار اور دوست بنائے گا پھر وہ ان یہودیوں اور عیسائی کافروں کی پارٹی کا ہی فرد گردانا جائے گا۔ گویا یہ شخص اللہ رب العالمین، رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مدمقابل کافروں کی پارٹی اور جماعت کا ایک کارکن اور ورکر (worker) ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے کلیتاً بیزار اور لاتعلق ہوں گے۔''

(امام ابن جریر طبری ؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں: "زیر تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ جو مومنوں کی بجائے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ اللہ کے ہاں وہ یہودی اور عیسائی ہی شمار ہوگا۔) یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی رچائے گا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ تو وہ ملت یہود اور ملت نصاریٰ کا ایک فرد ہوگا اور ان کے ہی مذہب پر کاربند سمجھا جائے گا۔ (ملت اسلامیہ اور مذہب اسلام سے وہ نکل جائے گا)

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرتا ہے تو آخر وہ اس شخص کو، اس کے دین کو اور اس کے نظریات اور مشن کو پسند کرتا ہے تو دوستانہ تعلقات قائم کرتا ہے۔ اگر کسی کو کسی شخص کے دین و مذہب اور نظریہ اور مشن سے اختلاف ہوگا تو وہ کیونکر اس سے دوستی قائم کرے گا۔ اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص کسی یہودی اور عیسائی کافر کو پسند کرتے ہوئے اور اس کے مذہب و دین کو پسند کرتے ہوئے دوستی اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اس کے مخالفین (مسلمانوں) سے لازماً دشمنی اختیار کرے گا۔ اور ان سے ناراض ہوگا۔ نتیجتاً جو حکم اور انجام یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرنے والے ان نام نہاد مسلمانوں کا بھی ہوگا۔"[31] (امام ابن جریر ؒ کی تفسیر کے اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

## امام ابن جریر طبری ؒ کی تفسیر سے غلط استنباط:

بعض لوگوں کا گمان ہے اور انہوں نے اپنے گمان کے مطابق امام ابن جریر ؒ کے کلام سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی شخص کافر اس وقت ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین و مذہب کو پسند کرنے لگ جائے گا۔ یعنی وہ دلی طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کو اور ان کے مذہب و ملت کو پسند کرے گا تو وہ عنداللہ کافر شمار ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد و معاونت کرتا ہے اور کافر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ جب تک وہ دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے۔

[31] تفسیر الطبری:277,276/2

یہ سوچ وفکر اور فہم وادراک سراسر مبنی بر خطا ہے۔ صحیح موقف و نظریہ یہی ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرے اور مومنوں کے خلاف عیسائی اور یہودی کافروں کی مدد وحمایت کرے وہ کافر ہی شمار ہوگا۔ پھر جو حکم کافر کا ہوگا وہی اس نام نہاد مسلمان کا ہوگا۔اس نام نہاد مسلمان کا یہ گھناؤنا کردار اس بات کی دلیل وعلامت ہوگا کہ یہ ان کافروں کے دین وملت اور منہج اور مشن کو دل سے پسند کرتا ہے اگرچہ اپنی زبان سے یہ کہتا رہے کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔

## ''زبانِ مقال''اور ''زبانِ حال'' کی گواہی:

یہ اس وجہ سے ہے کہ ''زبانِ حال'' کی گواہی ''زبانِ مقال'' کی گواہی کی طرح ہی ہوتی ہے۔[32]
بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ''زبان حال کی گواہی''، ''زبان مقال کی گواہی'' سے زیادہ موثر اور معتبر ہوتی ہے۔

① اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۷ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

''مشرکین کے لائق ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کریں۔درآں حالیکہ وہ (زبان حال سے) خود اپنے کفر پر آپ ہی گواہ ہیں۔ان کے اعمال برباد ہوگئے اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں۔''

② اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت: ۱۳۰ میں ارشاد فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے:

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾

---

[32] ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو زبان کے قول اور گفتار سے ہوتی ہے۔ قول اور گفتار کی گواہی کو ''زبانِ مقال'' کی گواہی کہا جاتا ہے۔ جبکہ ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو عمل وکردار سے ہوتی ہے۔اس عمل وکردار اور ظاہری حالات وواقعات کی گواہی کو ''زبانِ حال'' کی گواہی کہا جاتا ہے۔

’’اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ (زبان حال سے) اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔‘‘[33]

## منہ سے مخالفت نہیں کردار کی شہادت اصل چیز ہے:

شیخ جمال الدین قاسمی □ اسی بناء پر فرماتے ہیں:

’’اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہوگا۔ ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہوگا۔ باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعوے کرتا رہے کہ میں تو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔ اس لیے کہ ظاہری حالات وواقعات اور عمل وکردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے۔[34]

## کفار سے محبت بوجہ خوف:

’’قَالَ الله تَعَالٰی ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ﴾ فَيُوَافِقْهُمْ وَ يُعِينُهُمْ ﴿فَاِنَّہٗ مِنْهُمْ﴾وَ قَالَ أَيْضًا فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَۃِ: وَالْمُفَسِّرُوْنَ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْمٍ مِمَّنْ كَانَ يُظْهِرُ الْإِسْلَامَ وَ فِيْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ خَافَ أَنْ يَغْلِبَ أَهْلُ الإِسْلَامِ فَيُوَالِي الْكُفَّارَ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَ غَيْرِهِمْ لِلْخَوفِ الَّذِيْ فِيْ قُلُوْبِهِمْ لَا لِاعْتِقَادِهِمْ أَنَّ مُحِمَّدًا صَلَّى الله عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كَاذِبٌ وَأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى صَادِقُوْنَ‘‘[35]

’’اللہ تعالیٰ کے زیر تفسیر فرمان (وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ) کا معنی ہے کہ ’’فَيُوَافِقْهُمْ وَ يُعِينُهُم‘‘ یعنی جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے تو (فَإِنَّهُ مِنْهُمْ) وہ ان میں سے ہی شمار

[33] مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ بات کھل کر اور نکھر کر سامنے آگئی کہ ’’زبانِ مقال‘‘ کی گواہی کی طرح ’’زبانِ حال‘‘ کی گواہی بھی ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیات میں یہ گواہی زبانِ حال سے تھی نہ کہ زبانِ مقال سے۔

[34] محاسن التاويل للقاسمی:240/6

[35] مجموع الفتاوی:193/7-194

ہوگا۔"(امام ابن تیمیہ  مزید فرماتے ہیں:) تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق و متحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جو بظاہر اسلام کا دعٰوی اور اظہار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں یہ خوف جا گزیں تھا کہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھوں شکست کھا گئے تو پھر ہمارا کیا بنے گا، ہم کدھر جائیں گے۔ بس اس خوف سے ہی وہ کلمہ پڑھنے کے باجود یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بنا رکھتے تھے۔ ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیاد فقط وہ خوف تھا جو ان کے دل و دماغ پر بُری طرح سوار تھا۔ کافروں سے دوستیاں کرنے والے اور ان سے بنا کر رکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقاد و نظریہ بالکل نہ تھا کہ (نعوذ باللہ من ذلک) محمد ﷺ جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہود و نصارٰی سچے ہیں۔"

## کفار کا دوست انہی کی سوسائٹی کا ایک فرد ہے:

مشہور مفسر قرآن امام قرطبیؒ  سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۱ کی تفسیر کرے ہوئے فرماتے ہیں

"اللہ تعالٰی کے فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ يُعَضِّدُهُمْ عَلَىٰ الْمُسْلِمِيْن۔ یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت، طاقت اور ہر طرح کی (لاجسٹک) سپورٹ فراہم کرتا ہے تو ﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ وہ انہی میں سے کاؤنٹ (Count) کیا جائے گا۔ گویا اللہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتا جائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا۔ وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گا نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ اس لیے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیامِ قیامت جاری وساری ہے۔"

## مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ  مزید فرماتے ہیں:

"فرمان الٰہی ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ یں شرط بھی ہے اور جواب شرط بھی ہے۔ یعنی اس فرمان ذیشان کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، اسی طرح اس نام نہاد کلمہ گو مسلمان نے بھی اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے، جس طرح دنیا میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے۔ اسی طرح اس کلمہ گو مسلمان سے بھی دشمنی رکھنا واجب

اور فرض ہے جس طرح آخرت میں وہ یہودی اور عیسائی (یہودیت اور عیسائیت پر مرنے کی صورت میں) لازمی طور پر جہنم کی آگ کے مستحق قرار پائیں گے بالکل اسی طرح یہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان بھی جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔ الغرض وہ اب ان یہودیوں اور عیسائیوں کی سوسائٹی کا ایک فرد بن چکا ہے۔''[36]

## اللہ نے دونوں کو ایک ہی پلڑے میں ڈال دیا:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ  فرماتے ہیں:

" نَهٰی سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی عَنِ اتِّخَاذِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی أَوْلِيَاءَ ، وَاَخْبَرَ أَنَّ مَنْ تَوَلَّاهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهُوَ مِنْهُمْ .. وَ هٰكَذَا حُكْمُ مَنْ تَوَلَّی الْكُفَّارَ مِنَ الْمَجُوْسِ وَ عُبَّادِ الأَوْثَانِ فَهُوَ مِنْهُمْ ..... اِلٰی قَوْلِہٖ رحمہ اللہ : "وَلَمْ يُفَرِّق تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی بَيْنَ الْخَائفِ وَغَيْرِہٖ بَلْ أَخبَرَ تَعَالٰی أَنَّ الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ خَوْفَ الدَّوَائِرِ ، وَهٰكَذَا هٰؤُلَاءِ الْمُرتَدِّيْنَ''[37]

''اللہ رب العزت نے یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع فرمایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ مسلمانو! یاد رکھو جو تم میں سے ان کو دوست اور حمایتی بنائے گا پھر وہ ان ہی میں شمار ہوگا، وہی معاملہ اس شخص کا بھی ہوگا اور جو یہود ونصاریٰ کے علاوہ کسی آگ پوجنے والے (زرتشت) کو دوست بنائے گا یا کسی بتوں کے پجاری (ہندومت یا بدھ مت) کو دوست بنائے گا تو وہ ان مذہب والوں میں ہی شمار ہوگا۔''

## شیخ سلیمان بن عبداللہ  مزید فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک پلڑے میں ڈالتے ہوئے یہ فرق بھی بیان نہیں کیا کہ اگر بالفرض کوئی شخص ان کافروں سے کوئی خطرہ اور محسوس کرتا ہو تو پھر ان سے دوستی کرنا جائز اور درست ہے۔ بلکہ واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خوف وخطرہ محسوس کرنے کے معاملے کو ان کے دلوں کی بیماری کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۲ میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ کافروں کے

36 تفسير القرطبی:217/6

37 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد:338

کسی نہ کسی شر کے خوف اور گردش زمانہ کے ڈر سے ان کے ساتھ دوستیاں کرتے ہیں۔اگر یہ غور کر لیا جائے تو آج کے دور کے مرتدین اور منافقین کا بھی بالکل یہی حال اور یہی معاملہ ہے۔"

## فسق وفجور سے کفر وارتداد کی طرف:

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر: ۵۲ اور اس ضمن میں بیان کردہ علمائے تفسیر کی توضیحات وتشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتا ہے یا مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کا ساتھ دیتا ہے وہ کافر ومرتد ہے۔اس سے بڑھ کر جو شخص باقاعدہ کافروں کے لشکروں اور فوجوں کا پارٹنر (partner) بنتا ہے، وہ فوجی قافلے اور لشکر جو اللہ کے دین کے ساتھ جنگ کرنے کے درپے ہیں اور اس دینِ اسلام سے اللہ کے بندوں کو روکنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں۔جن کی کاروائیوں میں حصہ لینے سے وہ کافروں کے کاغذوں اور فائلوں میں بڑے مفادات اور عالی شان پروٹوکولز بھی وصول کرتے ہیں۔مجاہدین اسلام اور خالص العقیدہ مومنوں کے خلاف فوجی آپریشنوں کے عوض انعامات واعزازات بھی دیے جاتے ہیں۔جو شخص بھی ان کافروں کا حامی ومددگار بنے گا۔خواہ اس کی خاطر کتنی ہی مشقتیں اور تکلیفیں بھی اٹھائے۔جہاد اور مجاہدین کے (بظاہر دہشت گردی کے) خلاف عالمی جنگ میں وہ اپنی زندگی کی تمام بہاریں ضائع کردے۔وہ ان مشقتوں کو برداشت کرنے اور عمریں کھپانے کے باوجود اللہ رب العزت کے ہاں کافر ہی شمار ہوگا۔ہر چند کہ وہ نمازیں پڑھے۔روزے بھی رکھے اور یہ دعویٰ بھی کرے کہ میں مسلم ہوں۔بھلا وہ کون سی چیز ہے جو ان منافقین ومرتدین کو کافروں سے دوستی پر، ان کافروں کی بے لوث اطاعت پر ، مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دینے پر اور اللہ کے دین کے مجاہدوں اور غازیوں کے دشمنی پر برانگیختہ کرتی ہے۔وہ چیز یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے سے پہلے بھی وہ فسق وفجور والی زندگی گزار رہے تھے اور اللہ رب العزت کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکلے ہوئے تھے۔(لہٰذا ترقی یافتہ ہوتے ہوئے وہ فاسق وفاجر سے مرتد وکافر کے درجے پر پہنچ گئے)

## دلیل سوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(المائدہ:81)

''اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور نبی پر جو (کلام) نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں''

## ''ایمان اور کفار سے دوستی ایک دوسرے کی ضد ہیں'' :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ☐ مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''ذكَرَ سُبْحَانَہُ وَ تَعَالٰی جُمْلَۃً شَرطِيَّۃً تَقْتَضِیْ أَنَّہٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفٍ'' لَوْ''۔ الَّتِیْ تَقْتَضِیْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرطِ اِنتِفَاءِ المَشْروْطِ فَقَالَ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾فَدَلَّ عَلٰی أَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِی اتِّخَاذَهُمْ أولِيَاءَ وَ يُضَادُّهُ ۔ وَلَا يَجْتَمِعُ الاِيْمَانُ وَ اتِّخَاذُهُمْ أَوْلِيَاءَ فِی الْقَلْبِ ، فَدَلَّ ذٰلِکَ عَلٰی أَنْ مَنِ اتَّخَذَهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الْاِيْمَانَ الْوَاجِبِ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْہِ۔''[38]

''اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ ذکر فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے اندر ایک شرط ہوتی ہے اور ایک مشروط ہوتا ہے۔ جملہ شرطیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے۔ اگر شرط نہیں ہوگی تو مشروط بھی لازماً نہیں ہوگا۔ یہ جملہ عام طور پر حرف ''لو'' سے بیان ہوتا ہے۔ اردو میں ''لَو'' کا معنی ''اگر'' کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۸۱ میں فرماتے ہیں: ''اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور جو نبی ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔'' اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان کی کوئی رمق باقی ہوتی تو یہ کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے؟ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور الٹ ہیں۔ اور دو متضاد چیزیں (یعنی ایک دوسرے کی بالکل الٹ چیزیں) اکٹھی ہو نہیں سکتیں۔''

---

38 مجموع الفتاوی: 17/7، نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر: 68/2، تفسیر ابی سعود: 71/3

لٰہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دولتِ ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دل میں اکٹھی ہو سکتی ہی نہیں۔ اگر دل میں دولت ایمان ہوگی تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔ اگر کافروں سے دوستی ہوگی تو دل میں دولت ایمان نہیں ہوگی۔ لٰہذا جو شخص کافروں کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا جو اللہ پر، نبی ﷺ اور نبی پر نازل ہونے والی وحی یعنی قرآن وحدیث پر ایمان لانے کے بعد ایک بندۂ مسلم پر لاگو ہوتے ہیں۔

## مرتدین ارتداد سے پہلے بھی فاسق وفاجر ہوتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ □) مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ذَكَرَ سُبْحَانَهُ أَنَّ موَالَاةَ الْكُفَّارِ مُنَافِيَةٌ لِلْاِيْمَانِ بِاللّٰہ ِ وَ النَّبِیّ ﷺ وَ مَاأُنْزِ ِلَ اِلَيْہِ ثُمَّ أَخْبَرَ أَنَّ سَبَبَ ذٰلِکَ كَوْنُ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَاسِقِيْنَ ، وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ مَنْ خَافَ الدَّوَائِرِ ، وَ هٰكَذَا حَالُ كَثِيْرٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الْمُرْتَدِّيْنَ قَبْلَ رِدَّتِهِمْ ـ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ فَجَرَّهُمْ ذٰلِکَ اِلٰی مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ وَ الرِّدَّةِ عَنِ الاِسْلَامِ ﴿نعوذُ باللّٰہ من ذلک﴾ [39]

"زیر تفسیر آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ہے تو پھر اس دوستی کرنے والے کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، نہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہے اور نہ ہی نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کلام اور وحی (یعنی قرآن وحدیث) پر ایمان ہے۔ پھر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دوستی کا سبب بیان فرمایا ہے کہ دوستی سے پہلے ان نام نہاد مسلمانوں کی زندگیوں کا انداز یہ تھا کہ وہ پہلے ہی فاسق وفاجر اور اللہ ورسول ﷺ کے باغیوں والی زندگیاں گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی کرنے والوں کو بے ایمان اور کافر کہتے ہوئے یہ بھی فرق بیان نہیں کیا کہ ہاں اگر ان کافروں کے حملے کا کوئی خوف یا حالات کی نزاکت کا کوئی تقاضا ہو تو پھر کافروں سے دوستی جائز ومباح ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے اس دور کے مرتدین کی بھی مرتد ہونے سے پہلے یہی حالت تھی کہ وہ فاسق وفاجر اور اللہ ورسول ﷺ کے باغیوں والی زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ یہ طرز زندگی ان کو آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے، سہجے سہجے کافروں سے دوستی اور اسلام سے ارتداد کی انتہائی قبیح منزل کی طرف لے گیا۔"

---

39 مجموعة التوحيد: 51,50

شیخ سلیمان بن عبداللہ  مزید فرماتے ہیں:

"اِنَّہُ یَجِبُ عَلٰی الْمُسْلِمُ أَنْ یَّعْلَمَ أَنَّ اللہ افْتَرَضَ عَلَیْہِ عَدَوَاۃَ الْمُشْرِکِیْنَ وَعَدمَ مُوَالَاتِھِمْ وَ أَخْبَرَ أَنَّ ذٰلِکَ مِنْ شُرُوْطِ الاِیْمَانِ ۔ وَ نَفَی الاِیْمَانَ عَنْ مَنْ یُّوَادِّ مَنْ حَادَاللہَ وَرَسُوْلَہ، وَلَو کَانَ أَقْرَبَ قَرِیْبٍ فِی النَّسَبِ [40]

"ہر بندۂ مسلم پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العالمین نے مشرکوں سے دشمنی اور بائیکاٹ کو فرض قرار دیا ہے۔ یہ بات بھی بیان کر دی ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی رکھنا اور دوستانہ تعلقات نہ رکھنا ایمان کی لازمی شرائط میں سے ایک بہت ہی اہم شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنے والے سے محبت قائم کرتا ہے اور یہ دشمنی کرنے والا خواہ کوئی بڑا ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز ہی کیوں نہ ہو۔"[41]

## دلیل چہارم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ تُطِیعُوا فَرِیقًا مِنَ الَّذِینَ أُوتُوا الْکِتَابَ یَرُدُّوکُمْ بَعْدَ إِیمَانِکُمْ کَافِرِینَ﴾(آل عمران:100)

---

40 مجموعۃ التوحید:51,50

41 "معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں اور ان سے دشمنی والے تعلقات پیدا نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت نہیں کرتے اور وہ عبادت کے معاملے میں اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت کرتے ہوتے تو اپنی پسندیدگی، محبت اور تعاون کی یقین دہانیاں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور دین اسلام کے دشمنوں کو ہرگز نہ کراتے۔ وہ اللہ کے دشمن اور دین اسلام کے دشمن خواہ کافر ہوں، خواہ مشرک ہوں یا اسلام سے پھر جانے والے مرتد ہوں۔ جب کوئی کلمہ شریف پڑھنے والا کافروں کے ہر مطالبہ اور ڈیمانڈ کے سامنے خود کو سرنڈر کرتا جائے۔ ان سے اظہار محبت کرتا رہے، کفر پر ان سے مکمل آہنگی پیدا کرتا جائے۔ اپنے مال اسلحہ اور رائے کے ساتھ وہ ان کافروں سے تعاون کرے۔ کفر کی بنیاد پر ہی وہ ان کافروں کے تمام تحفظات واقدامات کی تائید کرتا رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو منقطع کرلے، یا پھر کافروں کے ساتھ اس کے تعلقات اور مراسم انتہائی گہرے اور پختہ ہوں۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ اس کے تعلق و مراسم واجبی سے اور سطحی سے ہوں خوب سمجھ لینا چاہیے جس شخص کا مذکورہ بالا کردار و عمل ہو وہ "لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کے مفہوم سے نکل گیا اور دین اسلام سے مرتد ہو چکا ہے۔ اس کا معاملہ عین کفر والا ہے۔ اس لیے کہ نظریہ و عمل، قول و کردار، حکم و فعل کے اعتبار سے وہ مشرکوں میں سے ہو چکا ہے۔ گویا لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے تقاضوں کو ہرگز پورا نہیں کیا، کلمہ توحید جس چیز کی نفی کرتا ہے اس کی نفی کرنی اور جس چیز کو ثابت کرتا ہے اس کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔ جب اس شخص کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اس نے اس چیز کو عملاً ثابت کیا جس کی کلمۂ توحید "لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ" نے نفی کی تھی اور اس چیز کی عملاً نفی کی جس چیز کو کلمہ توحید نے ثابت کیا تھا۔ لہٰذا ایسا شخص اپنی زبان سے چاہے دسیوں مرتبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کرتا رہے اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سچی بات اور اقرار وہ ہوتا ہے کہ عمل و کردار اس کی تائید و حمایت کرے۔

''اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں مرتد اور کافر بنادیں گے۔''

## ''تم اقرار کے باجو و کافر ہو جاؤ گے''

شَيْخُ المُفَسِّرِيْن ابن جریر طبری  فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح یہ ہے کہ:

''اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا سچے دل سے کلمہ پڑھا اور نبی ﷺ ان کے پاس اللہ کی طرف سے جو شریعت لے کے آئے، اس کا سچے دل سے اقرار کیا، اگر تم اہل تورات اور اہل انجیل کی کسی ایسی جماعت کی اطاعت و پیروی کرنے لگ جاؤ جو خود کو کتاب (الٰہی) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تم اگر ان کی ہر اس معاملے میں پیروی کرتے جاؤ جو وہ تم سے کہتے جائیں تو لازماً وہ تم کو گمراہ کر دیں گے اور تم کو اسلام سے پھیر کر مرتد بنادیں گے۔ تم اپنے رب کی طرف سے لانے والے اور مبعوث کیے جانے والے رسول ﷺ کی تصدیق کے باوجود اور اپنے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی شریعت کا اقرار کرنے کے باوجود کافر ہو جاؤ گے۔[42]

## دلیل پنجم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾ (آل عمران:149)

''اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، یعنی تمہیں عنقریب مرتد بنادیں گے تم پھر نامراد ہو جاؤ گے''

## محبتِ اغیار محرومی ایمان پر منتج ہے:

[42] تفسیر الطبری:60/7 ، تفسیر القرطبی:155/4، تفسیر ابی سعود: 63/2

شَیْخُ المُفَسِّرِیْن امام ابن جریر طبری ؒ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں کو،اوامر اور نواہی کو سچا جانتے اور مانتے ہو! ﴿اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ سے یہود ونصاریٰ کے لوگ مراد لیے ہیں جنھوں نے پیغمبر آخرالزمان ختم الرسل جناب محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کا انکار کیا۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: اگر تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی بات مانوگے۔یعنی جس بات کا وہ تمہیں حکم دیں تم فوراً بجالاؤ اور جس کام سے وہ تمہیں منع کردیں تم اس سے فوراً باز آجاؤ۔اس معاملے میں تم ان کی رائے اور ان کے خیال کو قبول کرنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھو اور ہر اس معاملے میں تم ان کی نصیحت کو قبول کرلو جس کے بارے میں وہ کافر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ تمہارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔تو پھر یہ طرز عمل اور اطاعت گزاری ایمان لانے کے بعد (یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود) تمہیں مرتد بنادے گی۔بلکہ مسلمان ہونے کے باوجود یہ اطاعت گزار تمہیں اللہ تعالیٰ،اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے انکار پر برانگیختہ کردے گی۔۔بعدازاں اس کالازمی اور بدیہی نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ اپنے دین(یعنی اسلام) سے پھر جانے کی وجہ سے تم ہلاک اور برباد ہوجانے والے ہوجاؤگے ،اپنے آپ کو گھاٹا اور نقصان پہنچا بیٹھوگے ،اپنے دین سے بہک جاؤگے اور تمہادی دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

❀ امام ابن جریر طبری ؒ نے ابن اسحاق کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے دین کے معاملے میں خسارا اٹھانے والے ہوجاؤگے۔

❀ اسی طرح امام ابن جریر طبری ؒ نے امام السُّدّی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ تُطِیعُوا الَّذِینَ کَفَرُوا یَرُدُّوکُمْ عَلَى أَعْقَابِکُمْ﴾ سے مراد ہے کہ ''اِنْ تُطِیْعُوْا أَبَا سُفْیَانَ یَرُدُّوْکُمْ کُفَّارًا''(اگر تم نے ابوسفیان اور اس کے ماتحتوں اور حواریوں کی بات مان لی تو وہ ابوسفیان تم کو کافر بنادے گا۔[43،44]

[43] تفسیر الطبری:277,276/7

## دلیل ششم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء:144)

"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو"

## مومنوں کو چھوڑ کر ملت کفر کو تقویت نہ دو:

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام طبری □ بیان فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کو ممانعت کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے اندر منافقین کے اوصاف واخلاق پیدا نہ کریں۔ کیونکہ منافق مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ پھر منافق بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں رچانے کی بنیاد پر ان کافروں کی طرح ہی ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: "اے ایمان لانے والو! کافروں سے دوستی نہ کرو، مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو مضبوط نہ بناؤ۔ اگر کوئی کلمہ پڑھنے والا مسلمان بھی یہ کرتوت اور حرکت کرے گا تو منافقوں کی طرح اس پر بھی جہنم کی آگ واجب ہو گی۔"

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "ایمان والوں میں سے جو شخص بھی کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو نظر انداز کرے گا، اگر کافروں کے ساتھ گہری محبت پیدا کرنے سے باز بھی نہیں آتا تو یہ واقعتاً اور حقیقتاً منافقین میں سے

---

44 چونکہ سیدنا ابو سفیان □ پہلے پہل کفر کی زندگی میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفر کے اس بہت بڑے امام، پیشوا اور لیڈر کو اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطا فرما دی۔ الحمد للہ پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں دین کے غلبہ میں بہت زیادہ کام بھی لیا۔ مذکورہ بیان ان کی حالتِ کفر کے پیش نظر اور کافروں کے بہت بڑے لیڈر ہونے کے حوالہ سے دیا جا رہا ہے کہ "اگر تم ابو سفیان کی پیروی کرو گے تو وہ تم کو بھی کافر بنا دے گا۔"

ہی جاملتا ہے۔ وہ منافقین جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادے۔[45]

## کفار سے دوستی منافقت کی واضح دلیل ہے:

مشہور مفسر علامہ آلوسی  مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد سچے ایمان والوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ کافروں سے دوستی کرنا منافقوں کا وطیرہ اور ان کے دین کا حصہ ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم ان کی مشابہت سے بچ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ کا معنی ہے کہ عذاب کے اندر مبتلا کرنے کے لیے واضح دلیل اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو فراہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ کی ایک تفسیر و تشریح یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ: ''کیا تم اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے منافق ہونے کی واضح دلیل مہیا کرنا چاہتے ہو'' اس لئے کہ کافروں سے دوستی رچانا منافقت کی واضح ترین دلائل میں سے ہے۔[46]

## دلیل ہفتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (التوبۃ:23)

''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گنہگار (ظالم) ہوگا''

---

45 تفسیر الطبری:29/36

46 ملاحظہ ہو روح المعانی للآلوسی:15/77، فتح القدیر للشوکانی:529/1، تفسیر ابی سعود: 246/2

## مذکورہ بالا آیت کے بارے میں امام قرطبیؒ کی تفسیر:

علامہ قرطبیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اس آیت کا ظاہری حکم اور معنی تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس آیت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے (یعنی منسوخ نہیں ہوا) قیامت تک کے لیے یہ حکم ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت ودوستی ہر گز جائز نہیں ہے۔

❁ علامہ قرطبیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے آخری حصہ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ کے بارے میں مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے:

هُوَ مُشْرِكٌ مِثْلُهُمْ ، لِأَنَّ مَنْ رَضِيَ بِالشِّرْكِ فَهُوَ مُشْرِكٌ[47]

''جو کسی کافر ومشرک سے دوستی کرے گا وہ ان کی طرح کا ہی مشرک ہوگا، اس لیے کہ جو شرک کو پسند کرتا ہے وہ بھی مشرک ہوتا ہے۔''

دلیل ثانی میں جو بات گزری تھی کہ بعض لوگوں نے غلطی کی بناء پر یہ سمجھا ہے کہ ''کوئی نام نہاد مسلمان اس وقت کافر ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین ومذہب کو پسند کرنے لگ جائے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ جب تک دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے؟۔

امام طبریؒ کے حوالے سے پیش کردہ اس کلام اور گفتگو کی مزید کچھ وضاحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ سابقہ کلام سے بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سمجھنا مبنی بر خطا ہے کہ کافروں سے

47 تفسیر القربی:8/93-94، تفسیر فتح القدیر للشوکانی:1/529 ، تفسیر أبی سعود:2/246

دوستی کرنے والے کسی شخص کو کافر قرار دینے کے لیے "رضائے قلبی" (دلی خوشنودی) کی شرط عائد کی جائے۔ بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے موقف کے مطابق بھی مسئلہ یوں ہی ہے کہ جو کسی کافر کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرے گا تو وہ اسی کی طرح کافر ہوا۔ کسی کافر سے دوستی کے ظاہری مراسم ہی اس کے دل کے اندر کی رضا اور رغبت کی دلیل سمجھے جائیں گے۔"

## اقربا کی رضا کو بھی اللہ کی خوشنودی پر ترجیح دینا ناجائز ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ □) مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

" فَفِی هٰذِهِ الْآیَۃِ الْبَیَانُ الْوَاضِحُ أَنَّہُ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِی الْمُوافَقَۃِ عَلَی الْکُفْرِ خَوْفًا عَلَی الْأَمْوَالِ وَالْآبَاءِ وَالأَبْنَاءِ وَ الأزْوَاجِ ۔ مِمَّا یَعْتَذِرُ بِہِ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اِذَا لَمْ یُرَخص لِأَحَدٍ فِی مُوَدَّتِهِمْ وَ اتِّخَاذِهِمْ أَوْلِیَاءَ خَوْفًا مِنْهُمْ وَ اِیْثَارًا لِمَرْضَاتِهِمْ ، فَکَیْفَ بِمَنِ اتَّخَذَ الْأَبَاعِدَ أَوْلِیَاءَ وَ أَصْحَابَ وَأَظْهَرَ لَهُمُ الْمُوَاقِفَۃَ عَلٰی دِیْنِهِمْ خَوْفًا عَلٰی بَعْضِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ وَ مَحَبَّۃٍ لَهَا ، وَمِنَ العَجَبِ اِسْتِحْسَانُهُمْ لِذٰلِکَ وَاسْتِحلَالَهُمُ لَہُ فَجَمَعُوْا مَعَ الرِّدَّۃِ اسْتِحْلَالَ الْمُحَرَّمِ"[48]

"اس آیت کریمہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ کسی بھی فرد و بشر کے لیے جائز و مباح نہیں ہے کہ وہ کافروں کی موافقت اور مطابقت اختیار کرے۔ کسی شخص کو اگرچہ اپنے مال و دولت، آباء اجداد اور اہل و عیال کے ضائع ہونے اور بچھڑ جانے کا اندیشہ بھی دامن گیر ہو تو پھر بھی کافروں کی ہاں میں ہاں ملانا جائز نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ ان معاملات میں انسانوں کی اکثریت بے بس اور معذور ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت نے ان جیسے قریبی رشتہ داروں سے ان کے کافر ہونے کی صورت میں محبت و دوستی کرنے کی رخصت و اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ اپنے ان کا کافر قریبی اور نسبی اعزہ و اقارب کی خوشنودی اور رضاء کو اللہ کی رضاء اور خوشنودی پر فوقیت دینے کی اجازت نہیں دی۔ تو دور دور کے تعلقات اور مراسم والوں کو دوست اور ساتھی بنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ دور دور کے رشتہ داروں اور تعلق داروں میں سے بعض کے کھو جانے اور بچھڑ جانے کے خوف کی وجہ سے ان کے کفریہ عقائد و نظریات کے ساتھ موافقت اور محبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے

48 الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید:۳۵۲

؟انتہائی تعجب انگیز اور حیران کن معاملہ ان لوگوں کا ہے جو ان کافروں کے پروگراموں، کاروائیوں، ایجنڈوں کے لیے جائز اور حلال ہونے کی سند بھی عطا کر دیتے ہیں۔اس طرح گویا دہرے جرم کا ارتکاب کر گزرتے ہیں۔ایک جرم ان کے مرتد ہونے کا اور دوسرا جرم اللہ کی طرف سے ایک حرام کردہ چیز کو حلال قرار دینے کا۔''

## آپ کہاں کھڑے ہیں؟:

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن (آل شیخ) بیان فرماتے ہیں:

'' اَلْأَمْرُ الثَّالِثْ مِنْ نَوَاقِضِ الاِسْلَامِ مُوَالَاۃُ الْمُشْرِکْ وَالرَّکُونُ اِلَیْہِ وَ نُصْرَتُہُ ، وَاِعَانَتُہُ بِالْیَدِ أَو اللِّسَانِ أَوْ بِالْمَالِ ، کَمَا قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تَکُوْنَنَّ ظَھِیْرًا لِّلْکَافِرِیْنَ﴾ وَ قَال تَعَالٰی: ﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ أَکُوْنَ ظَھِیْرًا لِلْمُجْرِمِیْنَ﴾ وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِنْکُمْ فَأُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ وَ ھٰذَا خِطَابُ مِنَ اللہ ؕ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ ، فَانْظُرْ أَیُّھَا السَّامِعُ اَیْنَ تَقَعَ و مِنْ ھٰذَا الْخِطَابِ وَ حُکْمِ ھٰذِہِ الآیٰتِ '' 49

''کسی مسلمان کے اسلام کو ختم کرنے والی اور دین اسلام سے خارج کرنے والی تیسری چیز ''کسی مشرک سے دوستی کرنا، کسی مشرک کی طرف مائل ہونا۔کسی مشرک کی مدد کرنا اور کسی مشرک کا اپنے ہاتھ، زبان یا مال کے ساتھ تعاون کرنا'' ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کی آیت :۸۶ میں ارشاد فرماتے ہیں :''آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے ''اسی طرح سورۃ القصص کی آیت :۱۷میں موسیٰ ☐ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا: 50''(موسیٰ ☐ فرمانے لگے :اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم کیا فرمایا ہے کہ (میرا جرم معاف کر دیا ہے) میں اب کبھی بھی کسی گنہگار اور مجرم کا مددگار نہ بنوں گا۔اس سے ملتی جلتی بات ہی اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی اس زیر تفسیر آیت :۲۳ کے آخری حصہ میں ارشاد فرمائی ہے :''اور تم میں سے

49 المورد العذب الزلال فی کشف شبهة أهل الضلال:291

50 سورۃ القصص میں اللہ رب العزت نے موسیٰ ☐ کا واقعہ بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے موسیٰ ☐ نے مصر کے اندر دو آدمیوں کو باہم لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ان میں ایک قبطی یعنی فرعون کے خاندان سے تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے رکھتا تھا۔بنی اسرائیل کے فرد نے موسیٰ ☐ کو مدد کے لیے آواز دی۔موسیٰ ☐ نے ان دونوں کے پاس جا کر اس قبطی کو ایک گھونسا دے مارا، وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔موسیٰ ☐ نے اللہ تعالیٰ سے فوراً اس جرم کی معافی طلب کی کہ یہ جو میرے ہاتھوں ''قتل خطا'' کا جرم سرزد ہوا ہے۔یااللہ !اس کو معاف کر دے۔اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔اپنے اس جرم کی معافی کے بعد آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ وعہد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ☐ کے اس وعدہ کا تذکرہ سورۃ القصص کی مذکورہ بالا آیت :۱۷ میں فرمایا ہے۔

جو بھی ان کافروں سے محبت کرے گا وہ پورا پورا گنہگار ہو گا'' اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ کے تمام مومنوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد ہر پڑھنے والا اور سننے والا اپنے اپنے گریبان میں نظر ڈال کر جائزہ لے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ کتنے پانی میں ہوں، ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے میرا کیا حال اور معاملہ ہے؟ (شیخ عبدالرحمن بن حسن □ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

## دلیل ہشتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾(النساء:140)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو گے یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''

## آیات کے استہزاء پر چپ رہنا بھی جرم ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری □ مذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات کا انکار کر رہے ہوں۔ قرآن کی آیات وتعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہوں اور تم وہاں تماشائی بن کر بیٹھے رہو تو پھر تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اس حالت میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو۔ وہاں سے اٹھ کر جا نہیں رہے حالانکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار واستہزاء کر رہے ہیں تو پھر ان کے اس فعل وعمل میں تم اور وہ برابر ہیں۔ برابر اس لیے کہ وہاں اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا تھا اور مذاق اڑایا جا رہا تھا اور تم وہاں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب

کررہے تھے۔ جب کہ وہ کافر اللہ کے قرآن کی آیات وہدایات کا انکار کر کے اور مذاق اڑا کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر رہے تھے۔ لہٰذا تم نے بھی ویسی ہی نافرمانی کا ارتکاب کیا جیسی نافرمانی کا ارتکاب انھوں نے کیا۔ اس وجہ سے اللہ کے منع کردہ حکم کو بجالانے میں برابر ٹھہرے۔"[51] (امام طبری رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

## خاموشی بھی تائید ہے:

حافظ ابن کثیر ▯ مذکورہ آیت کے حوالے سے یوں تفسیر بیان کرتے ہیں:

"جب تم نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم تم تک پہنچ چکا تھا۔ منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب یوں کیا کہ تم ان کافروں کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھے رہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہو رہا تھا اور اس کے قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ قرآن کے احکامات میں کیڑے نکالے جا رہے تھے۔ ان کی اہمیت ومرتبہ کو گھٹایا جا رہا تھا تم وہاں بیٹھے ان باتوں کی تصدیق وتائید کرتے رہے تو گویا تم ان کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "یعنی تم اس وقت ان کی طرح ہی ہوتے ہو"

مذکورہ آیت کی تفسیر ہی میں حافظ ابن کثیر ▯ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت :۱۴۰ کے آخری حصہ میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ "اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم کی آگ میں جمع کرنے والا ہے"یعنی جس طرح دنیا کے اندر منافق کافروں کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اب ان منافقوں کو جہنم کے ازلی وابدی عذاب کے اندر بھی کافروں کے ساتھ شریک کرے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم جیسی سزا گاہ میں اکھٹا کرے گا۔ لہٰذا سزا سہنے میں، عذاب الٰہی کے اندر مبتلا ہونے میں، قید وبند کی سزا برداشت کرنے میں، طوق اور بیڑیاں پہننے میں، گرم کھولتے ہوئے پانی کے پینے میں اور کچ لہو

[51] تفسیر الطبری:322,320/9

اور پیپ کے پینے میں سب منافق اور کافر اکھٹے ہوں گے۔ یہ گندی پیپ اور کچ لہو بڑا ہی بد شکل اور بدمزا ہو گا۔ جہنم کا یہ پانی صاف ستھرا نہیں ہو گا۔(حافظ ابن کثیر □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا) [52]

## کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے:

''علامہ قرطبیؒ □ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام لوگوں کو خطاب کیا جارہا ہے جو ایمان کا دعوی اور اظہار کرتے ہیں۔خواہ وہ مخلص مسلمان ہوں یا منافق اس لیے کہ جو بھی ایمان کا دعوی اور اظہار کرنے والا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی بجاآوری کرے۔منافقوں کی یہ عام عادت تھی کہ وہ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔اپنی مجلس میں یہودی علماء قرآن کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔تو اس تناظر میں اللہ رب العزت نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا﴾(''یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہونے والے انکار اور استہزاء کو سنو۔'')اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سننے کا تعلق ڈائریکٹ آیات کے ساتھ جوڑا ہے ''کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کو.'' جبکہ اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہوتے ہوئے انکار اور استہزاء کو سنو۔یہ انداز کلام زیاد موثر اور جاندار ہے۔اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے عربی زبان میں یہ جملہ کہا جاتا ہے:''سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ يُلَامُ''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ کے بارے میں ہونے والی ملامت کو سنا۔یہ معنی نہیں کہ میں نے عبداللہ کو سنا۔نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیات الٰہی کے ساتھ کفر واستہزاء کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔یہاں تک کہ وہ اس کفر واستہزاء کے علاوہ کوئی اور بات شروع کریں۔اس کام کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾بلاشبہ اس وقت تم ان کی طرح ہو جاؤ گے۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں اور بدکرداروں سے اجتناب اور پہلو تہی واجب ہے۔خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہوں۔اس لیے کہ جو ایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے پہلو تہی اختیار نہیں کرے

52 تفسیر ابن کثیر:۱/۵۶۷،۵۶۶- مطبوعۃ دار المعرفۃ - بیروت

گا وہ ان کے عمل کو پسند کرنے والا شمار ہوگا۔ یہ اسلام کا اصول ہے کہ "الرِّضَاءُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ" یعنی کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔ یہ اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "اس وقت تم ان کی طرح ہی شمار کیے جاؤ گے۔" لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی نافرمانی والی مجلس کو اختیار کرتا ہے۔ وہاں بیٹھ کر وہ ان لوگوں کے ساتھ برے عمل پر کوئی تنقید اور ملامت نہیں کرتا تو وہ گناہ میں برابر کا حصے دار ہوتا ہے۔ کسی بری مجلس میں اہل معاصی کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہی مناسب تھا کہ جب وہ کوئی نافرمانی کی بات کر رہے تھے تو ان کو منع کرتا اور اس بری بات سے روکتا۔ اگر ان کو روکنے اور منع کرنے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی تو وہاں سے فوراً اٹھ کر نکل آتا۔ تاکہ وہ اس آیت میں بیان ہونے والے ایک جیسے دو طبقوں میں شمار نہ ہوتا۔"

## جناب عمر بن عبد العزیز کا پر مزاح تبصرہ:

"مشہور اموی خلیفہ جناب عمر بن عبد العزیز ؒ کے حوالے سے مروی ہے کہ: انہوں نے اپنی انتظامیہ کے ذریعے اچانک چھاپہ مار کر رنگے ہاتھوں چند لوگوں کو گرفتار کیا جو شراب پینے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ یہ تو روزہ دار (صائم) تھا۔ اس موقع پر جناب عمر بن عبد العزیز ؒ کی ادب و مزاح کی حس بیدار ہوئی، فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "تم اس وقت ویسے ہی سمجھے جاؤ گے جیسے وہاں دیگر افراد سمجھے جائیں گے۔"

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کو پسند کرنا بھی نافرمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی برے کام کا ارتکاب کرنے والا قابل گرفت اور قابل مؤاخذہ ہوگا تو برے کام کو پسند کرنے والا بھی قابل گرفت ہوگا۔ دونوں کو گناہ کی ایک جیسی سزا اللہ کی طرف سے دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ مماثلت اور موافقت اگرچہ تمام صفات و اجزاء میں نہیں ہوتی لیکن صرف ظاہری طور پر کچھ میل جول اور ساتھ دینے کی وجہ سے بھی یہ مماثلت اور موافقت قائم ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی شاعر کے کلام کا ایک مصرعہ ہے:

فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالمُقَارَنَ يقْتَدِى

"ہر دوست اپنے دوست کی پیروی اور اقتداء کرتا ہے۔"[53]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل معاصی (بدکرداروں اور گنہگاروں سے پہلو تہی اور علیحدگی اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو پھر اہل بدعت و شرک سے اور خواہشات نفس کے پیروکاروں سے اجتناب تو اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری واجب ہے۔"[54] (امام قرطبیؒ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

## کفر وارتداد کے دو درجے: ادنیٰ اور اعلیٰ:

یہاں یہ قابل غور ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ایسے شخص کو کافروں کی طرح کافر شمار کیا ہے جو کافروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔ قیامت کے دن یہ ایک جگہ جمع کیے جائیں گے جب اس شخص کا معاملہ یہ ہے تو اس شخص کا کیا معاملہ ہوگا جو قدرت واختیار سے، دل کی رضا اور چاہت سے ایسے لوگوں کی طرف کشاں کشاں، فرحاں فرحاں اور کھنچا کھنچا جاتا ہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں پھر یہ ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے پروگراموں، ایجنڈوں اور مفادات کی تکمیل میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے برحق اور سچے دین "دین اسلام" کے راستے میں رکاوٹیں اور دیواریں بھی حائل کرتے ہیں، مسلمانوں کی عزتوں، ناموسوں اور حرمتوں کو پامال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے رب کے راستے سے روکنے کے لیے تمام تر اقدامات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس کی شریعت کو اور زمین پر نازل ہونے والے اللہ کے احکامات کو ختم کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اپنے خودساختہ (self-made) اور کافرانہ قوانین کو اللہ رب العزت کی کی شریعت کی جگہ نافذ کرنے کے درپے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اپنے ان آقاؤں اور لیڈروں کی خوشنودی اور ایماء پر کرتے ہیں جو ان کو امریکی پارلیمنٹ کی جماعت "کانگریس" یا برطانوی پارلیمنٹ کی جماعت "مجلس عموم" یا روسی پارلیمنٹ کی حکمران جماعت "کرملین" کی طرف سے موصول اور صادر ہوتے ہیں۔

## موجودہ حالات میں علماء کی اصل ذمہ داری:

---

53 ہمارے ہاں اردو زبان میں یہ مثل مشہور ہے کہ "خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔"

54 تفسير القرطبی:418-417/5

یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ کفر میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت: ۱۴۰ میں فرمایا ہے۔ان لوگوں کا یہ عذر بھی بے فائدہ اور لایعنی ہوگا کہ ہم نے یہ سب کچھ کافروں کی قوت اور طاقت کے خوف سے اور ان کے مکر اور ان کی چال سے بچنے کے لیے کیا ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالی نے کسی بھی عذر کو قابل التفات اور قابل قبول نہیں سمجھا۔ سوائے اس شخص کے جو انتہائی درجہ کی مجبوری، بے بسی اور ناچاری میں ہو۔ جس مجبوری، ناچاری اور جبر واکراہ کی وضاحت اہل علم کے مستند کلام کے حوالے سے اسی مسئلہ کی ''دلیل اوّل''میں گزر چکی ہے ۔کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی ہے کہ وہ ان کافروں اور ان کافروں کے اقدامات کا دفاع کرتا پھرے۔ خاص طور پر ایسے شخص کو تو بالکل زیب نہیں جو اہل علم میں شمار ہوتا ہے، جسے قرآن وسنت اور شریعت الٰہی کے علم سے بہرہ ور اور نور سے منور تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہی علماء لوگوں کے اصل قائد، لیڈر اور سیاستدان ہونے کے حقدار ہیں۔اہل علم حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کافروں کو اور ان کی مکروہ سازشوں کو بے نقاب کریں۔ان کے ایجنڈوں اور درپردہ گھناؤنی چالوں کو عوام الناس کے سامنے واضح کریں۔لوگوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف رہنمائی کریں اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف کھینچ کھینچ کر لے کر آئیں
۔

علماء کرام اور مذہبی قائدین جب تک یہ کار خیر اور اپنی اصل ذمہ داری ادا نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو صحیح معنوں میں قیادت وسیادت کے حق دار ہیں اور نہ یہ لوگوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات ہی بن سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے اچھی تعریف اور خوشنودی کے حق دار ہی قرار پاسکتے ہیں۔

## دلیل نہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(المجادلۃ:22)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے۔ گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ جن کی تائید اپنی روح (یعنی خاص نصرت اور نور ایمان) سے کی ہے۔ اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ اللہ کی جماعت (پارٹی اور گروہ) ہے آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ کی جماعت والے ہی کامیاب لوگ ہیں''

## حبّ کفار سے معمور دل محبت الٰہی سے دور ہوتا ہے:

مذکورہ آیت کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ بیان کرتے ہیں:

فَأَخْبَرَ أَنَّکَ لَا تَجِدُ مُؤْمِنًا یُوَادُّ الْمُحَادِّینَ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِہٖ ، فَاِنَّ نَفْسَ الاِیْمَانِ یُنَافِیْ أَحَدُ الضِّدَّیْنِ الْآخِرَ، فَاِذَا وُجِدَ الاِیْمَانُ انْتَفَی ضِدُّہٗ وَ ھُوَ مُوَالَاۃُ أَعْدَاءِ اللّٰہِ ۔ فَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ یُوَالِی أَعْدَاءَ اللّٰہِ بِقَلْبِہٖ کَانَ ذٰلِکَ دَلِیلًا عَلٰی أَنَّ قَلْبَہٗ لَیْسَ فِیْہِ الاِیْمَانُ الوَجِبُ ۔ وَ مِثْلُہٗ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فِی الْآیَۃِ الْأُخْرٰی : ﴿تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْہُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَہُمْ اَنْفُسُہُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَ فِی الْعَذَابِ ہُمْ خٰلِدُوْنَ وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْہُمْ اَوْلِیَآءَ وَّلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (المائدۃ=۵:۸۰،۸۱) فَذَکَرَ جُمْلَۃً شَرْطِیَّۃً تَقْتَضِی أَنَّہٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفِ ﴿لَوْ﴾ الَّتِیْ تَقْتَضِیْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْط ، فَقَالَ: ﴿وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْہُمْ اَوْلِیَآءَ وَّلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ فَدَلَّ عَلٰی أَنَّ الْاِیْمَانَ الْمَذْکُوْرَ یَنْفِیْ اتِّخَاذَھُمْ اَوْلِیَاءَ وَ یُضَادُّہٗ وَ لَا یَجْتَمِعُ الاِیْمَانُ وَ اتِّخَاذُھُمْ أَوْلِیَاءَ فِی الْقَلبِ ۔ وَدَلَّ ذٰلِکَ أَنَّ مَنِ اتَّخَذَھُمْ أَوْلِیَاءَ مَا فَعَلَ الاِیْمَانَ الْوَاجِبَ مِنَ الاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَا أُنْزِلَ اِلَیہِ'' [55]

''اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ آپ کوئی ایسا بندۂ مومن نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت کرتا ہو۔ اس لیے کہ ایک بندۂ مومن کا حقیقی ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے

[55] مجموع الفتاوی 17/7، نیز ملاحظہ ہو تفسیر الطبری: 27/28 ، تفسیر القرطبی: 9,7,3/7 - تفسیر ابن کثیر: 330/4

کسی مخالف (کافرومشرک) سے محبت ومودّت کی نفی کرتا ہے۔ جس طرح دو متضاد چیزیں ایک دوسرے کی وجود کی نفی کرتی ہیں۔ (جہاں پانی ہوتا ہے وہاں آگ نہیں ہوتی۔ جہاں عروج ہوتا ہے وہاں پستی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایک دوسرے کی متضاد اور مقابل ہیں۔) اس مسلم حقیقت سے معلوم ہوا کہ جس کسی بندۂ مومن کے دل میں ایمان ہوگا۔ تو پھر اس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے محبت نہیں ہوسکتی۔ علیٰ ہذاالقیاس جب کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہوگا تو اس کا یہ عمل خود بخود اس بات کی دلیل ہوگا کہ اس کا دل اس حقیقی ایمان سے خالی ہے جو ایمان اللہ رب العالمین کے ہاں کامیابی دلا سکتا ہے۔

اسی فرمان کی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورۃ المائدہ کی آیات: ۸۱،۸۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ان (اہل کتاب) میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔ جو کچھ انھوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔" اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ بیان فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اس میں ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جزاء (مشروط) ہوتی ہے۔ اگر شرط ہو تو مشروط ہوتا ہے اگر شرط نہ ہو تو مشروط نہیں ہوتا۔ یہ جملہ عام طور پر لغت عربی میں حرف "لَوْ" سے بیان کیا جاتا ہے اردو زبان میں حرف "لَوْ" کا معنی "اگر" ہوتا ہے۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر: ۸۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور جو کچھ نبی ﷺ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان ہوتا تو کافروں سے دوستیاں نہ لگاتے، لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں" اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتا ایمان ہوتا تو یہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور دو مقابل چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دو بالکل الٹ یعنی متضاد چیزیں کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان اور کافروں سے دوستی کبھی ایک میں اکٹھی

نہیں ہوسکتی۔ اگر کافروں سے دوستی ہے تو دل میں ایمان نہیں، اگر دل میں ایمان ہے تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔ لہٰذا جو کافر کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے ان لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر نبی ﷺ پر اور نبی ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر لاگو ہوتے ہیں۔"
(امام ابن تیمیہ □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ کی گذشتہ کلام سے جو بات عرض گزار کی گئی اس کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظاہر و باطن کے باہمی تعلق یگانت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے۔ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مومنوں کے خلاف کافروں کی مدد اور تعاون کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی گویا اندرونی اور بیرونی ہر اعتبار سے کافر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب کوئی کفار و مشرکین سے دوستی کرے گا تو اس کا یہ دوستی کرنا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس کا دل ایمان سے فارغ اور خالی ہو چکا ہے۔

## آگ اور پانی کا اکٹھ ناممکن ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ □) مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّکَ لَا تَجِدُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّ مَنْ حَادَّ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَوْ کَانَ اَقْرَبَ قَرِیْبٍ ۔ وَ أَنَّ ھٰذَا مُنَافٍ لِلْاِیْمَانِ مُضَادٌ لَہٗ لَا یَجْتَمِعُ ھُوَ وَالاِیْمَانُ اِلَّا کَمَا یَجْتَمِعُ الْمَاءُ وَالنَّارُ"(الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید)

"اللہ رب العزت نے اس بات کی ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دشمنی اور مخالفت رکھنے والے سے بھی محبت کرتا ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ سے مخالفت اور دشمنی کرنے والا چاہے ان کا کوئی بڑا ہی قریبی عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی کی نقیض اور

ضد(Opposite) ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور کفار اور مشرکین سے دوستی کبھی ایک دل میں جمع ہو سکتی ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح پانی اور آگ کا اکٹھا ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے۔''

## دلیل دہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾(سورۃ محمد:26,25)

''جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقینا شیطان نے ان کے لیے (ان کے برے اعمال کو) مزین کر دیا ہے اور انھیں ڈھیل دلا رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے''

## محبانِ کفار سے فرشتوں کا سلوک:

مذکورۃ الصدر دو آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری □ فرماتے ہیں:

۞ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل الٹے قدموں پیچھے (حالت کفر میں) پلٹ گئے، وہ گویا کافر ہو گئے۔ انتہائی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اس وقت حالت کفر میں واپس پلٹے جب دین حق اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کے لیے بالکل واضح ہو گیا۔ انہوں نے واضح دلیل کو کھلی آنکھوں سے پہچان بھی لیا۔ پھر انہوں نے جانتے بوجھتے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی۔ صرف اور صرف اللہ کے حکم سے عناد اور بغض رکھتے ہوئے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''شیطان ملعون نے ان کے لیے ان کے ارتداد (اسلام سے پھر جانے) کو بہت ہی خوبصورت اور مزین کر کے دکھا دیا ہے۔ اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے اور اسلام سے انحراف کرنے والے یہ وہ بدبخت لوگ تھے، جنہیں حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی کہ سچا مذہب صرف اور صرف ''دین اسلام'' ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو مہلت دے رکھی ہے اور ان کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ جبکہ شیطان نے ان کے لیے ان کے امور و معاملات کو بہت خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق ہی عطا نہیں کی کہ وہ ہدایت کو قبول کریں۔ ان کا بہت بڑا جرم یہ ہے کہ ان منافقوں نے ان کافر لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی اور شریعت (قرآن وسنت) کو ناپسند کیا، کہا ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ﴾ ہم عنقریب بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔'' مطلب یہ ہے کہ ہم ان بعض باتوں میں تمہاری پیروی کر لیں گے جو اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور فرمودات کے خلاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کی مدد و معاونت کرنے والے ان دونوں گروپوں اور جماعتوں (منافقین اور کافرین) کے تمام خفیہ پروگراموں اور ارادوں سے باخبر ہے جو پروگرام اور ارادے اللہ کے حکم کے خلاف ہیں اور یہ صرف آپس میں چھپ چھپا کر راز کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں ان پروگراموں اور ارادوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے رسول ﷺ کی کھلی مخالفت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ان پروگراموں اور عزائم کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے تمام خفیہ اور علانیہ معاملات سے آگاہ و آشنا ہے۔

❁ سورۂ محمد کی آیات: ۲۷ اور ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ رب العزت تو ان منافقوں کے تمام خفیہ معاملات اور پروگراموں سے آگاہ ہے۔ بھلا وہ اللہ ان کی اس حالت سے آگاہ کیونکر نہیں ہوگا جب فرشتے ان منافقوں کی جان نکالتے ہیں اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر خوب مارتے ہیں۔ جس طرح اللہ رب العزت ان کے تمام ارادوں سے غافل اور بے خبر

نہیں اسی طرح ان کی اس موت کی حالت سے غافل اور بے خبر نہیں۔اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿أَلادْبَار﴾ کا معنی ہے پیٹھیں اور پشتیں۔

۞ سورۂ محمد کی آیت: ۲۸ کے آخری لفظ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ثواب ضائع اور رائیگاں قرار دے دیا ہے۔اس لیے کہ وہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیے ہی نہیں گئے تھے۔نہ ان اعمال سے اللہ کی محبت کا حصول مقصود تھا۔اس لیے وہ ضائع اور بیکار گئے اور ان اعمال کے بجالانے والے کو رتی بھر فائدہ بھی نہ ہوگا۔"[56]

## حافظ ابن کثیر  کی تفسیر:

امام ابن کثیر  مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

۞ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان سے جدا ہو گئے اور کفر کی حالت کی طرف پلٹ گئے۔اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ ہدایت بھی واضح کر دی۔ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کہ شیطان نے ان کے اس عمل کو بہت ہی خوبصورت، حسین اور آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ان کے متعلق شیطان نے مزید یہ کیا کہ ﴿وَأَمْلَى لَهُمْ﴾ یعنی شیطان نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے اور فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔"[57]

۞ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ﴾ یعنی یہ منافق ان کافروں کی طرف مائل ہوئے اور انھوں نے ان کافروں کے باطل موقف پر در پردہ خیر خواہی چاہی۔یہ منافقوں کی حالت ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے مگر ظاہر کچھ اور کرتے ہیں۔اسی لیے اللہ

---

56 تفسیر الطبری:58/26-60

57 دھوکہ اور فریب یہ دے رکھا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں یہ بات پختہ کر دی ہوئی ہے کہ اگر میدان جہاد میں نہیں جاؤ گے تو مدت دراز تک زندہ رہ سکو گے۔اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی دھوکے کے بدلے ان سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق ہی سلب کر لی ہوئی ہے۔

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالی پوری طرح مطلع ہے اور جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ چھپ چھپ کر سرانجام دیتے ہیں۔

❁ اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۸۱ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاللهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ﴾ یعنی ''اللہ تعالیٰ ان کی راتوں کی بات چیت کو لکھ رہا ہے۔''

❁ سورۂ محمد کی آیت: ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ان منافقوں کی کیا بری حالت ہوتی ہے جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آجاتے ہیں توان منافقوں کی روحیں اپنے اپنے جسموں میں دشواری پیدا کرتی ہیں۔ تب فرشتے سختی سے کام لیتے ہوئے، سختی والا ہاتھ استعمال کرتے ہوئے اور مارتے پیٹتے ہوئے جان نکالتے ہیں۔

❁ اللہ رب العزت نے اسی طرح کی بات سورۃ الانفال کی آیت: ۵۰ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ''کاش! تو وہ منظر دیکھتا کہ جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر مار مارتے ہیں۔''

❁ اس سے ملتی جلتی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت: ۹۳ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے (مارنے کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھارہے ہوں گے (اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے'

بالکل اسی طرح سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت: ۲۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی جانیں سختی سے کیوں نکالی جاتی ہیں، ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسی روش اختیار کی جس کی وجہ سے اُنھوں نے اللہ کو ناراض کردیا اور انھوں نے اس کی رضامندی کو براجانا۔ تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ہی رائیگاں قرار دے دیے۔''[58] (حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## کون بڑا مجرم:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

''فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّ سَبَبَ مَا جَرٰی عَلَيْهِمْ مِنَ الرِّدَّةِ وَ تَسْوِيْلِ الشَّيْطٰنِ وَ اِمْلَائِہٖ لَهُمْ فَهُوَ قَوْلُهُمْ لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الأَمرِ ـ فَاِذَا كَانَ مَنْ وَعَدَ الْمُشْرِكِيْنَ الكَارهين لِمَا أَنْزَلَ اللهُ بِطَاعَتِهِمْ فِيْ بَعْضِ الأَمْرِ كَافِرًا وَ اِنْ لَّمْ يَفْعَل مَا وَعَدَهُمْ بِہٖ فَكَيْفَ بِمَنْ وَافَقَ الْمُشْرِكِيْنَ الكَارِهِيْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الأَمْرِ بِعِبَادَتِہٖ وَحْدَه، لَا شَرِيْکَ لَہٗ وَ تَرْکِ عَبَادَةِسِوَاهُ مِنَ الأَنْدَادِ وَالطَّوَاغِيْتِ وَالأَمْوَاتِ وَ أَظْهَرَ أَنَّهُمْ عَلٰى هُدًى وَ أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيْد۔ مُخْطِئُوْنَ فِى قِتَالِهِمْ وَ أَنَّ الصَّوَابَ فِى مُسَالَمَتِهِمْ وَ الدُّخُوْلِ فِيْ دِينِهِمْ البَاطِلِ ـ فَهٰؤُلَآءِ أَوْلٰى بِالرِّدَّةِ مِنْ أُوْلٰئِکَ الَّذِيْنَ وَعَدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِطَاعَتِهِمْ فِيْ بَعضِ الأَمْرِ۔''[59]

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ خبر دی ہے کہ: ان منافقوں کے مرتد ہونے کا، ان منافقوں کے بُرے بُرے اعمال کو شیطان کی طرف سے خوبصورت بنانے کا اور شیطان کی طرف سے ان منافقوں کو مہلت دلانے کا اصل سبب ان کی ایک بہت ہی بری بات ہے وہ یہ کہ انہوں نے ایسے ---لوگوں سے جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی (قرآن) کو ناپسند کیا--- کہا کہ: ہم بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔ مقام غور وفکر ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے والے کافروں سے بعض باتوں میں اطاعت گزاری کا یقین دلانے والوں کو اللہ رب العزت نے کافر کہا ہے۔ حالانکہ وہ ابھی صرف زبانی یقین دلا رہے ہیں عملاً کچھ نہیں کر رہے۔ تو جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے مکمل طور پر موافقت کرتے، اطاعت گزاری کا یقین

58 تفسیر ابن کثیر: 181/4

59 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: 347,346

دلاتے اور عملًا کافروں کے حق میں کاروائیاں بھی کرتے ہیں تو کیا ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے ؟اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل شدہ اس شریعت کو وہ مشرک ناپسند کرنے والے ہیں جس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ نے خالص طور پر اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ تمام شریکوں ،طاغوتوں ،معبودوں اور مردوں کی عبادت سے منع کیا ہے۔اور جو ایسی واضح ترین اور بہترین شریعت کو ناپسند کرنے والوں سے موافقتیں اور محبتیں پیدا کرتا ہو۔اور ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ شریعتِ اسلامیہ اور وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے راہِ ہدایت ،فکرِ راست اور درست موقف پر ہیں۔جبکہ ان کافروں اور مشرکوں سے جنگ وقتال کرنے والے غلطی،خطا اور غلط موقف پر ہیں۔نیز یہ بھی نظریہ اور سوچ رکھتا ہو کہ ان مشرکین اور کافرین سے مصالحت (compromising)اور ان کے دین ومذہب،موقف ونظریہ کے اندر داخل وشامل ہونے ہی میں بہتری ،بھلائی اور کامیابی ہے تو ذرا سوچیئے !کیا ایسے بد عقیدہ وبد عمل لوگ ان لوگوں سے بڑے مجرم اور مرتد نہیں جنھوں نے مشرکوں کو صرف بعض باتوں میں اطاعت وفرمانبرداری کی صرف یقین دہانی ہی کروائی ہو۔"(شیخ سلیمان رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## امام ابن حزم ◻ کی وضاحت:

پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مجتہد امام ابن حزم ◻ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وَ قَدْ قَالَ عَزَّوَجَلَّ :﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِہِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَہُمُ الْہُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَہُمْ وَ اَمْلٰى لَہُمْ، ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِہُوْا مَا نَزَّلَ اللہُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللہُ يَعْلَمُ اِسْرَارَہُم،فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْہُمُ الْمَلٰٓئِكَۃُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْہَہُمْ وَ اَدْبَارَہُمْ،ذٰلِکَ بِاَنَّہُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللہَ وَ كَرِہُوْا رِضْوَانَہٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَہُمْ﴾فَجَعَلَہُمْ تَعَالٰى مُرْتَدِّيْنَ كُفَّارًا بَعَدَ عِلْمِہِمْ الْحَقَّ وَ بَعَدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَہُمُ الْہُدٰى بِقَوْلِہِمُ لِلْكُفَّارِ مَا قَالُوْا فَقَطْ : وَأَخْبَرْنَا تَعَالٰى ۔ أَنَّہٗ يَعْرِفُ اِسْرَارَھُمْ وَ أَخْبَرْنَا تَعَالٰى أَنَّہٗ قَدْ أَحْبَطَ أَعْمَالَہُمْ بِاِتِّبَاعِہِمْ مَا أَسْخَطَہٗ وَكَرَاهِيَتِہِمْ رِضْوَانَہٗ"[60]

"اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے ،ان کے لیے شیطان نے اس بات کو بہت خوبصورت بنادیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر رکھا

[60] ملاحظہ ہو الفصل فی الملل :122/3 ، فتح القدير للشوكانی:39/5

ہے۔اسی لیے انھوں نے اللہ کے دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔یہ اسی لیے ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا۔اسی بناپر اس نے ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے''

اپنے اس فرمان میں اللہ رب العزت نے مرتدین کو کافر کہا ہے۔چونکہ ان کو دین حق کی پہچان ہو چکی تھی اور ہدایت بھی ان کے سامنے واضح ہو چکی تھی۔اس کے باوجود انھوں نے کافروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کے لیے جو بھی کہا سو کہا۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتادیا کہ میں ان کی خفیہ سرگرمیوں اور سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں۔ساتھ ساتھ یہ خبر دے دی کہ میں نے ان کے اعمال بھی ضائع کر دیے ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی روش اختیار کی اور اللہ کو راضی کرنے والی روش کو ناپسند کیا۔''

## چھوٹا کون اور بڑا کون؟

کوئی شخص بھی جب مذکورہ آیات کو اور ان آیات کی تفسیر میں پیش کردہ شیخ سلیمان بن عبداللہ کے کلام کو غور سے ملاحظہ کرے گا تو اس کو اس شخص کے متعلق نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔جو شخص کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت قائم کرتا ہے ،اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے ہوئے کافروں کے ایجنڈوں اور پروگراموں کو نافذ کرتا ہے،وہ ایک ایسے ہاتھ کا کردار ادا کرتا ہے جو ہر اس شخص کے گریبان کی طرف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منصفانہ شریعت کے نفاذ اور اس کے مطابق عدالتی نظام کو قائم کرنے کے حق میں آواز بلند کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

سورۂ محمد کی آیت:۲۶ کے حوالے سے جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کا صرف وعدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔حالانکہ ابھی اس نے صرف وعدہ ہی کیا ہے عملاً اپنے کیے ہوئے وعدے پر پورا نہیں اترا تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں وہ کافر شمار ہوتا ہے۔

غور کیجیے! اس شخص کا کیا حال اور معاملہ ہو گا جو بعض باتوں میں عملی طور پر ان کی فرمانبر داری اور اطاعت بجالاتا ہے اس سے بھی بڑھ کر تفکر وتدبر کے قابل یہ معاملہ ہے کہ کافروں کی ہر بات کو بلاچون وچرا مانتا چلا جائے اور جو کچھ کافر کہتے جائیں وہ تسلیم کرتا چلا جائے اس کے کفر وشرک اور ارتداد ونفاق کا کیا حال ہو گا؟ بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص کافر ومرتد ہے۔ ایسے شخص کے ارتداد اور کفر کا معاملہ عام شخص سے مخفی ہو تو ہو مگر قرآن وحدیث کا واجبی سا علم رکھنے والا بھی اس حقیقت سے بے خبر ہر گز نہیں ہو سکتا۔ مزید براں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر پختہ ایمان اور یقین رکھتا ہے اس کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کے دفاع میں عذر اور وجوہات پیش کرے، نہ یہ جائز ہے کہ ان جیسے کفار ومرتدین کے اقدامات اور کاروائیوں کا دفاع کرے، نہ یہ جائز ہے کہ ان اقدامات کے حق میں عوام الناس کی رائے ہموار کرے، نہ ہی کسی عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ منافقوں کے ان اعمال کو سراہتے ہوئے سند جواز فراہم کرے۔ یاد رہے جو شخص بھی علماء میں سے یا غیر علماء میں سے ان منافقوں کے دفاع میں مذکورہ امور بجالائے گا اس کا بھی وہی حکم ہو گا جو ان منافقوں کا حکم ہے۔ اس بات کی وضاحت ان شاءاللہ آگے آرہی ہے۔

## زبانی کلامی وعدہ اور عملی اقدام میں فرق:

سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت: ۲۶ کے معنی ومفہوم سے ملتا جلتا مفہوم اللہ رب العزت نے سورۃ الحشر کی آیت: ۱۱ میں بھی بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾

''کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں، اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بولنے والے ہیں'' اس آیت کریمہ میں کتنا کھلا بیان ہے کہ چھپ چھپا کر مشرکوں اور کافروں کے اندر داخل اور شامل ہونے کے وعدہ کرنا۔ کافروں اور مشرکوں کے معاہدوں (Agreemnets) میں شامل ہونا۔ کافروں کی مدد کرنا اور کافروں کے ساتھ (مثلاً فوجی کاروائیوں اور آپریشنوں کے لیے) نکلنا نفاق اور کفر ہے۔ اگرچہ یہ سب

کچھ وعدہ کی حد تک ہو۔ وہ وعدہ بھی خواہ اوپر سے یعنی جھوٹ موٹ پر ہی مبنی ہو خواہ یہ وعدہ حقیقتاً اور عملاً معرض وجود میں آیا ہی نہ ہو۔''[61]

جب اس طرح کے صرف زبانی کلامی وعدے کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کافر اور منافق کہا ہے۔ تو اس شخص کے کفر اور نفاق کا کیا حال ہو گا جو کافروں کے ساتھ معاہدوں میں اور اتحادوں میں باقاعدہ شامل ہو جاتا ہے جھوٹ موٹ نہیں بلکہ عملی طور پر اور خلوص دل سے کافروں کی مدد کرتا ہے۔ اس شخص کا کفر و نفاق کس درجے پر پہنچا ہوا ہو گا۔ جو باقاعدہ کافروں کا ایک حصہ اور جزء بن جاتا ہے اور مال و دولت سے، رائے اور مشورے سے، فوج اور اسلحہ سے ان کا پورا پورا تعاون کرتا ہے۔ کیا اس کا معاملہ اس پہلی قسم کے کافر و منافق سے زیادہ سخت اور برا نہیں ہے۔ انجام کار کے طور پر کیا یہ منافق ان منافقوں سے برائی میں زیادہ برا نہیں، جنھوں نے صرف یہودیوں سے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کا وعدہ ہی کیا تھا۔ جی ہاں! یہ واقعتاً ان سے بڑے منافق اور کافر ہیں۔[62]

# باب: 5

61 جس طرح منافقین مدینہ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو اس وقت یہ یقین دہانیاں پیش کیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ و محلہ کا پوری طرح محاصرہ کر لیا تھا۔ منافقین نے ان کی طرف پیغام روانہ کیا جس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ محمد ﷺ کی طرف سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اگر تم کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ یہ سب کچھ وعدوں اور یقین دہانیوں کی حد تک ہی تھا۔ عملاً منافقوں کے یہ وعدے معرض وجود میں آئے ہی نہیں تھے۔ جس طرح کہ سورۃ الحشر کی آیت: ۱۲ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

62 یعنی جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کرنے والا سورۂ محمد کی آیت: ۲۶ کی رُو سے کافر اور مرتد ہے تو تمام معاملات اور اقدامات میں کافروں کی اطاعت کرنے والے کا کیا حال ہو گا؟ علیٰ ہذا القیاس جب صرف زبانی کلامی وعدوں کے ساتھ یقین دہانی کرانے والا سورۃ الحشر کی آیات: ۱۱،۱۲ کی رُو سے کافر و منافق ہے تو مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے اور کافروں کی دامے، درمے، سخنے اور قدمے ہر طرح کی عملاً مدد کرنے والے کا کیا حکم ہو گا؟

یاد رکھیے ! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا "کافر " ہے۔اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

## جید علماء دین کی توضیحات

## کفار سے دوستی کرنے والوں کے بارے میں

اپنے اختیار سے دار الکفر میں رہنا "کفر" ہے:

پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ و مجتہد امام ابن حزم ؒ دارالکفر سے ہجرت کرنے کے واجب ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" مَنْ لَحِقَ بَدَارِ الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ مُخْتَارًا مُحَارِبًا لِّمَنْ يَّلَيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ بِهَذَا الْفِعْلِ مُرْتَدٌّ۔ لَهُ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ مِنْ وُجُوْبِ الْقَتْلِ عَلَيْهِ مَتٰى قُدِرَ عَلَيْهِ وَّ مِنْ اِبَاحَةِ مَالِهٖ وَ انْفِسَاخِ نِكَاحِهٖ ۔ وَ كَذَالِكَ مَنْ سَكَنَ بِأَرْضِ الْهِندِ وَالسِّنْدِ وَالتُّرْكِ وَ السُّوْدَانِ وَ الرُّوْمِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنْ كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ هُنَاكَ لِثِقْلِ ظَهرٍ أَوْ لِقِلَّةِ مَالٍ أَوْ لِضُعْفِ جِسْمٍ أَوْ لاِمْتِنَاعِ طَرِيْقٍ فَهُوَ مُعْذُوْرٌ ۔ فَإِنْ كَانَ هُنَالِكَ مُحَارِبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ مُعِينًا لِلْكُفَّارِ بِخِدْمَةٍ أَوْ كِتَابَةٍ فَهُوَ كَافِرٌ۔ وَقَالَ أَيْضًا رَحِمَهُ اللهُ: وَلَوْ أَنَّ كَافِرًا غَلَبَ عَلٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاِسْلَامِ وَ أَقَرَّ الْمُسْلِمِيْنَ بِهَا عَلٰى حَالِهِم اِلَّا أَنَّهُ هُوَ الْمَالِكُ لَهَا الْمُنْفَرِدُ بِنَفْسِهٖ فِيْ ضَبْطِهَا وَ هُوَ مُعْلِنٌ بِدِيْنٍ غَيْرِ الاِسْلَامِ لَكَفَرَ بِالبَقَاءِ مَعَهُ ۔ كُلُّ منْ عَاوَنَهُ وَ اَقَامَ مَعَهُ وَ اِنِّ ادَّعٰى أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔"[63]

"جو شخص کسی ایسے علاقے میں چلا جائے جہاں کافروں کی حکومت اور کنٹرول ہے اور وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں علاوہ ازیں وہ شخص وہاں جبر واکراہ سے نہیں بلکہ اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ جاتا ہے اور وہاں جاکر قریب ترین مسلمانوں کے خلاف بر سرپیکار ہوجاتا ہے تو ایسا شخص ایسا کردار اپنانے کی بناپر مرتد ہوجاتا ہے۔اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو دین اسلام میں مرتدین کے بارے میں بیان فرمائے ہیں: مثلاً

1 .....جب بھی بس چلے اور ممکن ہواس کو قتل کرناواجب ہے۔

2 .....اس کا مال اپنے قبضہ اور استعمال میں لاناجائز ہے۔

3 .....مسلمان عورت سے اس کا نکاح کالعدم اور ختم ہوجائے گا۔

اسی طرح وہ مسلمان جو سرزمین ہند، سند، ترکی، سوڈان، جرمنی یایورپ وغیرہ کسی کافر ملک میں رہتا ہے مگر ذمہ داریوں کے بوجھ، مالی پریشانی، جسمانی کمزوری یاراستے کی کسی رکاوٹ کی بناءپر وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتا۔ایسا شخص تو واقعتا مجبور اور معذور ہے۔" (لیکن اگر وہ ان ممالک میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوجائے، کافروں کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ان کا مددگار اور معاون

---

63 المحلٰی لابن حزم:20/11

بن جائے ،کافروں کے حق میں کتابیں لکھے مضامین تحریر کرے اور لوگوں کی ذہن سازی کرے تو بلاشبہ ایسا شخص کافر ہے۔)

(امام ابن حزم  مزید فرماتے ہیں:)
"اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے پر یا مسلمانوں کے ممالک میں کسی ملک پر قبضہ کرلے ۔وہاں کی مسلمان آبادی کو ان کے علاقوں اور گھروں میں ہی رہنے دے۔(جس طرح آج کل افغانستان اور عراق وغیرہ میں امریکہ نے طرز عمل اختیار کیا ہوا ہے)وہ کافران مسلم ممالک کا اپنے آپ کو اصل مالک سمجھتا اور کہتا ہو۔ان کا مکمل کنٹرول اور تسلط اس قابض وغاصب کافر ملک کے پاس ہی ہو،وہاں وہ علی الاعلان غیر اسلامی نظام نافذ اور لاگو کرنے کا دعویدار ہو۔ایسی صورت حال میں جو شخص بھی اس کافر ملک کا ساتھ دیتا ہے۔اس قابض وغاصب ملک کا تعاون کرتا ہے،وہاں اپنی رہائش اختیار کرتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہونے کا دعوٰی کرنے کے باوجود مرتد ہو جائے گا۔"(امام ابن حزم  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن حزم  کے قول اور فرمان سے یہ بات کس طرح واضح ہو رہی ہے کہ جو شخص بھی کافر حکمرانوں کا ساتھ دیتا اور تعاون کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔وہ خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔وہ شخص اگرچہ اسلام کے بعض احکام پر عمل پیرا ہو اور بعض عبادات اور شعائر اسلام کو بجالانے والا ہو۔اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتا ہو۔مگر وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کافر ہی گردانا جائے گا۔

## کفار کی صفوں میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے والا دائمی جہنمی ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی بنیاد پر اور اس کے دین پر تمسک کی بنیاد پر جان بوجھ کر قتل کرتا ہے۔اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں:

''أَمَّا اِذَا قَتَلَہُ عَلٰی دِیْنِ الاِسْلَامِ : مِثْلُ مَا یُقَاتِلُ النَّصْرَانِیُّ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی دِیْنِھِمْ ، فَھٰذَا کَافِرٌ شَرٌّ مِّنَ الْکَافِرِ الْمُعَاھَدِ ، فَاِنَّ ھٰذَا کَافِرٌ مُحَارِبٌ بِمَنْزِلَۃِ الْکُفَّارِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ النَّبِیَّ ﷺ وَأَصْحَابَہُ ، وَھٰؤُلَآءِ مُخَلَّدُوْنَ فِی جَھَنَّمَ کَتَخْلِیْدِ غَیْرِھِمْ مِنَ الْکُفَّارِ ، وَ أَمَّا اِذَا قَتَلَہُ قَتَلًا مُحَرَّمًا لِعَدَاوَۃِ أَوْ مَالٍ أَوْ خُصُوْمَۃٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ ، وَ ھٰذَا مِنَ الْکَبَائِرِ ، وَلَا یَکْفُرُ بِمُجَرَّدِ ذَالِکَ عِنْدَ أَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ ، وَاِنَّمَا یُکَفِّرُ بِمِثْلِ ھٰذَ الْخَوَارِجُ۔'' [64]

''اور کوئی شخص کسی مسلمان (یا مجاہد) کو ''دین اسلام'' پر چلنے کی بنیاد پر قتل کر دیتا ہے جیسا کہ عیسائی مسلمانوں سے ان کے دین اور تہذیب کی بنیاد پر ہی جنگ کرتے ہیں (دہشت گردی کے خلاف جنگ کا واضح فریب دیا جاتا ہے) تو ایسا شخص کہ جو محض دین اسلام کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔دین اور تہذیب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرنے والا کافر ،اس کافر سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا باہمی عہد وپیمان طے کیا ہوا ہے اس قسم کا کافر بالکل ان کافروں کی طرح ہی سمجھا جائے گا جو نبی اکرم ،رسول رحمت ،پیغمبر جہاد جناب محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ جنگ وقتال کیا کرتے تھے۔اس قسم کے کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس طرح دیگر کافروں کا یہی حکم ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق ،ناجائز اور ناروا قتل کر دیتا ہے مثلاً کسی دشمنی کی بناء پر یا مال ودولت کے کسی جھگڑے کی بناپر یا اسی طرح کے کسی اور جھگڑے کی بنیاد پر تو وہ شخص کافر نہیں ہو گا مگر یہ قتل ناحق کبیرہ گناہ ہے ۔أَھْلُ السُّنَّۃِ وَالجِمَاعَۃِ (یعنی قرآن وسنت پر چلنے والے اور منہج اسلاف پر کاربند مسلمانوں) کے ہاں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے کبیرہ گناہ کا مرتکب تو ہو گا مگر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔البتہ مسلمانوں میں ایک

[64] مجموع الفتاوی:137,136/34

بہت ہی گمراہ گروہ پیدا ہو گیا جس کو ''خوارج'' کہا جاتا تھا۔ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قاتل ''کافر'' ہو جاتا ہے۔''(امام ابن تیمیہ □ کے پہلے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس مسئلے میں مرتد حکمرانوں،ان کی فوجوں اور حامیوں کے کافر ہونے کی وجہ وسبب بھی یہی ہے کہ یہ لوگ دین اسلام کو سربلند کرنے والے اور دین اسلام پر استقامت اور تمسک کے ساتھ چلنے والے مجاہدین اور مخلص مومنین کو قتل کرنے کے لیے ہر پل اور ہر لمحہ تیار بیٹھے ہیں۔ان مرتد حکمرانوں کے ہاں ان مسلمان مجاہدوں کو قتل کرنا جائز اور مباح ہے۔مجاہدوں اور مخلص مسلمانوں کو قتل کرنا ان بین الاقوامی کافرانہ قوانین کی بناء پر ہے۔جو ان لوگوں نے خود بنا رکھے ہیں۔وہ قوانین جو ہر اس شخص کو اپنی گرفت اور زد میں لیتے ہیں جو بھی جاہلی نظام کو ختم کر کے اسلامی نظام کو قائم اور نافذ کرنا چاہتا ہے۔تاکہ عوام الناس اللہ رب العالمین کی شریعت کے عین مطابق اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کے فیصلے کروا سکیں۔

یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ،کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا ''کافر'' ہے۔اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

## اجماع امت سے الگ ہونے والا بہ اتفاق فقہاء مرتد ہے:

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ فرماتے ہیں:

''وَالْإِنْسَانُ مَتٰى حَلَّلَ الْحَرَامَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ حَرَّمَ الْحَلَالَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ بَدَّلَ الشَّرْعَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ كَانَ كَافِرًا مُرْتَدًّا بِاتِّفَاقِ الْفُقَهَآءِ''[65]

''کوئی بھی انسان جب کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے دے جس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے،کسی ایسی چیز کو حرام قرار دے دے جس کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے یا شریعت کے کسی اور مسئلہ میں

---

65 مجموع الفتاوى:267/3

تبدیلی اور تغیر کر دے جس پر تمام مسلمانوں کا فیصلہ ایک ہے، تو ایسا انسان تمام فقہائے امت اور علماءِ دین کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کافر اور مرتد ہے۔

گزشتہ سطور میں فتاوٰی ابن تیمیہ کی جلد :۴۳ سے صفحہ ۱۳۶،۱۳۷ کے حوالہ سے ذکر کردہ عبارت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس عبارت میں گویا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ نے قتال کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں :

① پہلی قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال فقط عقیدہ، منہج اور دین کی بنیاد پر ہو۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال دنیاوی معاملہ میں کسی عداوت یا مال و دولت کے کسی جھگڑے یا ان کے علاوہ کسی تنازعہ کی وجہ سے ہو۔امام ابن تیمیہ □ نے وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ جو شخص کسی مسلم سے اس کے عقیدہ وایمان، دین ومذہب کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے وہ کافر ہے جو جہنم کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔یہ عین اس درجہ کا کافر ہے جو کافر رسول اکرم، سید دوعالم جناب محمد ﷺ کے خلاف بر سر پیکار تھے۔

## مجاہدین کا قتل عام اور گرفتاریاں:

جو شخص موجودہ زمانہ کے ان طاغوتوں، مرتد حکمرانوں، ان کی فوجوں اور حامیوں کے حالات اور معاملات کو پہچان لے گا اور اس سبب اور وجہ کو پہچان لے گا کہ کس سبب سے یہ لوگ مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف بر سر پیکار ہیں؟ جہاں انہیں کوئی مسلم مجاہد یا غازی نظر آ جائے فوراً قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں۔جب کسی بھی شخص کو ان حکمرانوں کا معاملہ معلوم ہو جائے گا یا سبب کا پورے یقین اور وثوق کے ساتھ علم ہو جائے گا تو یہ بات فوراً پہچان لے گا ان حکمرانوں کی جنگ کا معاملہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ □ کی بیان کردہ جنگ کی دو اقسام میں سے پہلی قسم (یعنی عقیدہ ودین کی بنیاد پر کسی مسلم کو قتل کرنا) کے ساتھ ہے۔

ایک عام سوچ (Common sense) رکھنے والا شخص یہ بھی جانتا ہے کہ موجودہ دور میں مجاہدینِ اسلام اور خالص العقیدہ مومنین سے جھگڑے اور جنگ کا اصل سبب یہی ہے کہ یہ لوگ ان طاغوتی حکمرانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے اور ان کی کافرانہ پالیسوں کو اختیار کرنے اور ماننے کے لیے ہر گز تیار نہیں ہیں۔اللہ رب العالمین کی شریعت کی حاکمیت اور برتری کو قائم کرنا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔تاکہ دنیا بھر میں اللہ کے بندے اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور اپنی زندگیاں بنائیں۔

ان مجاہدین اسلام کا ان کافر و مرتد حکمرانوں سے کوئی مال کا جھگڑا یا اقتدار کا جھگڑا یا دنیوی معاملات کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ان کافر و مرتد حکمرانوں اور ان کی افواج و جنود کے دین اسلام کو ناپسند کرنے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل اور علامت ہو گی کہ ان ظالموں نے مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کے ساتھ جنگ کا چھڑ جانا اس کو ناپسند کرنے اور اس سے نفرت کرنے کی سب سے بڑی دلیل اور علامت ہے۔ گویا ان حکمرانوں کے مرتد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام سے نفرت اور ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کیا۔اس طرح ان پر کفر کی اوپر تلے دو تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔

## خونِ مسلم کو مباح جاننے والا ڈاکو سے زیادہ سزا کا مستحق ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کے خون بہانے کو جائز ہونے کے نظریہ پر کاربند ہے۔اس کا کیا حکم ہے؟تو امام ابن تیمیہ □ نے درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

”فَالَّذِیْ یَعقتَقِدُ حَلَّ دِمَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالِهِمْ وَ یَسْتَحِلُّ قِتَالَهُمْ أَوْلٰی بِأَنْ یَّكُوْنَ مُحَارِبًا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سَاعِیًا فِی الْاَرْضِ فَسَادًا مِنْ هٰؤُلَاءِ ، كَمَا أَنَّ الْكَافِرَ الْحَرَبِیَّ الَّذِیْ یَسْتَحِلُّ دِمَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالَهُمْ وَ یَرٰی جَوَازَ قِتَالِهِمْ أَوْلٰی بِالْمُحَارَبَةِ مِنَ الْفَاسِقِ الَّذِیْ یَعْتَقِدُ تَحْرِیمَ ذَالِكَ۔ “[66]

”وہ شخص جو کلمہ گو مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتا ہے۔ان کے اموال پر قبضہ کرنا مباح سمجھتا ہے۔ان کے ساتھ جنگ کرنے کو درست قرار دیتا ہے یہ شخص ان (ڈاکوؤں اور لٹیروں) کی نسبت کہیں بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا اور زمین میں فساد برپا کرنے والا سمجھا جائے گا۔[67] بالکل اسی طرح جیسے ایک (کلمہ نہ

---

66 مجموع الفتاوی:480/28

67 اس عبارت کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ امام ابن تیمیہ □ کی زیر ترجمہ عبارت سے پہلے جو عبارت ہے اس میں فرماتے ہی،اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْہِمْ وَ اَرْجُلُہُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَہُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَہُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾(المائدۃ:33/5)”ان کی سزا،جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے پھریں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھریں،یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں،یا سولی چڑھا دیے جائیں،یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں،یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔“امام ابن تیمیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: علماء سلف نے اس آیت کو کافروں پر بھی فٹ کیا ہے اور مسلمانوں پر بھی فٹ کیا ہے۔ مسلمانوں میں سے خاص طور پر وہ لوگ اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں،جو راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کا مال لوٹتے ہیں(ڈاکو اور لٹیرے وغیرہ)اور فقط لوگوں کا مال چھیننے کے لیے اسلحہ لہراتے ہیں۔اس طرح گویا وہ لڑائی اور جنگ کر کے لوگوں کا مال ہتھیاتے ہیں۔وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔زمین میں فساد کرنے کے درپے ہیں باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔زمین میں فساد کرنے کے درپے ہے۔باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان

پڑھنے والا) کافر ہے۔جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہے اور مسلمانوں کا خون بہانا، مسلمانوں کے اموال وجائیداد پر قبضہ جمانا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز سمجھتا ہے۔اس سے جنگ کرنا اور لڑائی کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے اس فاسق (ڈاکو، لٹیرے اور اوباش) کی بہ نسبت جو اگرچہ مال لوٹتے ہوئے عوام الناس کا خون تو بہاتا ہے لیکن اس خون بہانے کو نظریاتی اور اعتقادی اعتبار سے جائز قرار نہیں دیتا۔''

## مانعین زکوۃ مرتد ہیں تو مسلم سے برسرِپیکار کیوں نہیں:

کافروں سے دوستی کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  مزید رقمطراز ہیں:

'' وَاِذَا كَانَ السَّلَفُ قَدْ سَمُّوْا مَانِعِيْ الزَّكَاةِ مُرْتَدِيْنَ مَعَ كَوْنِهِمْ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُقَاتِلُوا جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَكَيْفَ بِمَنْ صَارَ مَعَ أَعْدَاءِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ قَاتِلًا لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔''[68]

''سلف صالحین، ائمہ و محدثین صحابہ وتابعین نے (اپنی اپنی تصانیف اور توضیحات میں سیدنا ابو بکر صدیق t کے دورِ خلافت میں) زکوۃ نہ دینے والوں کو مرتد قرار دیا ہے۔حالانکہ وہ روزے رکھتے تھے۔نمازیں بھی پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما (برسرپیکار) بھی نہیں ہوتے تھے۔جب اسلاف امت کے ہاں وہ مرتد تھے تو جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمنوں کا پورا پورا ساتھ دیتے ہیں اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں (خود غور کر لیجیے کہ متأخر الذکر لوگوں کے بارے (میں) سلف صالحین کا فتوی کیا ہو سکتا ہے؟)

بھی رکھتے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ''المُحَارِبُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ'' اور ''السّاعی فِیْ الْاَرْضِ فَسَادًا'' ہی قرار دیا ہے۔تو اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو مسلمانوں کے خون بہانے کو باقاعدہ نظریاتی طور پر جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں؟ کیا یہ دوسری قسم کے لوگ پہلی قسم کے لوگوں سے زیادہ بڑے ''اللہ اور رسول e کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں! جی ہاں! یہ دوسری قسم کے لوگ زیادہ بڑے اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔

[68] مجموع الفتاوی:531,530/28

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  کی گفتگو اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ کرام  نے زکوٰۃ نہ دینے والوں پر مرتد ہونے کا فتوٰی دیا اور حکم لگایا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال برپا نہیں کیے ہوئے تھے۔ اگر وہ صحابہ کرام کے ہاں کافر و مرتد تھے۔ تو جو لوگ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کر رہے ہیں وہ کفر وارتداد میں ان سے کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

## افراد اپنی نیتوں پر اٹھیں گے:

سیدنا عبداللہ بن عمر  رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک حدیث کو بیان فرماتے ہیں:

﴿كَانَ اِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ﴾[69]

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو اس قوم میں شامل ہوتے ہیں ۔ پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ (اگر کوئی ان میں نیک ہو گا تو ثواب کا حقدار ٹھہرے گا جو باقی ہوں گے وہ عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے)''

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر  فرماتے ہیں:

''وَ يُسْتَفَادَ مِنْ هٰذَا مَشْرُوْعِيَةُ الْهَرْبِ مِنَ الكُفَّارِ وَ مِنَ الظَّلَمَةِ لِأَنَّ الْاِقَامَةَ مَعَهُمْ مِنْ اِلْقَاءِ النَّفْسِ اِلَى التَّهْلُكَةِ ، هَذَا اِذَا لَمْ يُعِنْهُمْ وَلَمْ يَرْضَ بِأَفْعَالِهِمْ فَاِنْ أَعَانَ أَوْ رَضِيَ فَهُوَ مِنْهُمْ''[70]

''اس حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں کے علاقہ اور ملک سے بھاگ جانا چاہیے یعنی کفر و ظلم والی سرزمین سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ کافروں اور ظالموں کے درمیان رہائش اختیار کرنا اور زندگی گزارنا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ یہ معاملہ تو اس وقت ہے جب کوئی ان کافروں اور ظالموں کا تعاون نہ کرے اور ان کافروں اور ظالموں کے اقدامات اور کاروائیوں کو ناپسند کرتا ہو۔ایسی صورت میں

---

69 صحيح البخارى=كتاب الفتن:باب أنزل الله بقوم عذباء الحديث:1708،صحيح مسلم=كتاب الجنة وصفة نعيمها:باب الامر بحسن الظن بالله تعالٰى،الحديث:2879۔اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن حبان  نے بھی روایت کیا ہے۔

70 فتح البارى:61/13

سرزمین کفر وظلم سے رخت سفر باندھ جانا بہتر اور مناسب ہے لیکن اگر کوئی کلمہ گو اور مسلمان شخص باقاعدہ ان کافروں اور ظالموں کا تعاون کرنے لگ جائے اور ان کی کاروائیوں اور اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے پھر تو وہ ان کے حکم میں شامل ہوگا۔ جو معاملہ اور انجام دنیا وآخرت میں ان کافروں اور ظالموں کا ہوگا وہی ان اس تعاون کرنے والے اور ان کی کاروائیوں پر خوش ہونے والے کا ہوگا۔"

## ہمہ گیر فتنہ سے بچو:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الانفال=8:25)

"اور تم ایسے وبال سے بچ جاؤ! جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے"

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ جب فتنہ وفساد عام پھیل جائے تو سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب گناہ ظاہراً ہونے لگ جائیں، برائی چہار سو پھیل جائے اور اس کی روک تھام نہ ہو رہی ہو. بلاشبہ جو لوگ برائی پر ایک دوسرے کی باقاعدہ مدد کرنا شروع کر دیں۔ تو اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس برائی کو ہر ممکن طریقہ سے روکے۔ اگر ہر شخص ہی خاموشی اختیار کرنے لگ جائے تو سب کے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ کچھ تو گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اور کچھ اس گناہ پر "خاموش رضا" کا ارتکاب کرنے کی بناء پر۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اس خاموشی اختیار کرنے والے (صوفی) کو بھی گناہ کا ارتکاب کرنے والے کی سزا میں برابر کا حصہ دار بنادیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کسی کام کو پسند کرنے والا اس کام کو کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ سزا کے اندر ساتھ پرو دیا جاتا ہے۔ [71]

[71] تفسیر القرطبی:375,374/7، نیز دیکھیے أحکام القرآن لابن العربی:847/2

## مجدّد الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی وضاحت:

گذشتہ صفحات میں ہم نے امام ابن تیمیہ  کے چار اقتباس پیش کیے تھے۔ اب ہم ذیلی سطور میں چار اقتباسات امام محمد بن عبدالوہاب کے پیش کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب  اپنے ایک مختصر رسالہ "فِي نَوَاقِضِ الاِسلَام" میں ان عقائد و نظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اسلام سے خارج کرنے والے ہیں۔ ان میں سے آٹھویں نمبر پر اسلام سے خارج کرنے والا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ:

"مُظَاهِرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتَهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّہٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللهَ لاَ يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[72]

"مشرکوں کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کا کسی بھی طرح تعاون کرنا نواقض اسلام میں سے ہے۔" اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت: ۵۱ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہِ ہدایت نہیں دکھاتا"

## کفار کے ہاں ان کے دوش بدوش زندگی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب مزید وضاحت فرماتے ہیں:

اِنْ كَانَتِ الْمُوَلَاةُ مَعَ مَسَاكِنَتِهِمْ فِیْ دِيَارِهِمْ وَ الْخُرُوْجُ مَعَهُمْ فِی قِتَالٍ وَنَحْوَ ذَالِكَ فَاِنَّہٗ يُحْكَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا بِالْكُفْرِ ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّہٗ مِنْهُمْ﴾، وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِیْ حَدِيْثٍ غَيْرِہٖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾[73]

72 مجموعۃ التوحید:33

73 مجموعۃ التوحید:75

''یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ کافروں کے ساتھ اس طرح کے دوستانہ مراسم قائم کرنا کہ ،ان کے گھروں اور علاقوں میں ان کے دوش بہ دوش زندگی گزارنا اور ان کے شانہ بشانہ ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنا وغیرہ ،ایسے امور اور معاملات ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں پر کفر کا حکم لگے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت : ۵۱ میں ارشاد فرمایا ہے : ''تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔'' اسی طرح سورۃ النساء کی آیت : ۱۴۰ میں ارشاد فرمایا ہے : اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم تار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

مجدّدالدعوۃ الاسلامیہ محمد بن عبدالوہاب  مزید فرماتے ہیں:

''وَلَكِنَّهُمْ يُجَادِلُوْنَكُمْ الْيَوْمَ بِشُبْهَةٍ وَّاحِدَةٍ ، فَاصْنَعُوْا لِجَوَابِهَا ، وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ هٰذَا حَقٌّ نَشْهَدُ أَنَّهُ دِينُ ا للهِ وَ رَسُوْلِهِ إِلَّا التَّكْفِيْرَ وَالْقِتَالَ ، وَالْعَجَبُ مِمَّنْ يَّخْفٰى عَلَيْهِ هٰذَا إِذَا أَقَرُّوْهَا أَنَّ هَذَا دِيْنُ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ أَنْكَرَهُ وَ قَتَلَ مَنْ أَمَرَ بِهِ وَ حَسَبَهُمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْأَمَرَ بِهِ بِحَبْسِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ جَآءَ إِلٰى أَهْلِ الشِّرْكِ يَحُثُّهُم عَلٰى لُزُوْمِ دِيْنِهِمْ وَ تَزْيِيْنِهِ لَهُمْ وَ يَحُثُّهُمْ عَلٰى قَتْلِ الْمُوْحِدِيْنَ وَ أَخْذِ أَمْوَالِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفِّرُ وَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّ الَّذِيْ يَحُثُّ عَلَيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَنْكَرَهُ وَ نَهٰى عَنْهُ وَ سَمَّاهُ الشِّرْكَ بِاللهِ وَيَشْهَدُ أَنَّ الَّذِيْ يُبْغِضُهُ وَ يُبْغِضُ أَهْلَهُ وَ يَامُرُ الْمُشْرِكِينَ بِقَتْلِهِمْ هُوَ دِيْنُ اللهِ وَرَسُولِهِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَدِلَّةَ عَلٰى تَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ إِذَا أَشْرَكَ بِا للهِ أَوْ صَارَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُوْحِّدِيْنَ وَ لَوْ لَمْ يُشْرِكَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُنحَصَرَ مِنْ كَلَامِ اللهِ وَ كَلَامِ رَسُوْلِهِ ﷺ وَكَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ۔

وَأَنَا أَذْكُرُ لَكَ آيَةً مِّنْ كَلَامِ اللهِ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلمِ عَلٰى تَفْسِيرِهَا وَ أَنَّهَا فِى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَالَ ذَلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ فِى أَيِّ زَمَانٍ كَانَ ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿مَنْ كَفَرَ بِااللهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ

شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞وَفِيْهَا ذِكْرُ أَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوْا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ۔
فَإِذَا كَانَ الْعُلْمَاءُ ذَكَرُوْا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضِىَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا فَتَنَةُ أَهْلُ مَكَّةَ ، وَذَكَرُوْا أَنَّ الإِنْسَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلَامِ الشِّرْكِ بِلِسَانِهِ مَعَ بُغْضِهِ لِذٰلِكَ وَ عَدَاوَةِ أَهْلِهِ لٰكِنْ خَوْفًا مِّنْهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ بَعَدَ اِيْمَانِهِ۔''[74]

''بعض لوگ آج کل تم سے اس معاملہ میں بحث و تکرار اور جھگڑا کرتے ہوئے ایک شبہ پیش کرتے ہیں۔ وہ شبہ اور اس کا جواب خوب دل لگا کر پڑھ لیں۔ شبہ پیش کرنے والے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں جو آپ لوگ بیان کرتے ہیں بالکل درست ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی دین ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ کے ساتھ ہم درج ذیل دو باتوں کے سوا تمام باتوں میں اتفاق کرتے ہیں:

① کافروں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو کافر کہنے کے معاملہ میں اور
② ان کے ساتھ قتال کرنے کے معاملہ میں۔

اس کا جواب پیش خدمت ہے: انتہائی تعجب انگیز بات تو یہی ہے کہ ایک ایسے شخص پر اس شبہ کا جواب مخفی ہے جو اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ ہمارا موقف قرآن وسنت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کے مطابق ہے۔ جب کوئی شخص صدق دل سے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین ''اسلام'' برحق دین ہے۔ تو پھر:

۞ وہ شخص اس کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو اس دین کا انکار کرتا ہے؟ اس دین کی طرف دعوت دینے والے اور اس دین کو قائم کرنے والے، داعی اور مجاہد کو قتل اور گرفتار کیوں کرتا ہے؟

۞ پھر وہ شخص اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو اپنی فوج اور انتظامیہ کو حکم دیتا ہے کہ ان مجاہدوں اور داعیوں کو گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کر دو؟

[74] الرسائل الشخصية ، القسم الخامس من مؤلفات الشيخ محمد بن عبدالوہاب:272

۞ پھر وہ اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟ جو مشرکوں کے پاس جا کر انہیں برانگیختہ کرتا ہے کہ تم اپنے دین پر ڈٹے رہو، تمہارا دین و مذہب نظریہ و مؤقف بہت ہی بہترین اور خوبصورت ہے۔[75]

اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرکوں اور کافروں کو خالص العقیدہ اہل توحید کے قتل اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے (اکاؤنٹس منجمد کرنے) کے لیے ابھارتا ہے؟

۞ پھر وہ شخص اس شخص کے کافر ہونے کا عقیدہ کیوں نہیں رکھتا؟ حالانکہ وہ گواہی دیتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے پاس جا کر انہیں جس چیز پر برانگیختہ کرتا ہے۔ رسول اکرم جناب محمد ﷺ نے اس چیز کا انکار کیا ہے، اس سے روکا ہے اور اس طرز عمل کو شرک قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس بات کی گواہی بھی دیتا ہے کہ اہل توحید اور مجاہدین کے جن اعمال واقدامات عقائد و نظریات کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اللہ کا دین بہر حال یہی ہے اور مجاہدین اور مؤحدین ہی حقیقت میں دین کے اصل داعی اور نافذ کرنے والے ہیں؟

یاد رکھیے! کوئی کلمہ پڑھنے والا نیک مسلمان جب اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگ جائے اور موحدین کے مخالف ہو کر مشرکین کا ساتھی بن جائے وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بذاتِ خود شرک کا ارتکاب نہ بھی کرے۔ قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں اور اہل علم کی تالیفات وتصنیفات میں اس بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے۔

---

[75] اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ شریعت کی بجائے کفار ومشرکین کے دین اور قانون، تہذیب اور تمدن، ثقافت اور معاشرت، معیشت اور سیاست کو زیادہ پسندیدہ، خوبصورت اور درست کہنے کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: 51 میں بھی بیان فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾ (النساء= 51:4)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟ جو بتوں کا اور باطل معبودوں کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں بیان دیتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں'' مذکورہ بالا آیت ایک یہودی عالم اور سردار کعب بن اشرف (لعنۃ اللہ علیہ) کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جب وہ مکہ آیا تو اہل مکہ نے اس سے پوچھا! بتایئے! ہم زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی؟ کعب بن اشرف نے بددیانتی، خباثت نفس اور حسد و کینہ کی بنا پر یہ ریمارکس دیے کہ آپ لوگ ایمان والوں (یعنی محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کرام □) سے زیادہ فکر راست کے حامل ہیں سچ یہ ہے کہ

عَيْنُ الرِّضَا عنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا أَنَّ عَيْنَ السُّخَطِ تُبْدِى الْمَسَاوِيَا

(کسی سے محبت ہو تو اس کا کوئی عیب بھی نہیں لگتا۔ جس طرح کسی سے ناراضگی ہو تو ہر بات میں کیڑے ہی نکالے جاتے ہیں)

یہاں پر بطور مثال (For an Example) میں صرف قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ یہ وہ آیت ہے کہ تمام اہل علم نے اس کی تفسیر و تشریح بیان فرماتے ہوئے متفقہ طور پر یہ بیان کیا ہے کہ آیت واقعتاً ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہو، پھر وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جا کر مل جائے اگر وہ ان کی طرح شرک بھی نہ کرے صرف مشرکوں کا ساتھی بن جانے کی بناپر وہ کافر ہو جاتا ہے۔ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر لفظ ''کفر''استعمال فرمایا ہے۔ایسا شخص کسی بھی زمانہ میں ہو کسی بھی علاقہ میں ہو اس پر کافر ہونے کا حکم لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''

سورۃ النحل کی مذکورہ بالا آیت سے اگلی آیت: ۱۰۷ میں اللہ رب العزت نے ان ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں کے کفر کا سبب بھی بیان فرمایا ہے۔ان کے کفر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔

علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت سیدنا عمار بن یاسر □ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ نے انہیں طرح طرح کی آزمائشوں اور ابتلاؤں میں مبتلا رکھا تھا۔ علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ کوئی انسان جب اپنی زبان سے شرک اور کفر والی بات نکال دیتا ہے۔حالانکہ اس انسان کے دل میں کفر اور شرک کی نفرت اور عداوت موجود ہے محض کافروں اور مشرکوں سے ڈرتے ہوئے وہ شرکیہ اور کفریہ بات کہہ ڈالتا ہے تو ایسا شخص بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا ہے۔''

(محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی تیسری وضاحت مکمل ہوئی) [76]

[76] ملاحظہ = مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب □ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شخص کا تذکرہ کیا ہے جو شخص دنیوی مفادات و اغراض کے حصول اور دنیوی آسائش اور مال و متاع کے چھن جانے کے خوف کی بناء پر کفریہ بات کہہ ڈالے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن ---اگر کسی شخص کو انتہائی درجہ مجبور اور بے بس کر دیا جائے کہ وہ ضرور کفریہ کلمہ مونہہ سے نکالے تو ایسا شخص کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا دل ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمار بن یاسر t نے جبر و اکراہ کی صورت میں ایسا کام کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص ہے جو ''خائف''(خوفزدہ) ہے ۔ جبکہ دوسرا وہ شخص ہے جو ''مکرہ''(بے بس اور مجبور) ہے۔ خائف اور خوفزدہ کے لیے کلمہ کفر کہنے کی اجازت اور رخصت نہیں ہے۔ جبکہ مجبور بے بس اور انتہائی درجے کے ناچار آدمی کے لیے کلمہ کفر کہہ لینے کی اجازت اور رخصت ہے۔اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے مسئلہ: ۹ ''مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم'' میں آرہی ہے۔

## تم یقیناً کافر ہو چکے ہو:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ایک اور مقام پر مزید وضاحت فرماتے ہیں:

”وَلٰکِنْ عَلَیْکَ بِفَهْمِ آیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللهِ، أَوْلٰهُمَا : مَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِہٖ:﴿لاَ تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْکُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ﴾، فَاِذَا تَحَقَّقَتْ أَنَّ بَعْضَ الصِّحَابَةِ الَّذِیْنَ غَزَوْا الرُّوْمَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ کَفَرُوْا بِسَبَبِ کَلِمَةٍ قَالُوْهَا عَلٰی وَجْهِ الْمَزْحِ وَاللّعْبِ ، تَبَیَّنَ أَنَّ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِالْکُفْرِ أَوْ یَعْمَلُ بِہٖ خَوْفًا مِنْ نَقَصِ مَالٍ أَوْ جَاهٍ أَوْ مُدَارَاةٍ لِأَحَدٍ: أَعْظَمُ مِمَّنْ تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ یَمْزَحُ بِهَا۔

وَالْآیَةُ الثَّانِیَةُ : قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿مَنْ کَفَرَ بِااللهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ أُکْرِهَ وَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾: فَلَمْ یَعْذُرِ اللهُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اِلَّا مَنْ أُکْرِهَ مَعَ کَوْنِ قَلْبِہٖ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ، وَأَمَّا غَیْرُ هٰذَا فَقَدْ کَفَرَ بَعْدَ اِیْمَانِہٖ ، سَوَاءٌ فَعَلَہٗ خَوْفًا أَوْ مَشْحَّةً بِوَطْنِہٖ أَوْ أَهْلِہٖ أَوْ عَشِیْرَتِہٖ أَوْ مَالِہٖ ، أَوْ فَعَلَہٗ عَلٰی وَجْهِ الْمَزْحِ ، أَوْ لِغَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْأَعْرَضِ اِلَّا الْمُکْرَهَ۔

تَدُلُّ عَلٰی هٰذَا مِنْ وَجْهَتَیْنِ : أَلأُوْلٰی: قَوْلُ اِلَّا مَنْ أُکرِهَ ، فَلَمْ یَسْتَثْنِ اللهُ اِلَّا الْمُکْرَهَ ، وَ مَعْلُوْمٌ أَنَّ الاِنْسَانَ لَا یُکْرَهُ اِلَّا عَلَی الْعَمَلِ أَوِ الْکَلَامِ ، وَأَمَّا عَقِیْدَةُ الْقَلْبِ فَلَا یُکْرَهُ أَحَدٌ عَلَیْهَا وَالثَّانِیَةُ : قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿ذٰلِکَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیَاةَ الدُّنْیَا عَلَی الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الکٰفِرِیْنَ﴾ فَصَرَّحَ أَنَّ هَذَ الْکُفْرَ وَالْعَذَابَ لَمْ یَکُنْ بِسَبَبِ الْاِعْتِقَادِ أَوِ الْجَهْلِ أَوِ الْبُغْضِ لِلّدِیْنِ ، أَوْ مَحَبَّةِ الْکُفْرِ ، وَاِنَّمَا سَبَبَہٗ أَنَّ لَہٗ فِیْ ذَالِکَ حَظًّا مِنْ حُظُوْظِ الدُّنْیَا فَآثَرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ ، (وَاللهُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ)[77]

[77] رسالۃ کشف الشبہات فی التوحید من کتاب مجموعۃ التوحید:126,125 نیز دیکھیے الرسائل النجدیۃ:46، کشف الشبہات فی التوحید لمحمد بن عبدالوہاب:۲۷۔المطبوعۃ من دار الوطن للنشر والاعلام

"آیا کوئی شخص ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے کے بعد بھی کافر ہو سکتا ہے یا کہ نہیں، اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ قرآن مجید کی دو آیات کو سمجھیں

① پہلی آیت تو یہ ہے کہ جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں: "تم بہانے نہ بناؤ۔ یقیناً تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تو لوگوں میں سے بعض سے در گزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔" (التوبۃ=٩:٦٦) اس ارشاد باری تعالیٰ کے متعلق یہ بات ثابت ہے یہ بعض کلمہ پڑھنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ اور ہمرکاب ہو کر اہل روم کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ واپس آتے ہوئے ان سے ایک ایسا کلمہ سرزد ہو گیا، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ وہ کلمہ بھی انہوں نے مزاح اور کھیل تماشے کے طور پر ادا کیا تھا۔ [78]

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو شخص زبان سے کفر والی بات نکالتا ہے اور کفریہ اعمال بجالاتا ہے، مال ودولت کے بارے میں خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی عہدہ ومنصب کے چھن جانے کا خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی کے ماتھے کی شکنوں کی پرواہ کرتے ہوئے وہ شخص تو اس آدمی سے کہیں بڑا مجرم اور کافر ہے جو صرف مزاح کے طور پر ایک کلمہ کفریہ منہ سے نکالتا ہے۔

② دوسری آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے ایمان کے بعد کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان ہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے" (النحل١٦:١٠٦) لہٰذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو معذور قرار نہیں دیا۔ مگر وہ شخص کہ جو انتہائی درجہ کا مجبور و بے بس ہو مگر اس کا دل ایمان واسلام پر برقرار ہو۔ اس کے علاوہ جو شخص

---

78 یہاں ان منافقین کا تذکرہ ہو رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے خلاف ایک ہرزہ سرائی یہ کی: یہ کان کا کچا ہے (ہلکا) ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ ہر ایک کی بات سن لیتا ہے (معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے حلم وکرم اور عفو ودرگزر کی صفت سے ان کو دھوکہ ہوا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! ہمارا پیغمبر شر اور فساد کی کوئی بات نہیں سنتا۔ جو بھی سنتا ہے تمہارے لیے اس میں خیر وبھلائی ہوتی ہے۔ جب ان منافقین کو بلا کر ان سے اُن کی اس ہرزہ سرائی کے بارے میں پوچھا گیا کہ تم نے یہ بات کیوں کہی ہے؟ انہوں نے اس کا دو لفظی جواب یہ دیا کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہنسی مذاق کے لیے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کا رسول ﷺ ہی رہ گئے ہیں؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ تمہارے یہ کہنے سے وہ ایمان اور اسلام ختم ہو چکا ہے جو تم پہلے ظاہر کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء اور گستاخی کے بعد اب اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی۔ پہلے جو ایمان تھا وہ بھی نفاق پر مبنی تھا۔ تاہم اس کی بدولت ظاہری طور پر تمہارا اشمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس کی بھی گنجائش ختم ہو گئی ہے بقول شخصے

پہلے ہی کیا عزت تھی اپنی پیشِ یار
شب بھی کی منتوں نے گنوا دی رہی سہی

بھی ایسا کرے گا وہ ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کرے گا۔ چاہے وہ کسی خوف وخطر کی بناپر ایسا کام کرے یا کسی کی ناراضگی کے خوف سے ایسا کرے یا اپنے وطن، اپنے اہل وعیال یا اپنے کنبہ وقبیلہ کی خاطر ایسا کرے یا فقط ہنسی مذاق کے طور پر ایسا کرے ۔ یا ان کے علاوہ اس کے دل میں کوئی اور غرض اور مفاد ہو۔ جبر واکراہ کی صورت کے علاوہ کسی صورت یہ جائز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی کہ ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ﴾ "مگر جو مجبور کیا جائے" گویا اللہ تعالیٰ نے مجبور اور بے بس شخص کے علاوہ کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ کسی کو صرف کسی عمل کے معاملہ میں مجبور کیا جاسکتا ہے یا کلام اور گفتگو کے معاملہ میں۔ (یعنی مجبور کر کے کوئی ایسا کام کروایا جاسکتا ہے جو کام مجبور شخص نہ کرنا چاہتا ہو یا ایسی بات کہلوائی جاسکتی ہے جو مجبور نہ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن جہاں تک دل کے عقیدہ ونظریہ کا معاملہ ہے اس بارے کوئی شخص بھی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

② سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر ومرتد ہونے والوں کے کفر وارتداد کی وجہ اور سبب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ ان کے کفر اور عذاب کا سبب کوئی نظریاتی مسئلہ، کوئی جہالت والا معاملہ، دین اسلام سے نفرت کی وجہ سے یا کفر سے محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے محض دنیا کی لذتوں، آسائشوں اور راحتوں کی بناء پر دنیا فانی کی زندگی کو دین اسلام پر فوقیت اور ترجیح دے ڈالی ۔(واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم) (شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے چوتھے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

ذرا سوچئے اور غور فرمائیے ! کیا اتنے واضح بیان کے بعد بھی اس شخص کے بارے کسی بیان کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، جو کافروں اور مرتدوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرتا ہے۔ ہاں صرف اس شخص کو ہی مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس ہوگی جس کے بارے کلام باری تعالیٰ میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ (المائدة=5:41)

''جس کو فتنہ میں مبتلا کرنا (یعنی خراب کرنا) اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ایسے شخص کے لیے آپ کوئی ہدایت کی چیز نہیں پائیں گے۔''

## شیخ محمد بن عبدالوہاب  کے زیادہ اقتباسات پیش کرنے کی وجہ:

سابقہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ بہت زیادہ عبارتیں اور پیرا گراف مجدد الدعوۃ محمد بن عبدالوہاب  کے عرض گزار کیے گئے ہیں۔اس لیے کہ اس خاص مسئلہ پر علماء اہل عرب نے اور خاص طور پر علماء نجد نے بہت زیادہ گفتگو اور کلام اپنی اپنی تصنیفات اور تالیفات میں درج فرمایا ہے۔اس کی وجہ وہ مماثلت اور موافقت ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان پائی جاتی ہے۔ کیونکہ انہیں بھی ویسے ہی حالات درپیش تھے جن کے ساتھ آج کے دور میں ہم دوچار ہیں۔ جس طرح ہمیں ایسے حکمرانوں سے پالا پڑا ہوا ہے جو بھاگ بھاگ کر اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے دوستیاں رچانے میں بڑے سرگرم دکھائی دیتے تھے۔ پھر اس سے بڑھ کر پریشانی والی بات یہ تھی اس وقت بھی ایسے مَشَائِخ الضَّلَالَۃ، عُلْمَاءُ السُّوء، درباری اور سرکاری اسکالرز اور اصحاب جبہ ودستار مولوی دستیاب تھے جنہوں نے ان حکمرانوں کے متعلق فتوے دیئے کہ یہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں کرنے والے بلاشبہ ''مسلمان'' ہیں۔

جب کوئی شخص شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب  اور ان کے چاہنے والوں نیز ان کے بیٹوں اور پوتوں کے افکار ونظریات، تشریحات وتصریحات اور اقتباسات پر غور کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعتا جو شخص کافروں اور مرتدوں سے دوستی قائم کرتا ہے وہ انہی کی طرح کافر ومرتد ہے۔اور اس شخص کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔اگر کوئی شخص ایسا کام کسی دنیوی غرض سے کرے (مثلاً کسی عہدہ ومرتبہ، کسی ایوارڈ، پروٹوکول یا کسی دنیوی آسائش اور راحت کے حصول کے لیے کرے) یا کوئی شخص کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی دل کی خوشی کے ساتھ کرے یا کافروں کے ساتھ دوستی اعتقادی اور نظریاتی ہم آہنگی کی بناء پر کرے دونوں صورتوں میں ہی وہ کافر شمار ہو گا۔ان میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔

اللہ رب العزت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ، ان کے بھائیوں، ان کے تمام چاہنے والوں پر رحم وکرم فرمائے۔ جن معاملات میں آج اختلاف کھڑے کر دیے گئے اللہ تعالیٰ ان میں سے درست مؤقف ونظریہ کی ہماری رہنمائی فرمائے۔ یقیناوہ ہر چیز پر قادر ہے۔(آمین یارب العالمین)

## مشرکین کا ہم نوالہ و ہم پیالہ کافر ہے:

شیخ محمد بن عبد الوہاب ؒ کے پوتے سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں:

"اِعْلَمْ رَحِمَکَ اللهُ أَنَّ الْإِنْسَانَ اَذَا أَظْهَرَ لِلْمُشْرِكِيْنَ الْمُوَافِقَةُ عَلٰى دِيْنِهِمْ خَوْفًا مِّنْهُمْ وَ مُدَارَةَ لَّهُمْ وَ مُدَاهَنَةً لِدُفِعَ شَرِّهِمْ فَاِنَّہُ كَافِرٌ مِّثْلُهُمْ وَ اِنْ كَانَ يَكْرَهُ دِيْنَهُمْ وَيَبْغِضُهُمْ وَيُحِبَّ الْإِسْلَام وَالْمُسْلِمِيْنَ ، وَ هٰذَا اِذَا لَمْ يَقَع مِنْہُ اِلَّا ذٰلِکَ ، فَكَيْفَ اِذَا كَانَ فِيْ دَارٍ مَنَعْةٍ وَاسْتَدعٰى بِهِمْ وَ دَخَلَ فِى طَاعَتِهِمْ وَ أَظْهَرَ الْمُوَافَقَةَ عَلٰى دِيْنِهِمْ الْبَاطِلَ وَأَعَانَهُمْ عَلَيهِ بِالنَّصْرَةِ وَالْمَالِ وَ وَالَاهُمْ وَ قَطَعَ المُوَالَاةَ بَيْنَہُ وَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ صَارَ مِنْ جُنُودِ الْقِبَابِ وَالشِّرْكِ وَ أَهْلِهَا بَعْدَ مَا كَانَ مِنْ جُنُودِ الإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيْدِ وَ أَهْلِهِ ، فَإِنَّ هَذَا لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّہُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ مُسْلِمٌ أَنَّہُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَ لِرَسُوْلِهِ وَ لَا يُستَثْنٰى مِنْ ذَالِکَ اِلَّا الْمُكْرَہُ "

"خوب جان لیجیے! کوئی بھی انسان جب مشرکین کے ساتھ اپنی موافقت اور یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔ خواہ ان سے ڈرتے ہوئے ایسا کرے یا ان سے بنا کر رکھنے کی خاطر ایسا کرے یا ان کے کسی شر سے بچنے کے لیے بچھ جانے کی وجہ سے ایسا کرے بہر حال وہ شخص ان مشرکوں کی طرح کا ہی مشرک و کافر ہوگا۔ اگرچہ یہ شخص ان کافروں اور مشرکوں کے دین کو ناپسند ہی کرتا ہو اور اس کو صرف اظہار یکجہتی اور باہمی موافقت سے ہی وہ کافر و مشرک قرار پائے گا۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمالیجیے کہ اگر کوئی شخص شان و شوکت والا ہو اور فوجی قوت وطاقت بھی اس کے پاس ہو۔ پھر بھی وہ کافروں کا ساتھ دے، ان کی اطاعت میں داخل ہو، ان کے باطل دین و مذہب پر ان کی موافقت کرتے ہوئے، ہر طرح کی سپورٹ مہیا کرتے ہوئے اور مالی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ان کا تعاون کرے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے۔ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرلے۔ اصحاب گدی و آستانہ، اصحاب دربار و مزار اور دیگر مشرکین کا ہم نوالہ و ہم پیالہ بن جائے جبکہ وہ پہلے اہل توحید میں سے تھا اور مخلص مسلمان تھا۔ لیکن مذکورہ بالا افعال بد کی بنا پر بہر صورت وہ کافر قرار پائے گا۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔ یہ کافر بھی ایسا ہوگا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ ان میں سے وہ شخص مستثنیٰ (Exept) قرار دیا جائے گا جس کے ساتھ جبر واکراہ والا معاملہ ہو۔"

## کفار سے ہر قسم کا تعاون ''کفر'' ہے:

شیخ سلیمان بن عبداللہ  فرماتے ہیں:

''اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِمَّا يُوْجِبُ الْجِهَادَ لِمَنِ اتَّصَفَ بِهٖ مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ اِعَانَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِيَدٍ أَوْ بِلِسَانٍ أَوْ بِقَلْبٍ أَوْ بَمَالٍ ، فَهَذَا كُفْرٌ يُّخْرِجٌ مِّنَ الإِسْلَامِ ، فَمَنْ أَعَانَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَعَانَهُمْ مِنْ مَالِهٖ بِمَا يَسْتَعِيْنُوْنَ بِهٖ عَلٰى حَرْبِ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْتِيَارًا مِنهُ فَقَدْ كَفَرَ ، قَالَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَابِ فِي نَوَاقِضِ الْإِسْلَامِ ، الثَّامِن: مُظَاہَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتُهِمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ اِنَّ اللهَ لاَ يَہْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[79]

''ایک ایسے شخص کے خلاف جہاد کو واجب کرنے والی تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص بھی مشرکین کی مدد وحمایت کرتا ہے یا اپنے ہاتھ ،زبان یا مال غرضیکہ کسی بھی طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کو سپورٹ فراہم کرتا ہے ۔یہ ایسا کفر ہے جو اسے اسلام سے باہر نکال دیتا ہے۔جو انسان بھی مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرتا ہے ۔مشرکوں کو اپنا مالی تعاون پیش کرتا ہے جس کو وہ کافر ومشرک مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں بروئے کار لاتے ہیں۔یہ تعاون بھی وہ اختیاری حالت میں کافروں کے پیش خدمت کرتا ہے،ایسا شخص بلاشبہ کافر ہو جاتا ہے ۔شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے نواقض اسلام میں سے آٹھواں ناقض (اسلام کو ختم کرنے والا عمل) یہ بیان کیا ہے کہ ''مشرکین کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مشرکوں کا تعاون کرنا۔یعنی یہ اسلام کو ختم کرنے والا آٹھویں نظریہ وعمل ہے۔اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت: ۵۱ ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا۔''

[79] الدرر السنية فى الاجوبة النجدية: 275/7

## مشرکین سے نفرت نہ ہونا بھی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب  کے دو بیٹوں حسین بن محمد اور شیخ عبداللہ بن محمد  سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا۔ جو دین اسلام میں داخل ہے۔ اس دین سے محبت بھی کرتا ہے اور دین اسلام پر چلنے والے مسلمانوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ مگر مشرکین سے دشمنی اختیار نہیں کرتا۔ یا دشمنی تو کرتا ہے مگر مشرکین کو کافر تسلیم نہیں کرتا۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

''مَنْ لَّا يُعَادِي الْمُشْرِكِيْنَ أَوْ عَادَاهُمْ وَلَمْ يُكَفِّرُهُمْ فَهُوَ غَيْرُ مُسْلِمٍ وَ هُوَ مِمَّنْ قَالَ تَعَالٰى فِيْهِمْ: ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً، اُولٰٓئِكَ ہُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾[80]

''جو مشرکین سے عداوت نہیں رکھتا۔ یا عداوت تو رکھتا ہے مگر ان کو کافر تسلیم نہیں کرتا وہ ''غیر مسلم'' ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے''

## شیخ عبدالرحمن حسن  کی وضاحت:

شیخ محمد بن عبدالوہاب  کے پوتے فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن  ارشاد فرماتے ہیں:

''النَّوْعُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الْإِسْلَامِ : مَنْ عَرَفَ التَّوْحِيْدَ وَ أَحَبَّهُ وَاتَّبَعَهُ وَ عَرَفَ الشِّرْكِ فَهَذَا كَافِرٌ ، وَ فِيْهِ قَالٰى تَعَالٰى: ﴿ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا أَنْزَلَ اللهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾

النَّوعُ الرَّابِعُ مِنَ النَّوَاقِضِ : مَنْ سَلِمَ مَنْ هٰذَا كُلِّہٖ لٰكِنْ أَهْلُ بَلَدِهِ يَصْرَحُوْنَ بِعَدَاوَةِ التَّوْحِيْدِ وَ اتِّبَاعِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَ يَسْعَوْنَ فِيْ قِتَالِهِمْ وَ عُذْرُهُ أَنَّ تَرْكَ وَطْنِہٖ يَشُقُّ عَلَيْهِ ، فَلْيُقَاتِلُ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ مَعَ أَهْلِ بَلْدِهِ وَ يُجَاهِدُ بِمَالِہٖ وَ نَفْسِہٖ فَهذَا أَيْضًا كَافِرٌ.........اِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ:

[80] الدرر السنية فی الاجوبة النجدية :275/7

وَأَمَّا مُوَافَقَتُهُ عَلَى الْجِهَادِ مَعَهُمْ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ مَعَ أَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَطعَ دِيْنِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَأَكْبَرُ مِمَّا ذَكَرْنَا بِكَثِيْرٍ ، فَهَذَا أَيْضًا كَافِرٌ مِمَّنْ قَالَ اللهُ فِيْهِمْ: ﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اُوْلٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا﴾[81]

''نواقض اسلام (یعنی اسلام کو ختم کر دینے یا اسلام سے خارج کر دینے والی چیزوں) میں سے تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص عقیدۂ توحید کو پہچان لیتا ہے، اس سے محبت بھی کرتا ہے، مزید براں وہ شرکیہ عقیدے کو بھی پہچان لیتا ہے۔ اس عقیدے سے کنارہ کشی بھی اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن وہ اہل توحید کو ناپسند کرتا ہے اور مشرکین سے محبت کرتا ہے۔ ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ محمد کی آیت: ۹ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

نواقض اسلام میں سے چوتھے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص بالفرض مذکورہ بالا تمام چیزوں سے سلامت رہتا ہے۔ لیکن اس کے شہر اور علاقے کے دوسرے باشندے واضح طور پر عقیدۂ توحید سے عداوت رکھتے ہیں۔ اہل شرک کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کے لیے ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں۔ (یہ شخص ان لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور اس علاقے کو خیر باد نہیں کہتا ہے) اس کے پاس یہ عذر ہے کہ میرے لیے وطن کو چھوڑنا انتہائی دشوار ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنے اہل علاقہ اور اہل شہر کے ساتھ مل کر اہل توحید سے لڑنے بھی لگ جاتا ہے۔ اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ نام نہاد ''دہشت گردی'' کے خلاف جہاد شروع کر دیتا ہے۔ تو یہ بھی کافر ہے۔

[81] المورد العذب الزلال فی کسف شبهة أهل الضلال:103

شیخ عبدالرحمن بن حسن  فرماتے ہیں: کافروں کے ساتھ مل کر کسی کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمان کا مسلمان ہی کے خلاف ''جہاد ''کرنا جبکہ وہ جانتا بھی ہے کہ وہ کفار،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین برحق ''اسلام''کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں.سابقہ گفتگو میں ذکر کردہ صورت حال سے کئی لحاظ سے بڑا گناہ ہے۔
دین اسلام ختم کرنے کے لیے کوشاں ان کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے والا یہ نام نہاد کلمہ گو مسلمان ''کافر'' ہے۔ایسے شخص کے بارے میں اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت :۹۱ میں فرماتے ہیں:
''تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤگے ،جن کی بظاہر خواہش ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔لیکن جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جاتے ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے (لڑائی میں) کنارہ کشی نہ کریں تمہاری اطاعت نہ کریں اور (کافروں کے ساتھ لڑائی کے وقت یہ لوگ)اپنے ہاتھ تم سے روک کر نہ رکھیں تو آپ ان کو پکڑیں اور جہاں کہیں بھی پائیں ان کو قتل کردیں۔ان لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی حجت دے دی ہے۔''

## عرب کے چار جید علماء کی وضاحت:

عرب کے چار شیوخ :(۱)شیخ محمد بن عبداللطیف(آل شیخ)،(۲)شیخ سلیمان بن سمحان،(۳)شیخ صالح بن عبدالعزیزاور(۴) شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم سے دو خارجی ٹائپ فرقوں ''(۱)العجمان اور (۲)الدویش کے متعلق سوال کیا گیا۔یہ دونوں فرقے ایسے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے شہر سے خروج کرتے ہوئے بغاوت کی تھی۔باجوداس بات کے کہ یہ اپنے آپ کو سیدنا جعفر بن ابی طالب  اور ان کے ساتھیوں کے پیروکار ظاہر کرتے تھے۔سیدنا جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کی شان ومنزلت سے کون آگاہ نہیں۔یہ وہ عظیم لوگ تھے جنھوں نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی خاطر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ۔اپنے آپ کو ان عظیم ہستیوں کی طرف منسوب کرکے دراصل یہ گمراہ ،خارجی اور مرتد قسم کے لوگ اپنا دفاع کرتے تھے۔کافروں کے ساتھ مل کر یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے اور مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے تھے۔ان کے بارے میں مذکورہ بالا چار علماء عرب سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق ان کا کیا حکم ہے ؟انھوں نے جواب دیا:

" هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمْ السَّائِلُ وَهُمُ الْعَجْمَانُ وَالدَّوِيْشُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ لَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهِمْ وَ رِدَّتِهِمْ لِاَنَّهُمْ انحَازُوا اِلٰى أَعْدَاءِ اللهِ وَ رَسُوْلِہٖ وَطَلَبُوْا الدُّخُوْلَ تَحْتَ وَلَايَتِهِمْ وَاسْتَعَانُوْا بِهِمْ ، فَجَمَعُوْا بَيْنَ الْخُرُوْجِ مِنْ دِيَارِالْمُسْلِمِيْنَ و بَيْنَ اللُّحُوْقِ بِأَعْدَاءِ المِلَّۃِ وَ تَكْفِيْرِهِمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَاسْتِحْلَالِ دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔"[82]

"سوال کرنے والے نے جن لوگوں کے بارے میں سوال کیا ہے، یعنی (۱) عجمان اور (۲) دویش[83] فرقوں کے بارے میں اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں۔ان کے بارے میں یاد رکھیے کہ ان لوگوں کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔اس لیے کہ انہوں نے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں (کلمہ نہ پڑھنے والے کافروں) کی طرف مائل کیا ہے۔کافروں کی مدد، تعاون اور تسلط کی کے زیر سایہ مسلم علاقوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔کافروں سے انہوں نے مدد اور تعاون کیا ہے۔اس طرح گویا ان کے اندر بیک وقت چار بڑے بڑے کفریہ جرائم جمع ہو گئے ہیں۔

1. اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنا۔
2. ملت اسلامیہ کے دشمنوں کے ساتھ مل جانا۔
3. اہل اسلام کو کافر کہنا۔
4. مسلمانوں کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال اور مباح سمجھ لینا۔(کہ ان کا خون بہانا جائز ہے اور ان کا مال غصب کرنا اور ان کے اکاؤنٹس منجمد کرنا درست ہے۔)

## تاتاریوں سے جاملنا بھی باعث کفر ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  "الاِخْتِيَارَاتُ الفِقهِيَّۃ " میں فرماتے ہیں:

82 الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ:433/7

83 عجمان اور درویش دوایسے گمراہ قبیلے اور فرقے تھے جنہوں نے جزیرۂ عرب میں سر اٹھایا تھا۔مذکورہ بالا چاروں شیوخ کرام جن سے ان کے متعلق فتوی طلب کیا گیا وہ ان کے دور میں باحیات تھے۔ان دونوں گمراہ فرقوں کو پھر اس وقت کفر وارتداد کی بناء پر قتل کر دیا گیا تھا۔

"من جَمَّزَ اِلٰی مُعَسْکَرِ التُّتَرِ وَ لَحِقَ بِھِمْ ارْتَدَّ وَ حَلَّ دَمُہٗ وَ مَالُہٗ ، فَاِذَا کَانَ ھَذَا فِی مُجَرَّدِ اللُّحُوْقِ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَکَیْفَ بِمَنْ اعْتَقَدَ مَعَ ذَالِکَ أَنَّ جِھَادَھُمْ وَ قِتَالَھُمْ لِأَھْلِ الْاِسْلَامِ دِیْنُ یُدَانُ بِہِ ، ھَذَا أَوْلٰی بِالْکُفْرِ وَالرِّدَّۃِ۔"[84]

"جو شخص تاتاریوں کے معسکر (چھاؤنی) کی طرف بھاگا بھاگا جاتا ہے اور ان سے جاملتا ہے، وہ شخص مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہانا اور اس کا مال اپنے قبضہ میں لینا جائز ہے۔ مشرکین کے ساتھ صرف جاملنے کا یہ حکم ہے کہ وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا اور اس کا مال قبضہ میں لینا جائز ہے۔ تو اس شخص کے متعلق خود غور فرمالیں کہ جو اس بات کا اعتقاد اور نظریہ رکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کرنا میرے دین و مذہب میں شامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ثانی الذکر شخص کفر وارتداد میں کہیں زیادہ آگے بڑھا ہوا ہے۔'(وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ)

## موجودہ زمانے کے مرتدین اور تاتاریوں کا معاملہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ  کے اقتباس اور قول سے آپ کو معلوم ہوا کہ جو شخص تاتاریوں کے معسکر (ٹریننگ سنٹر) کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے۔اس کا یہ حکم ہے۔حالانکہ تاتاری لوگ وہ تھے جو اسلام اور اسلامی شعائر کا اظہار کرتے تھے لیکن وہ اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کا فیصلہ اسلامی قانون کے بغیر کرتے تھے۔ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں کہ جو ان کی طرف جاملے اور ان کے لشکروں اور ان کی فوجوں میں شامل ہو جائے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔اس کا قتل جائز اور اس کے مال کو قبضہ میں لینا مباح ہے۔اس شخص کا وہی حکم ہے جو مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما اور برسرپیکار کافروں کا حکم ہے۔جب آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی تو اس شخص کے معاملے کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ جو شخص بغیر کسی جبر واکراہ کے، اختیاری حالت میں، دل سے چاہتے ہوئے کافروں اور مرتدوں کی فوج اور اتحادوں میں جاملتا ہے، مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں وہ کافروں کا ساتھ دیتا ہے، کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں اور مجاہدوں کو وہ پابند سلاسل کرتا ہے اور پس دیوار زنداں ڈال دیتا ہے، مخلص مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں اور سزاؤں سے دوچار کرتا ہے اور ان کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کرتا۔ مسلمانوں کا خون بہانے اور عزت پامال کرنے کو جائز اور مباح تصور کرتا ہے۔وہ مال اور عزتیں جن کے حرام ہونے کے بارے قرآن وسنت کے بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔

84

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  کے ہاں تاتاری کافروں کے ساتھ محض جاملنا دین سے مرتد ہو جانا ہے۔ حالانکہ تاتاری اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ تو جو شخص کافروں کے ساتھ جاملنے کے علاوہ یہ جرم بھی کرے کہ وہ کافروں کے ہمرکاب ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو جائے اور جنگ بھی محض دین ومذہب اور اعتقادی و نظریاتی بنیاد پر ہو تو اس شخص کے بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ شخص واقعتاً کافر اور مرتد ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو ان جیسے لوگوں کے بارے میں توقف اور خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں مسلمان ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے بعض اسلامی شعائر پر توکاربند اور عمل پیرا ہیں۔

## عوام الناس کو آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق  فرماتے ہیں:

''وَ قَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ مُظَاهَرَةَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ دَلَالَتَهُمْ عَلٰى عَورَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوِ الذَّبَّ عَنْهُمْ بِلِسَانٍ أَوْ رَضِيْ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ كُلُّ هٰذِهِ مُكَفِّرَاتٌ مِمَّنْ صَدَرَتْ مِنْهُ مَنْ غَيْرِ الْاِكْرَاهِ الْمَذْكُوْرِ ، وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ مُرْتَدٌّ وَاِنْ كَانَ مَعَ ذٰلِكَ يُبْغِضُ الْكُفَّارَ وَ يُحِبُّ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ ذٰلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ وَ اِنَّمَا كَرَّرْنَا لِعُمُوْمِ الْجَهْلِ بِهٖ وَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ''[85]

''یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ کفار و مشرکین کی مدد کرنا، مسلمانوں کے خفیہ راز اور پر گرام کافروں کو بتانا، اپنی زبان کے ساتھ ان کا دفاع کرنا یا کافروں کے نظریات، اقدامات اور تحفظات کو پسند کرنا کسی بھی مسلمان شخص کو کافر بنا دینے والی چیزیں ہیں۔ جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوتی ہیں وہ کافر ہو جائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا مجبور و بے بس ہو جس کا بیان سورۃ النحل کی آیت نمبر: ۱۰۶ میں مذکور ہے۔ جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوں وہ مرتد ہے۔ اگرچہ وہ کافروں سے نفرت کرتا ہو اور مسلمانوں سے محبت کرتا ہو۔ یہ بات پہلے کئی بار گزر چکی ہے ۔اب ہم نے اس بات کو بار بار اس لیے بیان کیا ہے کہ عوام الناس میں اس بارے میں بہت زیادہ لاعلمی اور کم فہمی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کی طرف توجہ دلانے اور عوام الناس کو اس سے آگاہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔''

85 الدفاع عن اهل السنة والاتباع للشيخ حمد بن عتيق النجدى:32,31

## حیات دنیوی کو ترجیح دینے کا انجام:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق  مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" أَنْ يُّوَافِقَهُمْ--أَی الْكُفَّارَ--فِی الظَّاهِرِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لَهُمْ فِی الْبَاطِنِ ، وَهُوَ لَيْسَ فِی سُلْطَانِهِمْ وَ اِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰی ذَالِکَ اِمَّا طَمَعٌ فِی رَيَاسَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ مَشَحَّةٍ بِوَطْنٍ أَوْ عِيَالٍ ، أَوْ خَوْفٌ مِمَّا يَحْدُثُ فِی الْمَآلِ ، فَإِنَّهُ فِی هٰذِهِ الْحَالِ يَكُوْنُ مُرْتَدًّا وَ لَا تَنْفَعُهُ كَرَاهَتُهُ لَهُمْ فِی الْبَاطِنِ ، وَهُوَ مِمَّنْ قَالَ اللهُ فِيْهِمْ ﴿ذٰلِکَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾[86]

"کوئی شخص کافروں سے اگر اوپر اوپر سے ہی موافقت کا اظہار کرتا ہو اور ہاں میں ہاں ملاتا ہو۔ جبکہ اس کا دل ،ضمیر اور اندرون (inner) کافروں کی مخالفت میں ہی ہو۔ حالانکہ وہ شخص کافروں کے تسلط اور کنڑول میں بھی نہیں ہے کہ صرف جبر واستبداد کی بناء پر اس نے ایسا کیا ہو، بلکہ کسی حکومتی اور ریاستی لالچ، یا کسی مالی مفاد، یا وطن اور اہل وعیال کی محبت وجذبات سے بے بس ہو کر، یا آنے والے حوادث اور خطرات سے خوف کھاتے ہوئے اس نے کافروں سے یکجہتی اور ہم آہنگی کا اظہار کیا ہو۔ بہر حال وبہر صورت ایسا شخص مرتد ہو گا۔ دل اور ضمیر سے ان کو ناپسند کرنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہو گا جن کے بارے میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۷ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔ یقینا اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔"

## شاعرانہ انداز میں وضاحت:

شیخ سلیمان بن سحمان  کافروں سے دشمنی اور مومنوں سے محبت کے عقیدہ کو اپنے شاعرانہ انداز میں یوں واضح کرتے ہیں:

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ الْكَافِرِيْنَ فَمِثْلُهُمْ
وَ لَا شَکْ فِیْ تَكْفِيْرِهٖ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ
وَ مَنْ يُّوَالِيْهِمُ وَ يَرْكُنُ نَحْوَهُمْ
فَلَا شَکَّ فیْ تَفْسِيْقِهٖ وَ هُوَ فِیْ وَجَل

86

وَ كُلُّ مُحِبٌّ أَوْ مُعِيْنٍ وَ نَاصِرٍ
وَ يُظْهِرُ جَهْرًا لِلْوَفَاقِ عَنِ الْعَمَلِ
فَهُمْ مِثْلُهُمْ فِی الْكُفْرِ مِنْ غَيرِ رِيْبَةٍ
وَ اِذَا قَوْلُ مَن يَدْرِ الصَّوَابَ مِنَ الزُّلَلِ

(مذکورہ اشعار کا ترتیب وار ترجمہ)

① جو کافروں سے دوستی رچاتا ہے وہ انہی کی طرح ہوتا ہے۔ عقل ودانش والے کسی شخص کے ہاں اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

② جو شخص کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور ان کی طرف مائل ہوتا ہے اس حالت میں کہ اس کے دل میں خوف وہراس تھا تو اس کے فاسق وفاجر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

③ ہر وہ شخص جو کسی کافر سے محبت کرنے والا ہو، اس کا تعاون کرنے والا ہو اور اس کی مدد وحمایت کرنے والا ہو، وہ چاہے ظاہری طور پر ہی اپنے عمل وکردار سے کافروں کے ساتھ یکجہتی، ہم آہنگی اور موافقت کا اظہار کرنے والا ہو۔

④ بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص بھی کافروں کی طرح کا کافر ہے۔ یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جو صحیح اور غلط، حق اور باطل میں فرق سے اچھی طرح آگاہ وآشناہ ہے۔

## نظام نہیں صرف چہرے بدلے ہیں:

قرآن وسنت کے بہت زیادہ واضح اور پختہ دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم نے چند جید علماء اسلام کے اقوال واقتباسات بھی قلمبند کیے ہیں جن سے اس بات کی مزید تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ:

1. جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرے،
2. اہل اسلام اور اہل توحید کے خلاف کافروں کی حمایت اور مدد کرے۔
3. کافروں کے شانہ بشانہ وہ خالص العقیدہ مجاہد مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو جائے۔

ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ومرتد ہے۔ جن علماء کے ہم نے اقوال اور اقتباسات درج کیے ہیں۔ان کے زمانہ اور دور میں جس طرح یہ اقوال اور بیانات پورے پورے فٹ اور منطبق (Telly) ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح ہمارے اس دور میں بھی یہ دلائل ،اقوال اور اقتباسات پورے پورے فٹ اور منطبق ہوتے ہیں۔اس معاملے میں سابقہ ادوار اور موجودہ دور میں کوئی فرق نہیں ہے ۔صرف چہرے بدلے ہیں نظریات اور معاملات ہو بہو وہی ہیں۔ کوئی شخص یہ ہرگز گمان نہ کرے کہ یہ صرف تصوراتی، تخیلاتی اور نظری وفکری مسئلہ ہی ہے۔ یہ واقعاتی اور عملاً پیش آنے والا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو ہر زبان ومکان پر لاگو ہوتا دکھائی دیتا ہے۔"

## حرام کو حلال بنانے والا عمل اور شیخ ابن باز کا فتوٰی:

لہٰذا علماء کرام کے اقوال واقتباسات سب سے آخر میں ہم ایک ایسے عالم دین کا فتوٰی ذکر کرتے ہیں جو ہمارے موجودہ دور سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ابھی چند سال قبل (۱۳ مئی ۱۹۹۹ء کو) ان کی وفات ہوئی ہے۔ ہماری مراد سعودی عرب کے مشہور عالم دین مفتی عالم اسلام فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلَى الْاِشْتِرَاكِيَةِ أَوْ الشُّيُوْعِيَّةِ أَوْ غَيْرِهُمَا مِنَ الْمَذَاهِبِ الْهَدَّامَةِ الْمُنَاقِضَةِ لِحُكْمِ الْإِسْلَامِ كُفَّارٌ ضُلَّالٌ أَكْفَر مِنَ اليَهُودِ وَالنَّصَارٰى لِاَنَّهُمْ مَلَاحِدَةٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّجْعَلَ أَحَدٌ مِنْهُمْ خَطِيْبًا وَ اِمَامًا فِي مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ ، وَكُلُّ مَنْ سَاعَدَهُمْ عَلٰى ضَلَالِهِمْ وَ حَسَّنَ مَا يَدَعُوْنَ اِلَيْهِ وَذَمَّ دُعَاةَ الْإِسْلَامِ وَلَمَزَهُمْ فَهُوَ ضَالٌّ حُكْمُهُ حُكْمُ الطَّائِفَةِ الْمُلْحِدَةِ الَّتِيْ صَارَ فِي رِكَابِهَا وَ أَيْدِيْهَا فِى طَلَبِهَا ، وَ قَدْ أَجْمَعَ عُلْمَاءُ الْإِسْلَامِ عَلى أَنَّ مَنْ ظَاهَرَ الكُفَّارَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ سَاعَدَهُمْ عَلَيْهِمْ بِأَىِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمُسَاعِدَةِ فَهُوَ كَافِرٌ مِّثْلُهُمْ ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَہُ : ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّہُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ اِنَّ اللهَ لاَ يَہْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ وَقَالَ تَعَالٰى:﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَ كُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّہُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''یادرکھئے! جو لوگ عوام الناس کو اشتراکیت (سوشلزم/Socialism) ، لادینیت (سیکولرازم/Secularis) یا شیوعیت (کمیونزم/ Communism) کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یا ان کے علاوہ دیگر ایسے مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو دین اسلام سے ٹکراتے ہیں اور اسلامی آئین و قوانین سے متصادم ہیں۔ ان مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے یہود ونصاریٰ سے بھی بڑے درجے کے کافر و گمراہ ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ ایسے ملحد اور بے دین ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ان جیسے کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمانوں کی مساجد میں خطیب اور امام رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ایسے ملحدوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جو ان ملحدوں اور بے دینوں کی مدد و معاونت کرتے ہیں، ان کے موقف اور نظریات کو سراہتے ہیں، قرآن وسنت کی خالص اسلامی دعوت پیش کرنے والے داعیوں اور مبلغوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ لوگ بھی کافر اور گمراہ ہیں۔ ان کا معاملہ بھی بالکل ویسا ہی ہے جو ان (نام نہاد کلمہ گو) بے دینوں اور ملحدوں کا ہے۔ کیونکہ یہ ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ بنے بیٹھے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے تمام جید علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے جو شخص مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی نوعیت اور کسی بھی انداز کی مدد و معاونت کرتا ہے وہ ان ہی کفار کی طرح کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت: ۵۱ میں یہی بات یوں بیان فرمائی ہے: ''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہِ راست نہیں دکھاتا'' اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت: ۲۳ میں ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا۔ وہ پورا گنہگار ظالم ہے''

(شیخ ابن باز □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس بات کے واضح ہو جانے اور پوری طرح کھل جانے کے بعد کہ کافروں سے دوستی حرام اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے۔اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی طرح سپورٹ کرنا حرام اور کفر وارتداد والا کام ہے۔مجاہد مسلمانوں کا خون بہانا ایک حرام کو حلال بنانے والا عمل ہے۔لیڈروں، سیاستدانوں، پیشواؤں اور حکمرانوں میں سے کوئی یہ کام کرے یا لشکروں اور عام فوجیوں میں سے کوئی یہ کام کرے دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

## ایک انتہائی اہم سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک انتہائی اہم سوال پیدا ہوتا ہے شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے اکثر و بیشتر علماء موجودہ حالات میں اس کا جواب دینے میں کشمکش و پیچ کا شکار ہو جاتے اور توقف اختیار کر جاتے ہیں۔وہ سوال یہ ہے کہ :

> اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار تمام لوگوں کا معاملہ کیا ایک جیسا ہے؟خواہ اس کا تعلق بڑے بڑے عہدوں پر فائز حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں سے ہو یا عام فوجیوں سے ہو۔وہ عام فوجی محض کسی کی کمان اور ماتحتی میں اپنا جسمانی تعاون اور عملی مدد پیش کرتا ہے؟ یا کہ کافروں کی مدد کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کرنے اور گرفتاریاں کرنے کی بنا پر کفر اور ارتداد کا حکم صرف بڑے بڑے لیڈروں، حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں پر ہی لاگو ہوگا اور عام فوجیوں اور معاونین کا حکم ان سے مختلف ہوگا؟آئندہ صفحات میں ہم ان شاءاللہ اس اہم سوال کا جواب پیش کرتے ہیں۔

یہاں پر بعض لوگوں نے اہل علم کے چند اقوال سے ''الموالاۃ''(دوستی) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کافروں سے موالاۃ(دوستی) کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

① مُوَالَاۃِ مُکَفِّرَۃ (کافر بنا دینے والی دوستی)

② مُوَالَاۃِ غَیْر مُکَفِّرۃ (کافر نہ بنانے والی دوستی)

اس بارے میں مجھے علماء تفسیر میں سے صرف ایک قول ابن العربی کا ملا ہے جس کو علامہ قرطبیؒ □ نے جاسوسی کرنے والے مسلمانوں کے متعلق نقل فرمایا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی کافر کی جاسوسی کرے اور اس کا دل اپنے عقیدہ توحید اور

مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس طرح محض جاسوسی کرنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔اللہ کے فضل و کرم سے جاسوس کے مسئلہ کے بارے میں یہ تمام اقوال ہم اس موضوع پر مستقل کتاب کی صورت میں درج کریں گے (ان شاءاللہ)۔ابن العربی اور امام قرطبیؒ کے اقوال کا تعلق مسئلہ موالاۃ سے بالعموم نہیں ہے۔ان کا تعلق مستقل مسئلہ ''جاسوس کا حکم'' سے ہے۔

موالاۃ کے مسئلہ میں گنجائش پیدا کرنے والوں نے امام رازی کے ایک اقتباس سے بھی دلیل حاصل کی ہے۔امام رازی فرماتے ہیں:

''جان لیجیے! جو مومن بھی کسی کافر سے دوستی کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

## پہلی صورت:

اگر کسی مسلمان کسی کافر سے اس کے کفر کی بناء پر دوستی کرتا ہے۔تو یہ شخص ایک ایسا کام کرتا ہے جس سے صاف طور پر قرآن وسنت میں منع کر دیا گیا ہے۔اس لیے جو شخص بھی ایسا کام کرے گا وہ گویا اس دین کی تصدیق کرنے والا اور اس کو درست قرار دینے والا ہے۔یہ اصول اور قاعدہ ہے کہ ''تَصْوِيْبُ الْكُفْرِ كُفْرٌ وَالرِّضٰى بِالْكُفْرِ كُفْرٌ'' (یعنی کفر کو درست کہنا بھی کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے)اس صورت میں اس کا مومن ہونے کی حیثیت پر برقرار اور باقی رہنا ناممکن (Impossible)ہے۔

## دوسری صورت:

دنیا کے اندر رہتے ہوئے ایک خوبصورت معاشرے کے قیام میں صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ رابطہ اور وابستگی قائم کی جائے۔(اپنے دین اور مذہب کو،اپنے عقائد و نظریات کو،اپنی تہذیب و تمدن کو،اپنے اسلامی کلچر و ثقافت کو،حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے فرق کو قائم اور ملحوظ رکھتے ہوئے)ایسی صورت میں باہمی میل ملاپ اور حسن معاشرت کوئی منع اور حرام نہیں ہے۔

## تیسری صورت:

کافروں سے دوستی کی تیسری صورت پہلی دو صورتوں کے درمیان ہے۔وہ یہ ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ان کی طرف مائل ہونے،ان کی مدد کرنے،ان کو سپورٹ کرنے اور ان کا تعاون کرنے کی حد تک ہو یہ جھکاؤ اور مدد بھی کسی نسبی قرابت کی وجہ سے

ہو یا محبت بھرے جذبات کے سبب سے ہو لیکن عقیدے اور نظریے میں یہ بات شامل ہو کہ جس کافر سے میری دوستی ہے اس کا دین ومذہب باطل اور غلط ہے۔

اگر اس قسم کی دوستی ہو تو اس دوستی سے بندہ کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر یاد رکھیے کہ اس سے دوستی کرنا ویسے ممنوع، ناجائز اور حرام ہے۔ اس لیے کہ صرف اس حد تک دوستی بھی آہستہ اس مقام پر لے جائے گی کہ وہ ان کے طریقہ کار اور طرز حیات کو پسند کرنے لگ جائے اور بالآخر ان کے دین اور مذہب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس حد تک پہنچ گیا تو پھر یہ دوستی اس کو اسلام سے خارج کر کے کافر ومرتد بنادے گی۔ دوستی کی یہی تو وہ صورت ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْئٍ﴾ (آل عمران=28:3)

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ہوگا۔"[87] (امام رازی کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## امام رازی کے موقف کی تین وجوہات سے تردید:

اس اقتباس سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ نکالنا چاہا ہے کہ: کفر تک لے جانے والی دوستی وہ ہے جس کا تعلق رضاء قلب اور اعتقاد باطن سے ہو۔ یعنی اگر کوئی شخص دل سے کسی کافر کے مذہب کو پسند کرتا ہے اور اندرون خانہ ان کافروں والا عقیدہ بھی رکھتا ہے تو پھر وہ کافر ہوگا۔ اگر کوئی شخص کافر سے دوستی کرے لیکن اس کا عقیدہ ومذہب اپنی جگہ برقرار اور باقی ہے تو کافر نہیں ہوگا۔ اس باطل اور فاسد نظریے کا ہم ان شاءاللہ درج ذیل تین وجوہات کی بناپر ردّ ذکر کرتے ہیں۔ (وَاللهُ هُوَ الْمُوْفِقُ وَ وَلِيُّ الصَّوَابِ)

## وجہِ اول:

87 التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی / تفسیر سورۃ آل عمران=28:3

اگر یہ کہا جائے کہ کافر بنانے والی دوستی کا تعلق صرف اور صرف دل کے ساتھ ہی ہے تو یہ بات دو چیزوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو گی۔ حالانکہ وہ دونوں چیزیں ہی محال اور ناممکن ہیں۔

① کافروں سے دوستی کرنے والا کوئی بھی پھر اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک وہ اپنی زبان سے واضح طور پر کسی کافر عقیدے پر ہونے کا اعلان نہ کر دے یا کسی کافر کے دین کو پسند کرنے کی وضاحت نہ کرے۔ یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں رکھنا چاہے اور مسلمان بھی کہلوانا چاہے ایسا شخص اتنی بڑی جرأت کا ارتکاب کبھی نہیں کر سکتا (کہ وہ صاف ہی کہہ دے کہ مجھے اسلام کی بجائے عیسائیت، یہودیت، یا ہندومت زیادہ پسند ہیں۔ ایسی جرأت کوئی مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے ہرگز نہیں کر سکتا۔)

② اس وقت تک پھر کسی کافر سے دوستی کرنے والے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اس کے دل کے معاملے سے خوب مطلع نہ ہو جائیں۔ اگر تو ہم اس کے دل کو پھاڑ اور چیر کر دیکھ لیں کہ واقعتاً اس کے دل میں کافروں کے دین کی محبت اور پسندیدگی نہیں تو ہم اس کو کافر کہیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بھی ایک ناممکن چیز ہے۔ ہماری جس کتاب کے چھٹے باب کی تفہیم و تشریح آپ اپنے ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے باب میں ہم نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور علماء کا اجماع اس بارے میں نقل کیا ہے کہ کسی بھی حکم کا تعلق ظاہری اقوال وافعال سے ہوتا ہے۔ اندرونی باتوں، درپردہ حالات اور قلبی معاملات پر دین میں حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ خفیہ اعمال واقوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر کوئی شخص خفیہ اور پوشیدہ باتوں پر حکم لگانے لگ جائے گا تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے گا۔ علاوہ ازیں یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا موقف ایک بہت ہی گمراہ اور باطل فرقے ''مرجیہ'' کے ساتھ موافقت کر جائے گا۔ کیونکہ ان کا بھی یہی نظریہ وعقیدہ ہے کہ ''فقط ظاہری اعمال سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ کافر اس وقت ہوتا ہے جب دل سے وہ کفر کو پسند کرے اور کفر کا عقیدہ رکھے۔''

## وجۂ ثانی:

امام رازی نے اپنی گزشتہ گفتگو میں جو موقف اختیار کیا ہے۔اس پر قرآن مجید سنت رسول ﷺ اور اجماع امت سے کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہر وہ بات جس کے پیچھے کسی صحیح اور شرعی دلیل کی سپورٹ نہ ہو وہ بات بیکار اور فضول ہوتی ہے۔خاص طور پر کفر اور ایمان کے مسائل میں تو بغیر دلیل کے کوئی بات کہی ہی نہیں جاسکتی۔

اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ امام رازی کے موقف کے خلاف ہم نے گزشتہ ساری گفتگو میں قرآن مجید کی بہت زیاد آیات بیان کی ہیں۔پھر ان آیات کے تحت وہ تفسیری اقتباسات بھی بیان کیے ہیں جو مستند مفسرین نے اپنی اپنی تفسیری کاوشوں میں درج کیے ہیں۔

## وجہ ثالث:

امام رازی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔اس میں انھوں نے تمام اہل علم اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے جو اجماع امت ہم نے گزشتہ گفتگو میں علماء،فقہاء،محدثین اور مفسرین سے نقل فرمایا ہے۔اس کی واضح مثال وہ ہے جو ہم نے شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری  کے تفسیری اقتباس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔یہ اقتباس باترجمہ پہلے گزرچکا ہے ۔تاہم بطور دہرائی (Revision) کے نقل کیے دیتے ہیں۔

امام ابن جریر طبری  بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں نہیں۔مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔''

(امام ابن جریر طبری  فرماتے ہیں:)

''اس آیت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور درپردہ معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْئٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔''[88] (امام طبری □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ ذرا امام ابن جریر طبری □ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ ''وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔''

مذکورہ بالا الفاظ صاف طور پر امام رازی کے اقتباسات سے ٹکرا رہے ہیں۔ یہ بات دین میں سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب امام ابن جریر طبری اور امام رازی کا موقف ایک دوسرے کے مخالف ہو تو ترجیح اور برتری (preference) امام طبری کے موقف کو ہی حاصل ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طبری □ شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔ ان کے شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہونے کے بارے مسلمانوں میں دو آرائ نہیں ہیں۔ جبکہ امام رازی کے بارے بہت زیادہ اہل علم نے ان کے دین کے معاملہ میں طرح طرح کی باتیں کی ہیں۔

امام رازی کے کلام اور اقتباس کو قبول کرنے کے بارے یہ صورت حال اس وقت ہو گی جب کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے میں یا کسی حدیث کا معنی ومفہوم بیان کرنے میں امام رازی اکیلے ہوں اور ان کے مقابلے میں کوئی اختلاف کرنے والا بھی ہو۔ اس وقت واقعتاً ان کے کلام کو قبول کرنے میں بہت زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہو گی۔ اس کی مین (Main) وجہ یہ ہے کہ انھوں نے بہت زیادہ معاملات اور مسائل میں علماء عظام اور مفسرین کرام سے اختلاف کیا ہے اور تفرد اختیار کیا ہے۔ جو شخص اس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے اور تصدیق کرنا چاہتا ہے وہ ان کی جمع کردہ اور ترتیب شدہ قرآن مجید کی تفسیر کا مطالعہ کر لے۔ اس تفسیر میں ایک مطالعہ کرنے والے شخص کو بہت زیادہ ایسے مسائل ملیں گے جن میں امام رازی نے ''اہل سنت کے ہاں متفقہ بہت زیادہ مسائل میں

[88] تفسیر الطبری: 313/6، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی: 57/4

اختلاف ظاہر کیا ہے۔خاص طور پر عقیدے کے مسائل میں تو انہوں نے اہل سنت سے حد درجہ اختلاف کیا ہے۔ان میں سے بعض بڑے بڑے مسائل ہیں اور بعض معمولی نوعیت کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے امام رازی کا کہیں بھی کوئی اقتباس درج کیا ہے تو اس سے پہلے ایسے علماء کا کلام ضرور درج کیا ہے جن کے بارے میں امت میں اتفاق ہے کہ وہ اپنے اپنے فن اور فیلڈ میں (Field) کے امام ہیں۔امام رازی کا قول اور اقتباس ہم صرف ان کا مذہب واضح کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں، بطور خاص معتزلہ کے مذہب کی مثال دینے کے لیے۔

بہر حال امام طبری □ نے جو مؤقف اور نظریہ بیان کیا ہے، اپنے اس مؤقف میں وہ تنہا و یکتا نہیں ہیں۔بلکہ بہت زیادہ ائمہ کرام اور علماء عظام سے بھی یہی موقف منقول ہے۔اگر یہاں طوالت کلام کا خوف لاحق نہ ہوتا تو ہم ان کو دہراتے ہوئے ضرور بیان کر دیتے۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ در حقیقت امام رازی نے بہت زیادہ دلائل کی مخالفت کی ہے۔جن دلائل پر اہل علم کا اتفاق واجماع ہے۔مزید براں انہوں نے اپنے موقف پر کوئی قابل اعتبار اور قابل اعتماد دلیلیں بھی پیش نہیں کی۔

جو موضوع ہم نے اس شخص کے بارے علماء کے اقوال واقتباسات کے حوالے سے مختص کیا تھا، وہ یہاں ختم ہوا چاہتا ہے۔یعنی اس شخص کے بارے جو مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے، اپنی تحریر سے ، اپنے وسائل اور ذرائع سے وہ کافروں کی مدد و معاونت کرتا ہے۔

# باب: 6

## مسلمان ایک دوسرے کی مدد و معاونت میں ایک قوت، ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء ،پروگرامز اور پروجیکٹس(programs & projects)کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں ۔

# مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

## قرآن مجید کی آیات بیّنات سے استدلال:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن مجید میں فرعون، اس کے سرکردہ وزیروں اور عام فوجیوں کے لیے ایک جیسا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

① ......﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوْدَہُمَا کَانُوْا خٰطِئِیْنَ﴾( القصص=28:8)

''بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کی فوجیں (سب کے سب) خطاکار (اور جرم دار) تھے۔

② ......﴿وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَہَامٰنَ وَ جُنُوْدَہُمَا مِنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ﴾

''اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں (یعنی عام فوجیوں) کو ہم وہ (مرحلہ اور منظر) دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔'' (القصص=28:8)

③......ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرعون اور اس کے فوجیوں اور سپاہیوں کی ایک جیسی سزاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ﴾

"بالآخر ہم نے (فرعون) کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا۔ اب دیکھ لیں گنہگاروں کا انجام کیا ہوا۔" (القصص=:28:40)

④......اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ﴾

"اور ہم نے انہیں ایسے امام بنادیا کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور آخرت کے دن بالکل مدد نہ کیے جائیں گے۔"(القصص=28:41)

⑤......ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن/غافر=28:41)

"وہ عذاب ایک آگ ہے جس کے سامنے یہ تمام (فرعونی) ہر صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (ان کے لیے ہماری طرف سے آرڈر جاری ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔"

## دنیوی، برزخی اور اخروی سزامیں یکسانیت:

سابقہ الذکر پانچ آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ فرعون کے زمانہ میں اس کے پیروکاروں، جیالوں اور حامیوں کا وہی حشر ہوا جو ان کے قائدین، حکام اور لیڈروں کا ہوا۔ اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں کو گناہ اور سزامیں برابر کا حصہ دار قرار دیا۔ سب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿كَانُوْا خٰطِـِٕیْنَ﴾ (القصص=28:8)

"وہ سب کے سب خطاکار اور مجرم تھے۔"

- اسی طرح ان کو دنیوی سزا کے اندر بھی برابر کا حصہ دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ﴾ (القصص=28:40)

"بالآخر ہم نے فرعون کو اس کے تمام لاؤلشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔"

- عذاب قبر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ان کو برابر ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا﴾ (المؤمن/الغافر=46:40)

"(فرعون اور اس کے تمام پیروکار اور جیالے) صبح وشام آگ پر لائے جاتے ہیں"

- یوم آخرت اور یوم حساب کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی دونوں کے لیے ایک ہی طرح کی سزا تجویز فرمائی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن/غافر=46:40)

"اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرڈر جاری ہوگا کہ تمام فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔"

اسی طرح دوسری جگہ قیامت کے دن کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ (القصص=41:28)

"قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔"

- اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں اور طبقوں (یعنی لیڈروں اور عام پیروکاروں) کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ (القصص=41:28)

''ہم نے ان کو ایسے پیشوا بنادیا کہ جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف دعوت دیتے تھے۔''

حالانکہ اللہ رب العزت نے پیروکاروں اور کارکنوں کے بارے میں صرف یہ کہا ہے کہ وہ ان کا لاؤ لشکر ہیں۔یعنی وہ لیڈر اور پیشوا نہیں تھے۔بلکہ ماتحتی میں کام کرنے والے پیروکار تھے۔لیکن جس گناہ اور سزا کے بڑے بڑے لیڈر اور حکام حقدار ٹھہرے اسی گناہ اور سزا کے حقدار عام پیروکار اور کارکن بھی ٹھہرے۔اس لیے کہ وہ پیروکار اور فوجی اپنے بڑے لیڈر اور چیف کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔کوئی لیڈر، پیشوا، آمر اور ڈکٹیٹر اس وقت تک جرم اور گناہ کرنے پر طاقت نہیں رکھتا جب تک اس کو ایسا جتھہ اور لشکر میسر نہ آئے جو اس کی ماتحتی میں اس کی بات مانتا ہو اور اس کے پروگرام اور روڈ میپ (Road map) کو لاگو کرتا ہو۔ہم نے جو بات عرض کی ہے بھلا کوئی عقل ودانش والا ایسا شخص ہوگا جو اس کا انکار کرسکے؟ بلکہ ایک عام شخص بھی جو معمولی سوجھ بوجھ کا مالک ہو وہ بھی اس بارے میں ہم سے اختلاف نہیں کرسکے گا (ان شاء اللہ) بلکہ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں عربی زبان کا ایک جملہ عام کہا جاسکتا ہے۔

'' لَا يَنْتَطِحُ فِيْهِ عَنزَانِ ''

(اس بارے تو دو بکریاں بھی ایک دوسرے سے سینگ نہیں ٹکرا سکتیں)

ساری انسانی تاریخ پر ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہر زمان ومکان میں سرکش اور باغی لشکروں کا یہ طرز عمل رہا ہے۔اسی بناء پر تو کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے؟

''لَا يَسْتَطِيْعُ فَرْدٌ وَاحِدٌ أَنْ يُّذِلَّ أُمَّةً بِأَسْرِهَا ''

''فرد واحد کبھی ساری کی ساری امت کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں نہیں ڈال سکتا اس کو امت کے دیگر افراد کا ساتھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔)

## اصل ذمہ دار اور اس کا معاون سزا میں برابر:

اس بناء پر علماء کرام اور ائمہ عظام نے اپنی اپنی تالیفات وتصنیفات میں ایسی قوم کے معاملہ کو ڈسکس (Discuss) کیا ہے جس معاملہ میں بہت زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں۔بعض اس معاملہ میں اصل ذمہ داران اور ایکٹو پارٹنرز (Active partners) ہوتے ہیں۔جبکہ بعض فقط معاون، مددگار اور کارکنان ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں ایسے معاملے میں اصل ذمہ دار کو "المباشر" کہا جاتا ہے اور محض مددگار اور معاون کو "الردء" کہا جاتا ہے۔علماء کرام نے اس مسئلہ "کیا دونوں قسم کے افراد نفع ونقصان میں، ثواب وعذاب میں اور جزاء اور سزامیں برابر ہوں گے۔" پر واضح رہنمائی فرمائی ہے۔

اس بارے میں جو راجح اور واضح موقف ہے وہ یہی ہے کہ جب کسی قوم میں بعض لوگ بعض لوگوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں وہ ایک ہی گروہ شمار کیا جاتا ہے۔ان کا معاملہ بالکل برابر ہوگا۔چاہے کوئی اصل ذمہ دار ہو یا اس کا معاون ومددگار۔
سنتِ رسول ﷺ اور خلفاء راشدین کا عمل اسی موقف کی تصدیق وتائید کرتا ہے بلکہ اگر گہرائی (Deeply) میں جاکر دیکھا جائے تو معاملہ اس سے کہیں آگے معلوم ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے اگر کسی قوم کا کوئی طے کیا ہوا معاہدہ ہوتا ہے۔اس کو کچھ لوگ (یعنی بڑے بڑے لیڈر اور ذمہ داران) توڑ ڈالتے اور بعض لوگ محض خاموش تماشائی بنے رہتے۔ان خاموش تماشائیوں کی خاموشی ان کی طرف سے رضا اور اقرار پر مہر تصدیق ثبت کررہی ہوتی۔سیدالاوّلین ولآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین،امیرا لجہاد والمجاہدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ دونوں قسم کے افراد کے ساتھ ایک جیسا ہی معاملہ کرتے۔حالانکہ معاہدہ توڑنے والے چند بددیانت، خائن، سرکش اور باغی ہوتے۔ان کی بناپر ہی "نقض عہد" کی سزا تمام کو ملتی۔قوم کے باقی افراد کی خاموشی ان کو سزامیں شامل کردیتی۔[89]

89 جرم کرنے والا ایک ہو مگر باقی افراد کی تائید اس کو حاصل ہو تو عذاب میں سب شریک ہوتے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوم ثمود کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَہُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ۝ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَکَانُوْا کَہَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝﴾ (القمر=۵۴:۲۹-۳۱)
"انہوں نے اپنے ساتھی (قدار بن سالف) کو آواز دی جس نے وار کیا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔پس کیونکر ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی پھر وہ ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ۔"
اسی طرح تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰہَا ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰہَا ۝ فَقَالَ لَہُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَاقَۃَ اللّٰہِ وَ سُقْیٰہَا ۝ فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْہَا فَدَمْدَمَ عَلَیْہِمْ رَبُّہُمْ بِذَنْۢبِہِمْ فَسَوّٰہَا ۝﴾ (الشمس=۹۱:۱۱-۱۴)

آئندہ آنے والی گفتگو میں ہم ان شاءاللہ اس مسئلہ کو اور زیادہ وضاحت سے پیش خدمت کریں گے

## شیخ الاسلام ابن تیمیہ  کی مدلل ومفصل وضاحت:

مجدد ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں:

''وَاِذَا کَام المُحَارِبُوْنَ الْحَرَامِیَّۃُ جَمَاعۃٌ ، فَالْوَاحِدُ مِنْھُمْ بَاشَرَ الْقَتْلَ ، وَالْبَاقُوْنَ لَہُ أَعْوَانٌ وَ رِدْئٌ لَہُ ، فَقَدْ قِیْلَ: اِنَّہُ یُقْتَلُ الْمُبَاشِرُ فَقَط ، وَالْجَمْھُوْرُ عَلٰی أَنَّ الْجَمِیْعَ یُقْتَلُوْنَ ، وَلَوْ کَانُوْا مِائَۃً ، وَ أَنَّ الرِّدءَ وَالْمُبَاشِرَ سَوَاءٌ ، وَھٰذَا ھُوَ الْمَاثُوْرُ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِدِیْنَ ، فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ رَبِیْئَۃَ الْمُحَارِبِیْنَ ، وَالرَّبِیْئَۃُ ھُوَالنَّاظِرُ الَّذِیْ یَجْلِسُ عَلٰی مَکَانٍ عَالٍ ، یَنْظُرُ مِنْہُ لَھُمْ مَنْ یَّجِیْئُ ، وَلِأَنَّ الْمُبَاشِرَ اِنَّمَا تَمَکَّنَ مَنْ قَتْلِہٖ بِقُوَّۃِ الرِّدءِ وَ مَعُوْنَتِہٖ ، وَالطَّائِفَۃُ اِذَا انْتَصَرَ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ حَتّٰی صَارُوْا مُمْتَنَعِیْنَ فَھُمْ مُشْتَرِکُونَ فِی الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ کَالْمُجَاھِدِیْنَ، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ﴿اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَاؤُھُمْ......﴾
یَعْنِی أَنَّ الْجَیْشَ اِذَا مِنْہُ سَرِیَّۃٌ فَغَنِمَتْ مَالًا فَاِنَّ الْجَیْشَ یُشَارِکُھَا فِیْمَا غَنِمَتْ ، لِأَنَّھَا بِظَھْرِہٖ وَ قُوَّتِہٖ تَمَکَّنَتْ لٰکِنْ تُنُفِّلَ عَنْہُ نَفْلًا ، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ أَنْصَارُھَا مِنْھَا فِیْمَا لَھُمْ وَ عَلَیْھِمْ۔''[90]

''جب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے ﴿مُحَارِبُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ اور کسی شخص کو ناجائز قتل کرنے والے افراد ایک پوری جماعت اور گروہ کی شکل میں ہوں اور ایک ان میں سے اصل ذمہ دار ،سرکردہ اور سرغنہ ہو۔ باقی افراد اس کے معاون، مددگار اور چیلے چمچے ہوں۔ تو اس بارے میں ایک قلیل اور شاذ قسم کی رائے یہ ہے کہ صرف بڑے سرغنہ کو ہی بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اس کے معاونین اور حامیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جبکہ علماء اسلام، فقہاء عظام اور محدثین کرام میں سے اکثر وپیشتر کا فتوی یہی ہے کہ وہ (سرغنہ

''(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔ جب ان میں ان کا بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا۔ انہیں اللہ کے رسول (جناب صالح  نے فرمادیا تھا۔ کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی۔ پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔'' مذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے والا ایک شخص تھا۔ مگر باقی افراد کا اس کو تعاون، تائید اور ہلاشیری حاصل تھی۔ اس وجہ سے وہ سب کا برابر جرم سمجھا گیا اور سب پر ہی عذاب نازل ہوا۔

[90] مجموع الفتاوی28...../318,312,311

لیڈر اور اس کے معاونین) سب کے سب قتل کر دیے جائیں گے، اگرچہ ایک قتل میں سو افراد شریک ہوں۔ اس لیے کہ سرکردہ لیڈر و قائد اور اس کے حامی و مددگار اس بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ جرم میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ خلفائے راشدین سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ خلیفہ ثانی، مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب □ نے محاربین (ڈاکوؤں اور لٹیروں) میں شامل اس شخص کو بھی قتل کروایا تھا جو کسی اونچی جگہ بیٹھ کر فقط قتل و غارت کرنے والے گروہ کو معلومات فراہم کر رہا تھا۔ اور ان کے لیے ریکی (جاسوسی) کر رہا تھا۔

"رَبِیْئَۃ" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی بلند ٹیلے اور مقام پر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے وہ تمام حالات و واقعات اور اپنے ہدف کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے اور اپنے گینگ کے افراد کو بدستور پہنچاتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی کر سکیں۔ کوئی بھی ڈاکو اور قاتل اپنے دشمن کو قتل کرنے کی قدرت اس وقت پاتا ہے جب اس کو اپنے کسی ماتحت اور جیالے کی مدد و معاونت حاصل ہو۔

لٰہذا یاد رکھیے! یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب بعض لوگ بعض کا تعاون کریں اور سپورٹ فراہم کریں۔ پھر اس تعاون اور سپورٹ کے نتیجے میں وہ ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت والی جماعت اور گروہ بن جائیں۔ پھر وہ جو بھی اچھا یا برا کام سرانجام دیں گے تو اس کے ثواب و عذاب اور نفع و نقصان میں سب کے سب شریک اور پارٹنر ہوں گے اور ایک اچھے کام کو سرانجام دینے کی بات کو مجاہدین کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو □ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

( اَلْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ: يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ وَ هُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ ۔ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلٰى مُضْعِفِهِمْ وَ مُتَسَرِّيُهِمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِى عَهْدِه ۔) [91]

[91] صحیح ابی داؤد=کتاب الجہاد: باب فی السریۃ ترد علی أهل العسکر ، الحدیث239 وکتاب الدیات:باب أیقاد المسلم بالکافر ،الحدیث:3797۔ صحیح سنن النسائی=کتاب القسامۃ:باب القود بین الاحرار والممالیک فی النفس ، الحدیث: ۔4412،4413 وباب سقوط القود من المسلم للکافر، الحدیث:4421،3320۔ صحیح ابن ماجۃ=کتاب الدیات :باب المسلمون تتکافأ دماء هم ، الحدیث : 2172-2174 ، مسند احمد 2/122،119،192،180،215،211:

① اہل اسلام کے خون برابر ہیں: یعنی سزا میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ قانونِ اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں۔

② معمولی مسلمان بھی کسی کافر کو امن فراہم کر سکتا ہے۔اور اس معمولی مسلمان کے معاہدۂ امن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

③ اسی طرح کسی دور دراز علاقے میں رہنے والا مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اگرچہ اس سے قریب والا شخص بھی موجود ہو۔

④ اپنے مخالفین کے مقابلے میں مسلمان یکمشت اور متحد ہوتے ہیں۔

⑤ جس شخص کی سواریاں طاقتور اور تیز رفتار ہوں وہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلے جس کی سواریاں کمزور اور سست رفتار ہوں۔

⑥ اسی طرح اگر کسی بڑے لشکر میں سے ایک گروہ الگ کر کے کسی کاروائی پر بھیجا جائے۔اس گروہ میں شامل ہر شخص اپنے دشمن کے علاقہ سے جو بھی مال غنیمت حاصل کرے اس مال غنیمت میں سے اس شخص کو بھی ضرور حصہ دے جو پیچھے لشکر میں بیٹھا رہا ہے۔ اگرچہ وہ اس کاروائی میں شامل نہیں ہوا۔ جس سے یہ مال غنیمت حاصل ہوا ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر مجاہدین اسلام کا ایک بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی کے لیے جا رہا ہے۔ پھر اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا سا جہادی قافلہ الگ کر کے کسی معمولی کاروائی کے لیے روانہ کیا جاتا ہے۔اس کاروائی کے نتیجہ میں وہ چھوٹا قافلہ جو بھی مال غنیمت حاصل کرے۔اس مال غنیمت میں وہ پیچھے بیٹھے ہوئے بڑے لشکر کے افراد بھی برابر کے حصہ دار اور پارٹنر ہوں گے۔اس لیے کہ اس چھوٹے قافلے والوں کو بہر حال بڑے قافلوں والوں کے بارے میں یہ تصور اور سہارا تو تھا کہ وہ لوگ ہماری پشت پر موجود ہیں۔ ہماری کمر خالی نہیں ہے۔ اگر ہمیں کسی ناگفتہ بہ صورت حال کا سامنا ہوا بھی تو وہ ہماری پشت (Back) پر موجود

ہیں۔لہٰذاان کی فتح وکامیابی میں ان بڑے لشکروں والوں کا بھی عمل دخل تھا۔اس وجہ سے ان کو بھی برابر حصہ ملے گا۔یا! صرف اتنی بات ہے کہ امیر لشکر اس چھوٹے قافلے والوں کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بطور انعام کے کچھ زائد مال غنیمت دے سکتا ہے۔سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری ؓ فرماتے ہیں:

( شَهِدتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبعَ فِي البَدَاءَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ) [92]

''میں نے بعض غزوات میں نبی ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا کہ :آپ ﷺ جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور جہاد سے واپسی پر تہائی مال کا انعام دیا کرتے تھے۔'' [93]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ اپنی اس گفتگو کے آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی بھی مضبوط و مستحکم گروہ کے معاون، مددگار اور عام فوجی بھی اس گروہ کے ساتھ شامل سمجھے جاتے ہیں۔جو نفع ونقصان اور جزاوسزا اس گروہ میں بڑے بڑے لیڈروں کو حاصل ہوگی وہی اس گروہ کے عام کارکنان اور ورکرز(workers) کو بھی حاصل ہوگی۔

---

92 صحيح ابودؤد=كتاب الجهاد، باب فيمن قال النفل، الحديث:2379،2388، صحيح ابن ماجة=كتاب الجهاد:باب النفل، الحديث:2302

93 جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور واپسی پر تہائی مال کے انعام کا کیا مطلب ہے؟اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاًرسول اللہ ﷺ ایک بڑا قافلہ لے کر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہے ہوتے۔مگر اس بڑی کاروائی سے پہلے ہی جاتے جاتے کوئی چھوٹی موٹی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑجاتی۔تو اس چھوٹی کاروائی کے لیے چھوٹا لشکر بڑے لشکر سے الگ روانہ کیا جاتا،فتح کے بعد وہ جو مال غنیمت حاصل کرتا،وہ مال غنیمت تمام لشکر میں برابر تقسیم ہوتا۔مگر کل مال غنیمت کا خمس (۱/۵) نکال کر باقی مال غنیمت کا چوتھا حصہ (۱/۴) صرف ان لوگوں کو بطور انعام کے دے دیا جاتا جو اس چھوٹی کاروائی میں شامل ہوئے۔

اسی طرح اگر کوئی بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی سے فارغ ہو کر واپس آرہا ہوتا۔واپس آتے آتے راستہ میں کوئی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑجاتی تو اس کے لیے بھی اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا لشکر الگ کردیا جاتا۔وہ چھوٹا قافلہ فتح وکامرانی کی صورت میں جو مال غنیمت بھی اس کاروائی کے نتیجے میں حاصل کرتا۔تمام لشکر والے اس میں برابر شریک ہوتے۔مگر اس کل مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (۱/۵) نکال کر پھر تہائی حصہ اس چھوٹے قافلہ والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں دے دیا جاتا۔اس مسئلہ سے اسلام کے انصاف پسند مزاج کی بہت بڑی دلیل سامنے آرہی ہے کہ جاتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر چوتھا حصہ دیا جاتا،واپس آتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر باقی مال غنیمت کا تیسرا حصہ دیا جاتا۔آخر اس چوتھائی اور تہائی حصے کے فرق کی وجہ کیا ہے؟صاف ظاہر ہے کہ ایک تہائی حصہ ایک چوتھائی حصہ سے بڑا ہوتا ہے۔کسی بڑی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے کاروائی کرنا آسان ہوتا ہے۔کیونکہ اس وقت اسلام کے سپاہی اور مجاہد تازہ دم ہوتے ہیں۔جبکہ کسی بڑی کاروائی سے واپس آتے ہوئے کاروائی کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اسلام کے فوجیوں اور غازیوں کو تھکے ماندے دوبارہ کاروائی کرنی پڑتی۔لہٰذا اگر دونوں قسم کے غازیوں اور مجاہدوں کو برابر حصہ دے دیا جاتا تو یہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتا۔واپسی پر کاروائی کرنے والوں کے ساتھ خواہ معمولی سہی بہر حال زیادتی ہوتی۔

اس اصول سے وہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے مرد کے مقابلہ میں مال وراثت میں نصف حصہ کیوں مقرر کیا ہے؟بعض فتنہ پرور اور فتنہ پرداز عناصر، نئی روشنی کی پیداوار اور مغرب کی تہذیب کی یلغار سے متأثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ عورت (صنف نازک) پر ظلم ہے،اسلام نے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔یہ سراسر جھوٹ اور دین اسلام سے عدم واقفیت کی علامت ہے۔اسلام نے وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ اس لیے مقرر کیا کہ جو مالی ذمہ داریاں اور اہل خانہ کی کفالت کے امور وفرائض مردوں پر لاگو ہوتے ہیں عورت پر لاگو نہیں ہوتے۔لہٰذا اگر وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ مقرر کیا گیا ہے تو یہ بھی اسلام کے مبنی برانصاف مزاج کے عین مطابق ہے۔اگر دونوں حصے برابر رکھ دیے جاتے تو یہ بہر حال مردوں پر ظلم ہوتا۔

مگر چونکہ مرد بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور عورتیں بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔دونوں کی بشری ضروریات اور جبلی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ سب سے بہت جانتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری مجموعہ قوانین ''دین اسلام'' میں بنی نوع انسان کے لیے مبنی برانصاف قوانین نازل فرمائے ہیں۔جو لوگ اندھا دھند یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کو بالکل برابر حقوق دیے ہیں وہ لوگ یہ بات کہتے ہوئے نہ جانے کیوں بھول جاتے ہیں کہ وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ مقرر کرنا بھی اسلام ہی کا قانون ہے۔

الغرض کسی بڑی جہادی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں کوئی چھوٹی کاروائی کرنے والوں کو چھوتھائی حصہ دینا اور واپس آتے ہوئے راستہ میں کسی چھوٹی کاروائی میں حصہ لینے والوں کو تہائی حصہ دینا عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔بلکہ دین اسلام نے جس جس کو جو حصہ اور حق دیا ہے اور جہاں جہاں رکھا ہے وہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق بالکل درست اور صحیح مقام پر رکھا ہے۔

## علامہ ابن قدامہ مقدسی  کی وضاحت:

علامہ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں:

" وَ حُكْمُ الرِّدْءِ مِنَ الْقُطَّاعِ حُكْمُ الْمُبَاشِرِ ، وَ بِهٰذَا قَالَ مَالِكُ وَ اَبُوْحَنِيْفَةَ ، وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ : "لَيْسَ عَلَى الرِّدْءِ اِلَّا التَّعْزِيْرُ ، لِأَنَّ الحَدَّ يَجِبُ بِارْتِكَابِ المَعْصِيَةِ فَلَا يَتَعَلَقُّ بِالْمُعِيْنِ كَسَائِرِ الْحُدُودِ" وَلَنَا: أَنّهُ حُكمٌ يَتَعَلَّقُ بِالْمُحَارَبَةِ ، فَاسْتَوٰى فِيْهِ الرِّدْءِ وَالْمُبَاشِرُ كَاسْتَحْقَاقِ الْغَنِيْمَةِ ، وَذَالِكَ لِأَنَّ الْمُحَارَبَةَ مُبْنِيَةٌ عَلٰى حُصُوْلِ المَنَعَةِ وَالْمُعَاضِدَةِ وَالْمُنَاصَرَةِ ، فَلَا يَتَمَكَّنُ الْمُبَاشِرُ مِنْ فِعْلِهِ اِلَّا بِقُوَّةِ الرِّدْءِ بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُدُوْدِ ۔ فَعَلٰى هٰذَا اِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَبَتَ حُكْمُ الْقَتْلِ فِيْ حَقِّ جَمِيْعِهِمْ وَ اِنْ قَتَلَ بَعْضُهُمْ وَ أَخَذَ بَعْضُهُمْ الْمَالَ جَازَ قَتْلُهُمْ وَ صُلْبُهُمْ كَمَا لَوْ فَعَلَ الْأَمْرَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ" [94]

"ڈاکوؤں اور لٹیروں میں جو حکم اور سزا کاروائی کرنے والے اصل افراد کی ہوگی وہی حکم اور سزا ان کو تعاون پیش کرنے والوں کی ہوگی۔امام مالک  اور امام ابو حنیفہ  کا بھی یہی موقف ہے۔امام شافعی  کا اس بارے موقف ذرا مختلف ہے۔وہ کہتے ہیں: تعاون پیش کرنے والے کو وہ "حد" نہیں لگے گی جو اصل ڈاکو اور لٹیرے کی ہے۔بلکہ تعاون پیش کرنے والے کو کچھ تعزیر (یعنی مناسب سزا) ہوگی۔اس لیے کہ اصل حد صرف کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے پر ہی لگتی ہے۔کسی تعاون کرنے والے کو اصل "حد" نہیں بلکہ کوئی مناسب سزا ہی دی جاسکتی ہے۔جس طرح تمام حدود کا معاملہ ہے۔

اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ڈکیتی والا معاملہ "محاربہ" سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں اصل مجرم اور معاون بالکل برابر ہیں ۔جس طرح مال غنیمت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اصل ذمہ دار اور معاون مال غنیمت میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محاربہ (لوٹ مار کی کاروائی) میں قوت وطاقت ،رعب ودبدبہ کا ہونا لازمی امر ہے۔یہ چیزیں بغیر ایک دوسرے کی مدد ومعاونت کے ممکن ہی نہیں۔جب تک کاروائی کرنے والے اصل ذمہ دار کو کسی معاون کا تعاون میسر نہیں آئے گا وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ

[94] المغنی:297/8، کتاب الحدود ، طبعة عالم الکتب

پہنا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا ہم اس معاملہ کو حدود والے معاملے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کو ڈاکوؤں میں سے صرف ایک آدمی ہی قتل کر ڈالے سزا میں تمام ڈاکو شامل کیے جائیں گے۔ اگر بعض قتل کرنے والے اور بعض مال لوٹنے والے ہوں تو ان سب کو قتل اور سولی کی سزا میں برابر سمجھا جائے گا۔ بالکل ایسے جیسے ڈکیتی کی کاروائی میں ہر شخص ہی قتل کرتا اور مال لوٹتا تو ان کو سزا میں برابر سمجھا جاتا۔ (ابن قدامہ ؒ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## سعودی عرب میں فتوی صادر کرنے والی کمیٹی کا فتوی:

جب کوئی شخص کسی گروہ کی طرف منسوب ہوتا ہو اور اس کا مددگار ہو تو آیا اس کا حکم وہی ہوگا جو باقی گروہ کا حکم ہوگا؟ اس متعلق سے موجودہ دور کے علماء کے فتاوی میں وہ فتوی بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے جو مملکت سعودیہ کی مستقل کمیٹی "لُجْنَۃُ الدَّائِمَۃُ لِلبُحُوثِ العِلْمِیَّۃِ وَالْاِفْتَاء" نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جاری کیا ہے۔ سوال کچھ یوں ہے: اہل تشیع کے اثنا عشری رافضیوں میں سے جو عوام الناس ہیں۔ علماء و قائدین نہیں ان کا کیا معاملہ اور حکم ہے؟ علاوہ ازیں کوئی بھی فرقہ اور گروہ جو ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اس کے علماء اور عوام الناس میں کفر و فسق کے اعتبار سے کوئی فرق ہوگا کہ نہیں؟ افتاء کمیٹی نے اس سوال کا درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہُ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَعْدُ : مَنْ شَایَعَ مِنَ الْعَوَامِ اِمَامًا مِنْ أَئِمَّۃِ الْکُفْرِ وَالضَّلَالِ وَانْتَصَرَ لِسَادَتِھِمْ وَکُبَرَاءِ ھِمْ بَغْیًا وَ عَدْوًا حُکِمَ لَہُ بِحُکْمِھِمْ کُفْرًا وَ فِسْقًا : قَالَ تَعَالٰی :﴿یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللہِ وَ مَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا، اِنَّ اللہَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَھُمْ سَعِیْرًا، خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا لاَ یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لاَ نَصِیْرًا، یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلاَ، وَ قَالُوْآ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلاَ، رَبَّنَآ اٰتِھِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا﴾

- وَاقْرَأِ الْآیَاتِ رقم: ۱۶۵،۱۶۶،۱۶۷ مِنْ سُوْرِۃِالبَقَرَۃِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَم:۳۷،۳۸،۳۹ مِنْ سُورَۃِ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۲۱،۲۲ مِنْ سُوْرَۃِ اِبْرَاہِیْمَ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۲۸،۲۹مِنْ سُوْرَۃِ الْفُرْقَانِ،

- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:٦٢،٦٣،٦٤ مِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:٣١،٣٢،٣٣ مِنْ سُورَةِ سَبَا،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:٢٠حتّٰى ٣٦ مِنْ سُوْرَة الصَّافَاتِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:٥٠ مِنْ سُوْرَةِ غَافِرٍ ،

وَغَيْرِ ذَالِكَ كَثِيْرٌ فِى الْكِتَابِ وَالسُنَّةِ۔ وَلِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَاتَلَ رُؤُسَآءَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ أَتْبَاعَهُمْ وَ كَذَالِكَ فَعَلَ أَصْحَابُهُ وَ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ السَّادَةِ وَالأَتْبَاعِ ، وَ بِاللهِ تَعَالَى التَّوْفِيْقُ ، وَ صَلَّ اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔
توقيع: عَبْدُ اللهِ ؒ قَعُوْد/عَبْدُ اللهِ ؒ غَدْيَانِ / عَبْدُ الرَّزَّاق عَفِيْفِى / عَبْدُ العَزِيْزُ بْنُ بَاز۔" [95]

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ درود و سلام محمد ﷺ پر، ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر ہو۔ حمد و ثنا کے بعد! کفر و ضلالت کے اماموں میں سے کسی امام اور لیڈر اگر عوام الناس میں سے کسی نے ساتھ دیا اور مدد کی، اسلام کی بغاوت کرتے ہوئے یا دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے۔ عوام الناس میں سے پیروکاروں اور کارکنوں کا بھی کفر اور فسق میں وہی معاملہ ہوگا جو ان کے پیشواؤں کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیات: ٦٣-٦٨ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ (حسرت وافسوس سے) ہیں گے کہ کاش! ہم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی، جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما۔"

- وَاقْرَأ الْآيَاتِ رقم: ١٦٥،١٦٦،١٦٧ مِنْ سُوْرِةِالبَقَرَةِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَم:٣٧،٣٨،٣٩ مِنْ سُورَةِ الْأَعْرَافِ،

95 فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء:208/2- فتوى:9247

- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۱،۲۲ مِنْ سُوْرَةِ اِبْرَاہِیْمَ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۸،۲۹مِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآيَاتِ رَقِمْ:۶۲،۶۳،۶۴ مِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۳۱،۳۲،۳۳ مِنْ سُورَةِ سَبَا،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۰حتّٰی ۳۶ مِنْ سُوْرَة الصَّافَاتِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۵۰ مِنْ سُوْرَةِ غَافِرٍ ،

مذکورہ آیات کے علاوہ اور بھی زیادہ آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم، رسول رحمت، پیغمبر جہاد محمد ﷺ نے جب مشرکین سے جنگ کی تھی تو صرف اور صرف قریشی رئیسوں اور وڈیروں سے ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ نے مکہ کے عام پیروکاروں سے بھی جنگ کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ □ کا بھی یہی طرز عمل تھا۔ انھوں نے بھی قائدین اور عام کارکنان میں کوئی فرق روا نہیں رکھا تھا۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے فقط اللہ کی توفیق سے بیان کیا ہے۔ درود و سلام ہو محمد ﷺ پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ □ پر۔

1. عبداللہ بن قعود
2. عبداللہ بن غدیان
3. عبدالرزاق عفیفی
4. عبدالعزیز بن باز (المملکۃ السعودیۃ کی افتاء کمیٹی کے فتوی کا ترجمہ مکمل ہوا)

## امام ابن قیم □ کا مفصل و مدلل بیان:

شیخ الاسلام امام ابن قیم □ ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو معاہدہ توڑنے والے ہوں۔ ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ خواہ وہ بذاتِ خود عہد توڑنے والے ہوں یا اس معاہدہ توڑنے پر خاموشی اختیار کرنے والے اور پسندیدگی ظاہر کرنے والے ہوں۔ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اس بارے روشنی ڈالتے ہوئے حافظ ابن قیم □ فرماتے ہیں:

" وَكَانَ هَدْيُہُ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا فَنَقَضَ بَعْضُهُمْ عَهْدَهُ وَ صُلْحَہُ وَ اَقَرَّهُمُ الْبَاقُوْنَ وَ رَضُوْا بِہٖ غَزَا الْجَمِيْعَ وَ جَعَلَهُمْ نَاقِضِيْنَ ، كَمَا فَعَلَ بِقُرَيْظَةَ وَ النَّضِيْرِ وَ بَنِيْ قَيْنُقَاعِ ، وَ كَمَا فَعَلَ فِى أَهْلِ مَكَّةَ ، فَهٰذِهِ سُنَّتُہُ فِيْ أَهْلِ الْعَهْدِ ، وَعَلٰى هٰذَا يَنْبَغِيْ أَنْ

يَّجْرِيَ الْحُكْمُ فِيْ أَهْلِ الذِّمَّةِ ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الفُقَهَائُ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَ غَيْرَهُمْ وَ خَالَفَهُمْ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ۔
اِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ:وَ قَدْ أَفْتَيْنَا وَلِيَّ الْأَمْرِ لَمَّا أَحْرَقَتِ النَّصَارٰى أَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالشَّامِ وَ دُوْرَهُمْ وَ رَامُوْا اِحْرَاق جَامِعِهِمْ الْأَعْظَمَ حَتّٰى أَحْرَقُوا مَنَارَتَهُ وَكَادَ --لَو لَا دَفْعُ اللّٰهِ --أَنْ يُّحْتَرَق كُلُّهُ وَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَنْ عَلِمَ مِنَ النَّصَارٰى وَوَطَئُوا عَلَيْهِ وَ أَقَرُّوهُ وَ رَضُوْا بِهِ وَ لَمْ يُعْلِمُوْا وَلِيَّ الْاَمْرِ ، فَاسْتَفْتٰى فِيْهِمْ مَنْ وَلِيَ الأَمْرَ مَنْ حَضَرَهُ مِنَ الْفُقُهَاءَ ، فَأَفْتَيْنَاهُ بِانْتِقَاضِ عَهْدِ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ وَ أَعَانَ عَلَيهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ أَوْ رَضِيَ بِهِ وَ أَقَرَّ عَلَيْهِ ، وَ أَنَّ حَدَّ الْقَتْلِ حَتْمًا لَا تَخْيِيْرَ لِلْاِمَامِ فِيْهِ كَالأَسِيْرِ ، بَلْ صَارَ الْقَتْلُ لَهُ حَدًّا --اِلٰى قَوْلِهِ: وَ أَنَّ هَدْيَهُ وَ سُنَّتَهُ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا وَ عَاهَدَهُمْ فَانضَافَ اِلَيْهِم عَدُوٌّ سِوَاهُمْ ، فَدَخَلُوْا مَعَهُمْ فِيْ عَقْدِهِمْ ، وَ انْضَافَ اِلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَدَخَلُوْا اِلَيْهِ فِيْ عَقْدِهِ صَارَ حُكْمُ مَنْ حَارَبَ مَنْ دَخَلَ مَعَهُ فِيْ عَقْدِهِ مِنَ الْكُفَّارِ حُكْمُ مِنْ حَارَبَهُ ........ الشَّرْقِ لَمَّا أَعَانُوْا عَدُوَّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى قِتَالِهِمْ فَأَمَدُّوْهُمْ بِالْمَالِ وَالسِّلَاحِ وَ اِنْ كَانُوْا لَمْ يَغزُوْنَا وَ لَمْ يُحَارِبُوْنَا ، وَرَاٰهُمْ بِذَالِكَ نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ۔" [96]

"نبی اکرم ﷺ کی سیرت وہدایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ :آپ ﷺ جس کسی قوم سے صلح کا معاہدہ کرتے۔پھر اس قوم میں سے بعض افراد اپنے معاہدے اور صلح کو توڑ دیتے۔جبکہ کچھ لوگ اس "نقض عہد" کی توثیق وتائید کرتے اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے۔نبی اکرم ﷺ ان تمام سے جنگ کرتے اور ان سب ہی کو عہد توڑنے والوں کے زمرہ میں شامل کرتے۔رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قنیقاع کے ساتھ یہی سلوک کیا۔یہی سلوک رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ بھی روا رکھا۔رسول اللہ ﷺ کا اپنے عہد مبارک میں یہی طریقہ ومعمول تھا۔لہٰذا ان تمام اہل ذمہ (فدیہ دینے کے معاہدے کے ساتھ اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارنے والے لوگوں) کے ساتھ اسی سنت وسیرت کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے۔امام احمد بن حنبل  کے شاگردوں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی یہی وضاحت بیان کی ہے جبکہ امام شافعی کے شاگردوں نے اس بارے میں اختلافی ریمارکس دیے ہیں۔

(امام ابن قیم  مزید فرماتے ہیں:)وقت کے حکمرانوں کو ہم نے تو یہی فتوٰی دیا تھا۔جب عیسائیوں نے شام کے اندر مسلمانوں کی جائیداد، املاک، دیہاتوں، شہروں اور گھروں کو نذر آتش کر دیا۔انہوں نے شام کی سب سے بڑی جامع مسجد کو بھی

[96] زادالمعاد بتحقيق شعيب و عبدالقادر الارناؤط :138,136/3

خاکستر کرنے کی مکمل تیاری کرلی تھی۔ یہاں تک کہ اس جامع مسجد کا ایک مینار انہوں نے جلا بھی دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل نہ ہوتا تو وہ ساری مسجد کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیتے۔

ملک شام کے اندر ہونے والی اس کاروائی کا جب وہاں موجود دیگر عیسائیوں کو پتہ چلا۔ انہوں نے اس کی موافقت اور تائید ہی ظاہر کی۔ اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن اس بات کی انہوں نے وقت کے حکمرانوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ (معاملہ کھل جانے پر) اس وقت کے حکمران نے اس وقت کے فقہاء سے فتوٰی طلب کیا۔ ہم اس کو یہ فتوٰی دیا کہ جس جس عیسائی نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدہ توڑا ہے۔ حملہ آوروں کا کسی طرح تعاون کیا ہے، اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے یا اپنے لبوں پر مہر خاموشی لگاتے ہوئے ان کی تائید کی ہے۔ ان سب معاہدہ توڑنے والوں کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہے۔[97]

(امام ابن قیم مزید فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کسی قوم سے معاہدہ و صلح کرتے پھر جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ طے پاتا ان کے ساتھ کوئی اور دشمن قبیلہ جا ملتا اور ان کے معاہدے میں شامل ہو جاتا تو وہ اس کیے ہوئے معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی قبیلہ نبی ﷺ سے حالتِ کفر پر ہوتے ہوئے بھی آ ملتا۔ تو وہ آپ کے ساتھ معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔ آپ کے ساتھ معاہدے میں شامل ہونے والے کسی کافر کے ساتھ کوئی قبیلہ بد عہدی کرتے ہوئے جنگ کرتا تو نبی ﷺ ان بد عہدی کرنے والوں کو بھی اپنا مد مقابل دشمن سمجھتے اور ان کے ساتھ جنگ کرتے۔[98]

---

97 سورۃ القتال/سورۂ محمد کی آیت: ۴ کی روشنی میں امیر لشکر کو قیدیوں کے بارے میں تین اختیارات حاصل ہیں: {1}..... ان کو قتل کروا دینا۔ {2} .... فدیہ لے کر آزاد کر دینا۔ (3) ..... بطور احسان بغیر فدیہ لیے معاف کر دینا۔ مگر معاہدہ توڑنے والے بد عہد قیدیوں کے بارے میں امیر کو صرف اور صرف قتل کروانے کا اختیار حاصل ہے۔ باقی دونوں اختیارات اس کو حاصل نہیں۔ لہٰذا بد عہدی اور غداری کی صورت میں صرف اور صرف قتل کرنا ہی سزا ہے۔

98 اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اہل مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا۔ اس کے بعد قبیلۂ بنو بکر اہل مکہ کے ساتھ شامل ہو گئے اور قبیلہ بنو خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آ شامل ہوا۔ ایک وقت آیا کہ بنو بکر نے معاہدہ توڑتے ہوئے بنو خزاعہ پر دھاوا بول دیا۔ اہل مکہ نے بنو بکر کا پورا پورا ساتھ دیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہوئے۔ اس کے نتیجہ میں نبی اکرم ﷺ نے پوری تیاری کرتے ہوئے اہل مکہ پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے مکہ کو فتح کر لیا۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے بنو خزاعہ پر حملے کو اپنے اوپر حملہ تصور کیا اور جوابی کاروائی کی۔ حالانکہ بنو خزاعہ اس وقت تک کافر قبیلہ تھا۔

مشرق کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فتوٰی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ نے بھی دیا ہے۔اس لیے کہ ان مشرقی عیسائیوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کا مسلمانوں کے خلاف مال کے ساتھ اور اسلحہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔حالانکہ انھوں نے بذات خود نہ جنگ میں شرکت کی تھی نہ ہی مقابلے پر اترے تھے۔صرف تعاون کرنے سے ہی ان کو معاہدہ توڑنے والے قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فتوٰی امام ابن تیمیہ □ نے جاری کیا تھا۔'' (امام ابن قیم □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم □ کی وضاحت سے معلوم ہوا:

توجہ فرمایئے ! شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ اس شخص پر جو مسلمانوں سے جنگ کے موقع پر کفار کا تعاون کرتا ہے اور آلات حرب وضرب اور مال ودولت کے ساتھ ان کو سپورٹ فراہم کرتا ہے۔وہ جنگ کرنے والوں اور لڑائی کرنے والوں کے ہی حکم میں شامل ہے۔ان تعاون کرنے والوں کا بالکل وہی معاملہ ہے جو مسلمانوں کیساتھ بذات خود جنگ کرنے والوں کا ہے۔باجوداس کے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ بذات خود جنگ میں شامل نہیں تھے۔

اسی طرح جن عیسائیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور جائیدادوں کو نذر آتش کرنے والوں کی بے غیرتی پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا تھا۔امام ابن قیم دونوں قسم کے افراد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سب قتل کر دیے جانے کے مستحق ہیں۔حاکم وقت کو یہ بھی اختیار نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے لیے معافی کا پروانہ جاری کر سکے۔ان کی حتمی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔

اس سے آپ کو اس شخص کے متعلق تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ جو کافروں کے اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کا تعاون کرتا ہے ، ان کو مالی طور پر (Financially)اور معلومات کی فراہمی (Providing for informations)کے ساتھ سپورٹ فراہم کرتا ہے۔بلکہ اس سے کہیں آگے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے کافروں کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا ہے۔کافروں کے اتحاد میں شامل ہو جاتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ اس کو لڑائی میں عملًا حصہ لینے کا موقع نہ بھی ملے)ایسے معاونین اور مددگاروں کا وہی حکم ہے جو اس جنگ میں حصہ لینے والے بڑے بڑے بدمعاشوں ، سرغنوں اور سرپرستوں کا ہے۔یہ سب کے سب اب ایک گروہ شمار ہوں گے اور ان کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہو گا۔

## علماء حق اور سرکاری ملاؤں میں زمین وآسمان کا فرق:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ☐ اور ان کے شاگردِ رشید شیخ الاسلام امام ابن قیم ☐ کے گذشتہ دونوں فتوؤں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دین کے داعی حقیقی علماء اور دنیا کے بھوکے، درباری اور سرکاری ملاؤں کے موقف و نظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ والے حقیقی علماء صرف اور صرف اللہ وحدہ، لاشریک لہ، سے ڈرتے ہیں۔ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ساری دنیا کے کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی مدد و معاونت میں ایک قوت، ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔

ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ و دستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء، پروگرامز اور پروجیکٹس (programs & projects) کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں۔ وہ پروگرام اور پروجیکٹ جو مختلف ناموں سے منظر عام پر لائے جاتے ہیں: کوئی پروگرام امن وسلامتی کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی پروگرام ملکی سلامتی اور خود مختاری کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی ملکی یکجہتی اور اتحاد کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

ان درباری اور سرکاری ملاؤں میں اتنی بھی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ ظلم وستم اور جبر واستبداد کے ساتھ مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق ہی وہ فتوی صادر کر سکیں جن کے وہ مستحق اور اہل ہیں، وہ یہودی اور عیسائی جو مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض کی بناپر دانت پیس رہے ہیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار ہیں۔ یہ علماء سوء ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں قرآن وسنت کے وہ شرعی احکام بیان کرنے سے ہی خوف کھاتے ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ و قتال واجب ہے اور ان کے ساتھ بزدل بن کر اور جھک کر صلح کرنا بہر صورت حرام ہے۔

## چڑھتے سورج کے پجاری سرکاری مولویوں کے فتوے:

ان درباری اور سرکاری مولویوں نے جو باطل فتوے دیے وہ صرف دنیوی مفادات اور دنیوی عیش و عشرت کے کھو جانے کے خوف سے دیے ہیں۔ جو کچھ ان کو حکمرانوں کے صدارتی محلات اور پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے، اس کے مطابق یہ

اپنے فتوے صادر کرتے ہیں۔ وہ حکمران جو روٹی کے چند ٹکڑوں (ڈالرز اور پونڈ) کے عوض اپنا دین قربان کر چکے ہیں اور اقتدار کے ایوانوں میں بزدلی کے ساتھ اپنے سر چھپائے ہوئے ہیں۔ مزید برآں ان درباری مولویوں نے یہ بھی جسارت کی کہ مجاہدین اسلام کے خلاف خوب خوب ہرزہ سرائی کی۔ وہ مجاہدین جو اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہادی پرچم سربلند کیے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کے دشمن خواہ مرتد حکمرانوں میں سے ہوں، خواہ سیکولر اور لبرل حکمرانوں میں سے ہوں۔ خواہ اسرائیل کے ظالم وجابر یہودی ہوں یا امریکہ کے قابض وغاصب عیسائی ہوں یا ان کے علاوہ مشرک پلید ہندو ہوں۔

جو شخص بھی ان سرکاری ملاؤں کے معاملے پر غور کرتا ہے اس کو یہ بات انتہائی تعجب انگیز معلوم ہوگی کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایسے ایسے بیانات جاری کرتے ہیں جن سے مجاہدین کے خلاف دشمنی اور عناد ٹپک رہا ہوتا ہے۔ جو حد اعتدال سے کوسوں دور نکل جانے والے اور زمین پر فساد برپا کرنے والے بیانات ہوتے ہیں۔ یہ سرکاری مفتی تو یہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ جو شخص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کی گردن اڑادینی چاہیے۔ بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کو دہشت گرد، تخریب کار اور مخالف جنگجو قرار دے کر قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔

اکثر وپیشتر یہ سرکاری علماء اس وقت فتویٰ صادر کرتے ہیں جب حکمرانوں اور بڑوں کی طرف سے ڈیمانڈ آتی ہے۔ مگر بد قسمتی سے کبھی کبھی یہ محض اپنی خوشی اور رضا اور رغبت ہی سے نمبر بنانے کے لیے فتوے دینے لگتے ہیں۔

## درباری ملاؤں کا کردار اور بگڑتا ہوا معاشرہ:

- ایسے لگتا ہے کہ ان کو اپنے بڑوں، حکمرانوں اور لیڈروں کے اندر تخریب کاری اور فساد کی کوئی رمق نظر نہیں آتی۔

- ایسے لگتا ہے کہ اللہ کے حکم قانون (قرآن وسنت) کے بغیر فیصلے کرنے اور اپنے خود ساختہ self made قوانین کے ساتھ عدالتی نظام چلانے میں ان درباری علماء کو کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ ان مولویوں کے ہاں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں سے بہر صورت دوستایاں رچانے کے عمل کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیے حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں ہر سو پھیلے ہوئے دنگا فساد ،اور مسلمانوں کے خلاف لوٹ مار کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیے۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ اجنبیوں کے سامنے عورتوں کے بے پردہ اور آراستہ و پیراستہ ہو کر نکلنے میں انہیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ کھلے چہرے، کھلے گریبان، ننگے سر، ننگے بازو اور نیم برہنہ بدن کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوئے دیکھ کر انہیں کوئی بے غیرتی، بے حمیتی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ ہر سو پھیلی ہوئی بدکاری اور زنا کی منکرات، رقص و سرور کی مجلسیں، شراب وشباب کی تقریبات (Functions)، سود اور جوا کے معاملات اور پھر ہر بے دین این جی اوز (NGOs) کی زبان پر شخصی آزادی کا نعرہ جیسے امور ایسے حقائق کو بغیر کسی تردّد کے تسلیم کرلینا چاہیے۔

۞ آج ہر کافر کے ساتھ ذلت و رسوائی پر مبنی معاہدے طے پا رہے ہیں ،کافروں کے ہاتھوں اپنی قیمتی املاک اور ادارے فروخت کیے جا رہے ہیں، بلکہ مسلم علاقوں اور شہروں کو کافروں کے کنٹرول اور تسلط میں دیا جا رہا ہے۔اپنی گردنوں میں کافروں کی غلامی کے طوق پہنائے جا رہے ہیں مگر یہ اصحاب جبہ و دستار ،صاحبان مرتبہ وفضیلت مفتیان اور اکابر علمائ واسکالرز ان حالات میں بھی مسلم عوام کو بیدار کرنا جرم عظیم تصور کرتے ہیں۔

## درباری مولویوں کی مثال قرآن مجید سے:

ان شُیُوخُ الضَّلَالَۃِ، عُلَمَاءُ السَّلَاطِین اور حکمرانوں کی خواہشات (Requirements) کے مطابق فتوٰی دینے والے مفتیان کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جن کے بارے اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ، وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف=7:175،176)

"اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے! جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا ۔سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ (عطا) کر دیتے ۔لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی ۔کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو تب بھی ہانپے اور اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے! شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔"

## درباری ملاؤں کے بارے میں امام ابن تیمیہ کا فتوٰی اور نصیحت:

اسی بناپر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ایک ایسے عالم دین کے بارے میں فرماتے ہیں، جو کتاب وسنت کی کھری دعوت جانتے ہوئے بھی ترک کر دیتا ہے اور حق کی مخالفت کرتے ہوئے حکام وقت کی خواہش کی پیروی کرتا ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" وَمَتٰی تَرَکَ الْعَالِمُ مَا عَلِمَہُ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَ سُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ ﷺ وَاتَّبَعَ حُکْمَ الْحَاکِمِ الْمُخَالِفِ لِحُکْمِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ کَانَ مُرْتَدًّا کَافِرًا یَسْتَحِقُّ الْعَقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ ، قَالَ تَعَالٰی :﴿الٓمّٓصٓ، کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلاَ یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ لِتُنْذِرَ بِہٖ وَ ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ، اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لاَ تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآئَ قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ﴾وَ لَوْ ضُرِبَ وَ حُبِسَ وَ أُوْذِیَ بِأَنْوَاعِ الأَذَی لِیَدَعَ مَا عِلَمَہُ مِنْ شَرَعِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ الَّذِیْ یَجِبُ اتِّبَاعُہُ وَاتَّبَعَ حُکْمَ غَیْرِہٖ کَانَ مُسْتَحِقًّا لِعَذَبِ اللّٰہِ، بَلْ عَلَیْہِ أَنْ یُّصْبِرَ وَ اِنْ أُذِیَ فِی اللّٰہِ فِی الْأَنْبِیَاءِ وَ أَتْبَاعِھِمْ ، قَالٰی تَعَالٰی :﴿الٓمٓ، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْآ اَنْ یَّقُوْلُوْآاٰمَنَّا وَ ہُمْ لاَ یُفْتَنُوْنَ، وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ﴾وَ قَالَ تَعَالٰی﴿وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰہِدِیْنَ مِنْکُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَکُمْ﴾،وَ قَالٰی تَعَالٰی﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَّسَّتْہُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ﴾ [99]

"جب ایک عالم دین کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو جانتے ہوئے بھی برحق موقف ترک کر دے اور حاکم وقت کے ایسے حکم کی پیروی کرنے لگ جائے جو حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے صریحاً خلاف ہو

99 مجموع الفتاوی:373,372/35

۔ایسا عالم دین مرتد اور کافر ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف: ۱-۳ میں فرماتے ہیں:

''الٓمّٓصٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اسلیے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرائیں، سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہو اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔اگر بالفرض اس عالم دین کو مارا پیٹا جائے اس کو پس زندان کر دیا جائے یا اس کو طرح طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں سے دوچار کیا جائے، اس وجہ سے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی شریعت کو چھوڑ دے۔ جس شریعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور قانون کی بجائے وہ کسی اور حکم اور قانون کی پیروی کرنے لگ جائے۔ تو یہ عالم اگران مصائب و آلام کو سامنے دیکھ کر دین کی کھری دعوت سے باز آجاتا ہے تو بھی یہ شخص اللہ کی طرف سے سزا کا مستحق قرار پائے گا۔اس عالم دین پر فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ تکلیفوں اور اذیتوں کے وقت صبر و برداشت کا مظاہرہ کرتا۔کیونکہ یہ سب کچھ اس نے اپنے اللہ کے لیے برداشت کیا تھا۔انبیاء کرام اور ان کے پیروں کاروں (followers) میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ وہ مصائب و آلام کے ساتھ آزماتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت کی آیات: ۱-۳ ارشاد فرماتے ہیں:

1..... ''الٓمّٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف دعوے پر کہ ایمان لائے ہیں، ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے۔ان سے پہلے لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا، یقینا اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔''

2.....اسی طرح سورۂ محمد کی آیت: ۱۳ میں فرمایا: ''یقینا ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کر لیں، اور ہم تمہاری (حالتوں خبروں) کی بھی جانچ کریں گے۔''

3.....اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۲۴ میں ارشاد فرمایا: ''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے۔جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔انہیں بیماریاں

اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے بھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔''

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

# باب: 7

## مسلمانوں کے خلاف برسرِپیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔

اس بارے میں تکبر و غرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں، سپاہیوں اور ہر کاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ ان تمام کی ایک ہی سزا ہو گی۔ بلکہ صحابہ کرام □ نے مرتدین کے مقتولین کے بارے میں دوزخ کی آگ کی گواہی بھی دی ہے۔

# جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

## مشورہ دینا تعاون کی (سب سے) بڑی صورت ہے:

علامہ ابن قدامہ □ اپنی تصنیف "المغنی" کی کتاب الجہاد میں ان اقسام و اصناف کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو میدان میں قتل کرنا منع ہے۔ مثلاً خواتین، بوڑھے افراد، لنگڑے اور معذور افراد، مذہبی پیشوا اور بچے وغیرہ۔ عام طور پر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو جنگ نہیں کرتے۔ اس قسم کے افراد کا تذکرہ کرنے کے بعد رقمطراز ہے:

> وَمَنْ قَاتَلَ مِمَّنْ ذَكَرْنَا جَمِيْعَهُمْ جَازَ قَتْلُهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَتَلَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ امْرَأَةً أَلْقَتْ رَحٰى عَلٰى مَحْمُوْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَ مَنْ كَانَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ الْمَذْكُوْرِيْنَ ذَا رَأيٍ يُعِيْنُ فِى الْحَرْبِ جَازَ قَتْلُهُ ، لِأَنَّ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ قُتِلَ يَوْمَ حُنَيْنَ وَ هُوَ شَيْخٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ وَكَانُوْا خَرَجُوْا يَتَمَيَّنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِرَأْيِهِ ، فَلَمْ يَنْكِرِ النَّبِيُّ ﷺ قَتْلَهٗ، وَ لِأَنَّ الرَّایَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَعُوْنَةِ فِى الْحَرْبِ۔" [100]

"ہم نے پہلے جن افراد (عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور لاغروں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے ان تمام اقسام کے افراد کو قتل کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ خود لڑائی میں حصہ لیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ بنی قریظہ کے دن ایک عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، جس نے سیدنا محمود بن مسلمہ پر چکی کا پاٹ گرادیا تھا۔[101] اسی طرح جو شخص

---

100 المغنی لابن قدامۃ=کتاب الجہاد:478/8 ۔ مطبوعۃ عالم الکتب

101 زیادہ درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن جو صحابیٔ رسول ﷺ چکی کے پاٹ سے شہید ہوئے تھے وہ سیدنا خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن صامت خزرجی □ تھے۔ سیدنا محمود بن مسلمہ □ غزوۂ بنی قریظہ کے دن شید نہیں ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر □ ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں--ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کی ہے۔ محمد بن جعفر، عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں۔ عروہ بن زبیر اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہ □ بیان فرماتی ہیں: لَمْ يُقْتَلُ مِنْ نَسَآءِ هِمْ اِلَّا اِمْرَأةٌ وَاحِدَةٌ -- قَالَتْ وَاللهِ اِنَّهَا لَعِنْدِىْ تُحَدِثْ مَعِى تَضْحَک ظَهْرًا وَ بَطْنًا وَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَتَلَ رِجَالُهَا فِى السُّوْقِ۔ اِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا: اَيْنَ فُلَانَةُ؟ قَالَتْ: اَنَا وَاللهِ! قَالَتْ: قُلْتُ لَهَا: وَيْلَکَ مَالَکِ؟قالَتْ: أُقْتَلْ: قُلتْ:وَلِمَ؟ قَالَتْ لِحَدَثٍ اَحْدَثْتُہٗ۔ قَالتْ: فَانْطَلِقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَا ۔ وَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ : فَوَاللهِ اِمَا اَنسٰى عَجَبًا مِنْهَا طِيْبَ نَفْسِهَا وَكَثُرَةِ ضِحْكِهَا وَ قَدْ عَرَفَتْ اَنَّهَا تُقْتَلُ۔(البدایۃ و النہایۃ=144/3،صحیح ابی داؤد=کتاب الجہاد:باب فی قتل النساء ، الحدیث:2325)

"بنو قریظہ کی خواتین میں سے سوائے ایک خاتون کے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ سیدہ عائشہ □ فرماتی ہیں: وہ میرے پاس تھی اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ باتوں کے دوران ہنستے ہوئے وہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اس کے خاندان کے مردوں کو (بدعہدی اور غداری کی سزا کے طور پر) قتل کر رہے تھے۔ اچانک ایک آواز دینے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی: فلاں عورت

مذکورہ افراد (معذور اور خواتین وغیرہ) میں سے ہوں مگر صاحب الرائے ہو۔ یعنی ایک اچھی رائے اور کارگر مشورہ کے ساتھ وہ جنگ میں کافروں کی مدد کرتا تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ہوازن قبیلہ کے ایک بوڑھے سردار اور انتہائی زیرک ومعاملہ فہم شخص دُرید بن صِمّہ کو جنگ حنین میں قتل کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ بہت بوڑھا آدمی تھا۔ اس میں لڑنے کی ذرا بھی سکت نہ تھی۔ لیکن جب بنو ہوازن رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل نکلے تو وہ اپنے اس بوڑھے شخص کو باعث برکت سمجھتے اور اس کی جنگی واقفیت سے اس کا تعاون حاصل

---

کہاں ہے؟ وہ فوراً بولی: اللہ کی قسم! میں ہوں۔ سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: میں نے اس سے پوچھا: تیری بربادی ہو، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تیرا نام لے کر تجھے کیوں آواز دی گئی ہے؟ اس نے کہا: میں عنقریب قتل کر دی جاؤں گی۔ سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آخر کس لیے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ میں نے ایک 'انوکھا کام'' کیا ہے۔ سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: اس کو پھر لے جایا گیا اور اس کی گردن تن سے جدا کر دی گئی۔ سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: مجھے اُس کا معاملہ کبھی نہیں بھولتا۔ اُس کا معاملہ بڑا عجیب تھا۔ بالکل خوش باش تھی۔ کھلکھلا کر مسکرا رہی تھی۔ جبکہ اس کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد مجھے قتل کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا عورت کے بارے میں ابن اسحاق فرماتے ہیں: ''یہی وہ عورت تھی جس نے چکی کا پاٹ ایک چھت سے گرا کر سیدنا خلاد بن سوید  کو قتل کر دیا تھا۔ پھر خلاد بن سوید کے بدلے رسول اللہ نے اس کو قتل کروایا تھا۔'' (حوالہ کے لیے دیکھیے البدایۃ والنھایۃ=144/3) جبکہ سنن ابی داؤد کے شارح امام خطابی  اس مذکورہ بالا عورت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی'' یہی وہ ''انوکھا کام'' تھا جو اس نے سرانجام دیا ہوا تھا (حوالہ کے لیے دیکھیے معالم السنن للخطابی 14/4)

الغرض مذکورہ بالا دونوں اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہو۔ یہ بات تو واضح ہے کہ اس عورت کو بلاوجہ قتل نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے قولاً یا فعلاً مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا، تو اس کو قتل کیا گیا تھا۔ اگر وہ باقی عورتوں کی طرح کسی طرح جنگ میں پارٹی سپیٹ (Prticipate) نہ کرتی تو اس کو باقی عورتوں کی طرح قتل نہ کیا جاتا۔

اس موقع پر دوسری وضاحت یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ  نے جو یہ کہا ہے کہ ''بنو قریظہ کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ اس نے سیدنا محمود بن مسلمہ  کے اوپر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔ علامہ ابن قدامہ  کو یہاں ''خلاد بن سوید  کی جگہ محمود بن مسلمہ  کا جو تسامح ہوا ہے۔ اس کی وجہ کچھ یوں سمجھ آتی ہے کہ دراصل محمود بن مسلمہ بھی چکی کے پاٹ ہی سے شہید ہوئے تھے۔ مگر ان کے اوپر چکی کا پاٹ غزوۂ بنی قریظہ میں نہیں بلکہ غزوۂ خیبر میں گرایا گیا تھا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ صفیہ  کا والد اور متعصب یہودی حیی بن اخطب کسی جانور کی کھال میں بہت زیادہ خزانہ ڈال کر بنو قریظہ کی جلاوطنی کے ساتھ مدینہ سے ساتھ لایا تھا۔ وہ خزانہ کنانہ بن ابوالحقیق کے پاس تھا۔ غزوۂ خیبر میں جب اللہ تعالی کے فضل وکرم سے فتح ہو چکی تو رسول اکرم ﷺ نے یہودی سردار کنانہ بن ابوالحقیق سے پوچھا: وہ بنو نضیر والا خزانہ کدھر ہے؟ اس نے وہ خزانہ ایک نامعلوم مقام پر چھپایا ہوا تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے خزانے کے بارے میں کوئی علم ہے۔ اس کے بعد ایک یہودی نے آکر بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ ایک ویرانے میں چکر لگاتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے کنانہ سے فرمایا: یہ بتاؤ کے اگر ہم نے یہ خزانہ تمہارے پاس سے برآمد کر لیا، پھر تو ہم تجھے قتل کرنے میں حق بجانب ہوں گے نا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا۔ وہاں سے کچھ خزانہ برآمد ہو گیا۔ پھر باقیماندہ خزانے کے بارے میں آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے پھر جھوٹ بولا اور کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے سیدنا زبیر  کے حوالے کر دیا اور فرمایا: اسے سزا دو۔ یہاں تک کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کچھ ہمیں حاصل ہو جائے۔ سیدنا زبیر  نے اس کے سینے پر چقماق پتھر کی چند ضربیں لگائیں (چقماق وہ پتھر ہے جس کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے) یہاں تک کہ اس کی جان پر بن آئی۔ مگر وہ اپنے جھوٹ، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ بقول شاعر

جھوٹ بولا ہے تو اس پر قائم بھی رہو غالب
آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہیے

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اسے یہودی طاغوت کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا۔ سیدنا محمد بن مسلمہ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ  کے بدلے اس کی گردن ماری دی۔ اس لیے کہ سیدنا محمود بن مسلمہ  سایہ حاصل کرنے ''، قلعہ ناعم'' کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ابوالحقیق نے ان پر چکی کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا۔

یہودیوں کے خیبر میں آٹھ بڑے بڑے اور مضبوط قلعے تھے، جن میں وہ سکونت پذیر تھے۔ ان میں سے سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ ''قلعہ ناعم'' تھا۔ یہودیوں کے آٹھ قلعوں میں سے یہ پہلے نمبر پر تھا۔ یہ قلعہ اپنے محل وقوع کی نزاکت اور اسٹریٹجی کے لحاظ سے یہود کی پہلی دفاعی لائن (front line) کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہی قلعہ مرحب نامی اس شہ زور اور جانباز یہودی کا تھا۔ جسے ایک ہزار مردوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے الرحیق المختوم صفحہ :598،204) تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن قدامہ  نے اس وجہ سے غزوۂ بنی قریظہ کے ضمن میں محمود بن مسلمہ کا نام لے لیا کہ انھیں بھی چکی کے پاٹ سے شہید کیا گیا تھا۔ یہ تو بجا ہے مگر غزوۂ بنی قریظہ میں شہید ہونے والے صحابی رسول ﷺ کا نام خلاد بن سوید  ہے اور غزوۂ خیبر میں چکی کے پاٹ سے شہید ہونے والے کا نام محمود بن مسلمہ  ہے۔ (وَ اللهُ أَعْلَمْ وَ عِلْمِہُ أَتَمُّ وَ أَصْوَبُ)

کرتے تھے ۔جب اس کو قتل کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے قتل پر کوئی تنقید اور انکار ظاہر نہیں فرمایا تھا۔[102] حالت جنگ میں رائے اور مشورہ دینا تعاون اور مدد کی سب سے بڑی صورت ہے۔''

## شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں:

''وَ أَمَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُعَانِعَةِ وَ الْمُقَاتِلَةِ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانَ وَالرَّاهِبِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَ الْاَعْمٰى وَ الزَّمِنِ وَ نَحْوِهِمْ فَلَا يُقْتَلُ عِنْدَ جمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا أَنْ يُّقَاتِلَ بِقَوْلِہٖ أَوْ فِعْلِہٖ۔[103]

''جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں کے رکاوٹ بننے والے اور جنگ میں شرکت کرنے والے نہ ہوں ۔مثلاً: عورتیں ،بچے ،مذہبی پیشوا،(پادری اور پوپ وغیرہ)بوڑھے ،لاغر،معذور اور ان جیسے دیگر افراد کے متعلق اکثر وبیشتر علماء اسلام کا موقف یہی ہے کہ ان کو جنگ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ہاں !اگروہ اپنے قول وفعل سے جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔

## شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  مزید فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک اور مقام پر امام ابن تیمیہ  مزید وضاحت کرتے ہیں:

'' وَلَا تُقْتَلُ نِسَاؤُهُمْ اِلَّا أَن يُّقَاتِلْنَ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ[104]

---

[102] حافظ ابن حجر عسقلانی  نے مسند البزار کے حوالے سے حسن سند کے ساتھ درید بن صمہ کے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے: جب مشرکین شکست کھا چکے تو درید بن صمہ بھی چھ سو(۶۰۰)افراد کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔یہ لوگ ایک پہاڑی ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک فوجی دستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔بوڑھا درید بن صمہ بولا: ان لوگوں کو میری طرف آنے دو۔میں ان کو سنبھال لوں گا ۔قریب آنے پر اس نے دیکھا تو کہنے لگا: یہ تو بنو قضاعہ قبیلہ کے لوگ ہیں۔ان سے کوئی خطرہ نہیں۔اس کے بعد ان لوگوں نے ایک اور فوجی دستہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو درید بن صمہ نے کہا: یہ تو بنو سلیم کے لوگ ہیں۔پھر اس نے ایک شہسوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے کہا: اس کو میری طرف آنے دو، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔اس کے ساتھیوں نے بتایا یہ آنے والا شہسوار اپنے سر پر سیاہ پگڑی باندھے ہوئے ہے ۔تو درید بن صمہ نے کہا: یہ سیاہ پگڑی والا زبیر بن عوام () ہے۔یہ شخص تمہارا کام تمام کردے گا اور تم کو اس جگہ سے نکال کر ہی دم لے گا۔جب سیدنا زبیر بن عوام  نے اس شکست خوردہ گروہ کو اس پہاڑی ٹیلے پر دیکھا تو (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگے: یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ ان کی طرف چل پڑے۔مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت بھی ان کے ساتھ ہولی۔مقابلہ خوب ہوا۔مجاہدین کی مختصر جماعت نے مشرکین کے اس گروہ میں سے تین سو کافر جہنم واصل کیے۔درید بن صمہ، جو لڑنے کے قابل نہ تھا فقط اپنی قوم کے ساتھ آیا ہوا تھا۔سیدنا زبیر بن عوام  نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے لا کر پیش خدمت کر دیا۔'' (حوالہ کے لیے دیکھیے فتح الباری :24/8،کتاب المغازی:باب غزوۃ اوطاس،حدیث:4223کی شرح)

[103] مجموع الفتاوی:254/28

[104] مجموع الفتاوی:414/28

" کافروں کی خواتین کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ اپنے قول اور عمل سے یعنی زبان اور ہاتھ سے جنگ میں شریک ہوں۔ اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔"

## صاحب السیف والقلم امام ابن تیمیہ  مزید فرماتے ہیں:

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ  مزید تحریر فرماتے ہیں:

" وَالْمُحَارَبَةُ نَوْعَانِ: مُحَارَبَةٌ بِالْيَدِ ، وَ مُحَارَبَةٌ بِاللِّسَانِ ....... اِلٰی قَوْلہٖ رَحِمَہُ اللہِ : وَ كَذٰلِکَ الْإِفْسَادُ قَدْ يَكُونُ بِالْيَدِ وَ قَدْ يَكُوْنَ بِاللِّسَانِ ، وَمَا يُفْسِدُهُ اللِّسَانُ مِنَ الْأَدْيَانِ أَضْعَافٌ مَا تُفْسِدُهُ الْيَدُ۔" [105]

"جنگ دو طرح کی ہوتی ہے :(۱) ہاتھ سے جنگ (۲) زبان سے جنگ. (امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:) کبھی کبھار تو اس میں ہاتھ کا عمل دخل ہوتا ہے۔ (۲) کبھی کبھار اس میں زبان کا دخل ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو فساد دینوں اور مذہبوں کی طرف سے زبان کے ساتھ پھیلایا جاسکتا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ہاتھ کے ساتھ پھیلانا ممکن ہے۔"

ہم نے مذکورۃ الصدر موضوع پر تمام علماء اسلام کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ اس موقف پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ "جو شخص بھی اپنے قول سے یا اپنے عمل سے مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو، اس کی سزا اسلام کی رو سے قتل ہے۔" سابقہ گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگ صرف اور صرف ہاتھ اور عمل سے ہی نہیں لڑی جاتی بلکہ جنگ زبان اور قول سے بھی لڑی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کو مدد فراہم کرے گا یا ان کا تعاون کرے گا، اس مدد اور تعاون کرنے والے شخص کا بھی وہی معاملہ ہو گا جو اس جنگ کرنے والے گروہ کا ہو گا۔ وہ مدد اور تعاون چاہے کوئی اپنے ہاتھ سے کرے یا اپنی زبان سے کرے۔ دونوں قسم کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ یہ بات تجربہ اور مشاہدہ میں آئی ہے کہ کبھی کبھی تو زبان کے تیر ایسے گہرے زخم لگاتے ہیں کہ کمان کے تیر بھی وہ زخم نہیں لگا سکتے بلکہ زبان کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ دلوں کی مضبوطی اور استحکام میں زیادہ بڑا کردار ادا کرتی ہے اور دلوں کو قوت اور طاقت بخشتی ہے۔

---

105 الصارم المسلول:358

## امام ابن کثیر  غزوۂ اُحد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس بارے حافظ ابن کثیر  نے البدایہ والنہایہ میں غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے ہند بنت عتبہ کا جو قولی کردار پیش کیا ہے وہ ایک بہت بڑی مثال ہے جنگ احد میں جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے بالکل قریب آ گئیں تھیں۔ عین اس نازک گھڑی میں ہند بنت عتبہ (جو اس وقت حالتِ کفر پر تھیں) دیگر خواتین کے جھرمٹ میں کھڑی ہوئیں۔ اپنے ہاتھوں میں دف (ہلکا پھلکا ساز بجانے کا ایک آلہ) پکڑا، مردوں کے پیچھے وہ دف بجاتیں ہوئیں انہیں جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں۔ اس وقت ہند نے جو اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَيْهَا بِنِىْ عَبْدِ الدَّارِ
وَيْهَا حُمَاةَ الأدبَارِ

(ترجمہ :)

دیکھو! بنی عبدالدّار
دیکھو! پشت کے پاسدار
خوب کرو شمشیر کا وار

## شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورت بھی جنگجوؤں میں شامل ہو گی جب وہ اپنے قول سے یا فعل سے جنگجوؤں کا تعاون کرے گی ۔یا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھار رہی ہو۔ اسی طرح وہ بوڑھا جو اگرچہ اپنے اندر لڑنے کی سکت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ اپنی رائے اور مشورہ سے جنگ میں تعاون پیش کرتا ہے وہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے درید بن صِمّہ کا واقعہ مشہور و معروف دلیل ہے ۔اسی طرح جب پوپ، پادری، پنڈت، پروہت اور گرو قسم کے لوگ لڑنے والے لوگوں کے ساتھ میل جول قائم رکھے ہوئے ہوں۔ خواہ ان مذہبی پیشواؤں کا میدان میں لڑنے والوں کو صرف زبانی کلامی (رائے اور مشورہ) تعاون ہی حاصل ہو تو ان کا حکم بھی عورتوں اور بوڑھوں کی طرح وہی ہو گا جو لڑنے والوں کا ہے۔

غور کیجیے ! جب جنگ میں زبانی تعاون پیش کرنے والی عورتوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کا یہ معاملہ ہے۔حالانکہ ان لوگوں کا تعلق ان اقسام سے ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔جی ہاں ! جب ایسے لوگ بھی رائے اور مشورہ کے ساتھ جنگ میں تعاون کریں تو وہ قتل کردیے جائیں گے۔اس سے ہی جان لیجیے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہوگا جو بڑے بڑے طاغوتوں اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، مسلمانوں کو قتل کرنے پر ابھارتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف کتابیں تصنیف کرتے ہیں، لمبے مقالات احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں، بڑی بڑی تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے عوامی اجتماع اور جلسے منعقد کرتے ہیں،ان کا معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف دنیا کے بڑے طاغوتوں کا حملہ اور اٹیک ذرا سرد پڑتا ہے تو یہ ”شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار“اس جلتی پر تیل چھڑک کر آگ کو مزید بھڑکا دیتے ہیں۔

عوام الناس کو گمراہ کرنے والے مشائخ، جرائم پیشہ مصنفین اور ہر دستر خوان کی رونق بننے والے شعراء کا ہو بہو یہی گھناؤنا کردار ہے۔بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا جرم یہ ہے کہ بذات خود عملاً مسلمانوں کے خلاف بھڑکائی ہوئی جنگ میں شرکت اختیار کرتے ہیں۔یہ سب لوگ دراصل ایک ہی گروہ ہے۔یہ سب لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ان کو قتل کرنا اور اچانک چھاپہ مار کاروائی سے ان کو ختم کرنا جائز ہے،بلکہ بعض حالات میں تو واجب ہے۔خاص طور پر ایسے شخص کے لیے یہ کاروائی تو بہت ضروری ہے جو مسلمانوں کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہو۔اس بارے شریعت اسلامیہ سے چند مثالیں اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

## پہلی مثال: دشمن رسول ابورافع یہودی کا قتل:

امام بخاری  نے ”الجامع الصحیح“ میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور رسول دشمن ابورافع یہودی کے بارے میں ہے۔وہ رسول اکرم ﷺ سے خوب خوب دشمنی رکھتا تھا اور بقیہ لوگوں کو بھی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کرنے پر ابھارتا تھا۔ صحیح بخاری میں اس بارے میں جو واقعہ ہے،سیدنا براء بن عازب  اس کو یوں بیان فرماتے ہیں :

بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی أَبِىْ رَافِعِ الْيَهُوْدِىِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِىْ رَسُوْلَ اللهِ

صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيہِ وَ كَانَ فِی حِصْنٍ لَّہُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ ، فَلَمَّا دَنُوْا مِنْہُ وَ قَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ رَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِہِمْ فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ لِأَصْحَابِہٖ: اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَاِنِّی مُنْطَلِقٌ وَ مُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّیْ أَنْ أَدْخُلَ ، فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِہٖ كَأَنَّہُ يَقْضِیْ حَاجَۃً وَ قَدْ دَخَلَ النَّاسُ ، فَہَتَفَ بِہِ الْبَوَّابُ : يَا عَبْدَ اللّٰہِ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُل فَاِنِّی أُرِيْدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ ، فَدَخَلَتْ فَكَمَنْتَ۔

فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيْقَ عَلٰى وَتِدٍ ، قَالَ : فَقُمْتُ اِلٰى الْأَقَالِيْدِ فَأَخذْتُہَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ ، وَكَانَ أَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَہُ وَ كَانَ فِی عَلَالِیَّ لَہُ ، فَلَمّاذَہَبَ عَنْہُ أَہْلُ سَمَرِہِ صعِدْتُ اِلَيْہِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَّیَّ مِنْ دَاخِلٍ ، قُلْتُ : اِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوْا بِیْ لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَیَّ حَتّٰى أَقْتُلَہُ ، فَانْتَہَيْتُ اِلَيہِ فَاِذَا ہُوَ فِیْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسطَ عِيَالِہٖ لَا أَدْرِیْ أَيْنَ ہُوَ مِنَ الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ : مَنْ ہٰذَا؟ فأَہْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فأَضرِبُہُ ضَرْبَۃً أَثْخَنْتُہُ: وَلَمْ أَقْتُلُہ، ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَۃَ السَّيْفِ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰى أَخَذَ فِیْ ظَہْرِہٖ فَعَرَفْتُ أَنِیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَہَيْتُ اِلٰى دَرجَۃٍ لَہُ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ وَأَنَا أُرٰى أَنِیْ قَدِ انْتَہَيْتَ اِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِیْ لَيْلَۃٍ مُقْمِرَۃٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُہَا بِعِمَامَۃٍ ثُمَّ انْطَلَقتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ ، فَقُلْتُ : لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَۃَ حَتّٰى أَعْلَمَ أَقْتَلْتُہُ ، فَلَمَّا صَاحَ الدِيْكُ قَامَ النَّاعِیْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ : أَنْعِیْ أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَہْلُ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى أَصْحَابِیْ فَقُلْتُ : النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰہُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَہَيْتُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہُ فَقَالَ ﴿﴿ أُبْسُطْ رِجْلَكَ﴾﴾ فبَسَطْتُّ رِجْلِی فَمَسَحَہَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِہَا قَطُّ﴾﴾ [106]

"رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ ؓ کو بھیجا اور سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا۔ جب وہ اس قلعے کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو! میں (اس قلعہ پر) جارہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا۔ تاکہ میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپالیا جیسے کوئی قضائے حاجت کررہا ہو۔ قلعہ کے تمام آدمی

---

[106] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق ویقال : سلام بن ابی الحقیق كان بخيبر و يقال : فی حصن لہ بأرض الحجاز ، الحدیث: 4039

اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے آواز دی۔ اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آجا۔ میں اب دروازہ بند کردوں گا۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک ▢ نے کہا:) چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔

جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک ▢ فرماتے ہیں: اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھا لیا۔ پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جارہی تھیں۔ اور وہ اپنے خاص بالاخانہ میں تھا۔ جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے (داستان گو) اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے مخصوص کمرے (Specific Room) کی طرف بڑھنے لگا۔ اس تک پہنچنے کے لیے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کرتا جاتا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق علم ہو بھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا ۔اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ (سورہا) تھا۔ مجھے کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟ اس لیے میں نے آواز دی: ابورافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اس وقت میرا دل دھک دھک کر رہا تھا، یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا۔ جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اندر گیا۔ میں نے پھر آواز بدل کر پوچھا: ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک ▢ فرماتے ہیں:) میں نے پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) تلوار کی ایک ضرب لگائی ۔اگرچہ میں اس کو خوب لہولہان تو کر چکا تھا مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ مجھے اب یقین ہو گیا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولنے شروع کیے۔ بالآخر ایک زینے پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں، (لیکن میں ابھی میں پہنچا ہی نہ تھا) اس لیے میں اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی

۔اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہو گئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں ؟جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل (دیوار) پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہو کر آواز دی :لوگو! میں اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو۔اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو (میرے ہاتھوں) قتل کرا دیا ہے۔

پھر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ابو رافع کے قتل کی اطلاع دی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا پاؤ آگے کرو۔"میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہو گیا جیسے کبھی اس میں مجھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی"[107]

حافظ ابن حجر عسقلانی □ ابو رافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جا سکتی ہے۔جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہو رہی ہوں۔[108]

## دوسری مثال: یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل:

اسی طرح کی ایک مثال کعب بن اشرف یہودی طاغوت کے قتل کی بھی ہے ۔یہ شخص بھی عوام الناس کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔اس پر مسلمانوں کی طرف سے قاتلانہ کاروائی کی مفصل روداد سیدنا جابر بن عبداللہ □ بیان کرتے ہیں:

---

107 امام بیہقی فرماتے ہیں :ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن انیس □ نے اس پر وار کیا تھا۔لیکن کام تمام کرنے والے سیدنا عبداللہ بن عتیک □ ہی تھے۔ابو رافع کے قتل کے موضوع پر جتنی بھی روایات ہیں سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرہ بہر حال سیدنا عبداللہ بن عتیک □ کے سر ہی ہے۔یہ بات بھی تمام روایات میں مشترک ہے کہ گرنے سے جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی وہ بھی سیدنا عبداللہ بن عتیک □ ہی تھے۔(حوالہ کے لیے دیکھیے السنن الکبری للبھیقی=کتاب السیر:باب قتل النساء والصبیان فی التبییت والغارۃ من غیر قصد وما ورد فی اباحۃ التبییت :الحدیث:18101) (128/9)۔

108 فتح الباری:345/7

﴿﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :﴿﴿مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾﴾ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَہَ فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللهِ !اَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَہُ؟ قَالَ:﴿﴿نَعَمْ﴾﴾ قَالَ فَأذَن لِيْ أَنْ اَقُوْلَ شَيئًا۔ قَالَ:﴿﴿قُلْ﴾﴾

فَا ُُتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ فَقَالَ اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَۃٌ واِنَّہُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُکَ أَسْتَسْلِفُکَ ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللهِ لَتَمَلُّنَّہُ قَالَ : اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنَّ نَدَعَہُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى أيِّ شَيْئٍ بَصِيْر شَأْنُہُ ، وَقَدْ اَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسَقًا أَوْ وَسْقَيْنِ۔

﴿وَحَدَّثَنَا عَمَرٌ وَ غَيرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ ۔ فَقُلْتُ لَہُ : فِيہِ وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ؟ فَقَالَ : أُرٰى فِيْہِ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ﴾

---فَقَالَ نَعَمْ ۔ اِرْهَنُونِي ۔ قَالُوْا: ایَّ شَيْئٍ تُرِيْدُ؟ قَالَ : اَرْهَنُوْنِيْ نِسَاءَ كُم۔ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُکَ أَبْنَاءَ نَا فَيَسُبُّ أَحَدُهُمْ ۔ فَيُقَالُ : رُهِنَ بوَسَقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا۔ وَلٰكِنَّا نَرْهَنُکَ "اَللَّامَۃَ" ﴿قَالَ سُفْيَانُ : يَعْنِى السَّلَاحَ﴾

فَوَاعَدَهُ أَنْ يَّاتِيْہِ ۔ لَيْلًا وَ مَعَہُ اَبُوْ نَائِلَۃَ وَهُوَ أَخُو كَعَبٍ مِنَ الرَّضَاعَۃِ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَہُ اِمْرَأَتُہُ : أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَۃَ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ وَ أَخِيْ أَبُوْ نَائِلَۃ۔

وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَتْ : اَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّہُ يَقْطُرُ مِنْہُ الدَّمُ ۔ قَالَ أَخِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ وَ رَضِيْعِى أَبُوْنَائِلَۃ۔

---اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا دُعِيَ الٰى طَعَنَۃٍ بِلَيْلٍ لَأجَابَ ۔ قَالَ وَيَدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَمَعَہُ رَجُلَيْنِ ۔ قِيْلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمرٌو؟ قَالَ سَمّٰى بَعْضُهُمْ۔ قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَہُ بِرَجْلَيْنِ وَ قَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : ابوعَبَسَ بْنُ جَبرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَ عَبَّادُ بْنُ بِشرٍ ۔ قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَہُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ : اِذَا مَا جَاءَ فَاِنِّيْ قَائِلٌ بِشَعْرِهٖ فأَشُمُّہُ فَاِذَا رَأَيْتُمُوْنِى استَمكَنْتُ مِنْ رَأسِہٖ فَدُوْنَكُمْ فَاضْرِبُوهُ۔ وَ قَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ۔

فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْہُ رِيْحُ الطِّيْبِ۔ فَقَالَ مَا رَأيْتُ كَالْيَوْمِ رِيْحًا أَيْ أَطْيَبَ۔ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَالَ عِنْدِيْ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ۔ قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ أَتَاذَنُ لِيْ أَنْ أَشُمَّ رَأْسَکَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْہُ قَالَ دُوْنَكُمْ فَقَتَلُوْهُ۔ ثُمَّ اَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ﴾﴾ [109]

---

[109] صحيح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل كعب بن الأشرف ، الحديث :4037، و كتاب الجهاد:باب الكذب فی الحرب، الحديث:3031 و باب الفتک بأهل الحرب ، الحديث :3032، صحيح مسلم=كتاب الجهاد:باب قتل كعب بن الاشرف طاغوت اليهود ، الحديث:1801

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت زیادہ ستا رہا ہے۔'' اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدر ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں بات کر لوں؟ (خواہ ظاہراً وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ ؓ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب بن اشرف بولا اور کہنے لگا: ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ اللہ کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: چونکہ اب ہم نے اس کی اطاعت کر لی ہے۔ اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ (٦٠) صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتا ہے) یا (راوی نے بیان کیا کہ) دو وسق غلّہ بطور قرض لینے آیا ہوں۔

حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی۔ لیکن ایک وسق یا دو وسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا حدیث میں ایک وسق یا دو وسق غلے کا بھی ذکر ہے؟ انھوں نے کہا! میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر آیا ہے)

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ سیدنا مسلمہ ؓ نے کہا: تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں کل کلاں انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے نا کہ جسے ایک وسق یا دو وسق غلّے کے بدلے گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو

ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہو گی۔البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ''لائمہ'' گروی رکھ دیتے ہیں (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: لائمہ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا۔)

محمد بن مسلمہ ؓ نے دوبارہ ملاقات (Meeting) کرنے کا وعدہ کیا۔(کچھ دنوں کے بعد) وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ان کے ساتھ ابونائلہ ؓ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے ۔پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انھوں نے آواز دی۔وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت (اتنی رات گئے) باہر کہاں جارہے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔

ویسے بھی ایک بہادر، معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے ۔عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے ؟انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر ؓ اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے تھے۔اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انہیں سونگھوں گا۔۔جب تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔عمرو بن دینار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ ؓ نے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن وجمال میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں۔عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے ؟اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔محمد بن مسلمہ ؓ نے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان

کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ □ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی ۔اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضہ میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کامیاب قاتلانہ کاروائی کی اطلاع دی۔[110]

## تیسری مثال: فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خونِ رائیگاں؟

نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کو کفار ومشرکین کے ہاتھوں آزاد کرایا تھا۔ آپ ﷺ نے تمام اہل مکہ کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کر رکھا تھا۔ خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کر رہے تھے یا اپنے قول اور گفتار سے پریشان کر رہے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی □ نے اپنی مایہ ناز تصنیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں، مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف ''سیرت النبی ﷺ کامل''میں اور دورِ حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم''میں ان افراد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا وہ کل تیرہ افراد تھے۔ جن میں سے ۹ مرد اور ۴ عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے:

1. ......عبدالعزّٰی بن خطل

---

110 کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی سردار تھا۔ یہ بدطینت اور شیطان صفت انسان لوگوں کو خاص طور پر قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ اس ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دھوکے سے پیغمبر آخرالزمان جناب محمد ﷺ کو قتل کرادے۔ فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ اس نے اس غرضِ فاسد کے تحت رسول اکرم ﷺ کو ایک دعوت پر بھی مدعو کیا تھا مگر رسول اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے جبریل □ کے ذریعہ بروقت آگاہ کر دیا اور آپ بال بال بچ گئے۔

کعب بن اشرف کی ان حرکات سیّئہ کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو قتل کروانے کا خیال ظاہر کیا۔ جس پر محمد مسلمہ □ نے آمادگی ظاہر کی۔ کعب بن اشرف کی سرکوبی اور اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے گروہ کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ □ تھے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے وعدہ تو کر لیا مگر کئی دن اس کی پروگرامنگ (programming) کے بارے میں فکر مند رہے۔

ایک دن اپنے گہرے دوست اور صحابیِ رسول سیدنا ابو نائلہ کے گھر آئے۔ وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ بعد ازاں انھوں نے عباد بن بشر، حارث بن اوس، اور ابو عبس بن جبر □ کو بھی پروگرامنگ اور مشاورت میں شامل کیا۔ پھر یہ سب کے سب رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت آپ کے بارے (فقط حیلہ سازی کے لیے) کوئی ناپسندیدہ کلمات کہہ سکیں۔ جو موقع محل کے لحاظ سے ہم مناسب سمجھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس چیز کی اجازت مرحمت فرمائی۔ رات کے وقت جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے کاروائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین نے بنفس نفیس ان کو جنت البقیع (اصل نام بقیع الغرقد) تک آ کر الوداع کیا۔ یہ سن تین ہجری تھا۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ چاندنی رات تھی ۔ مجاہدین کی اس مختصر سی چھاپہ مار گوریلا ٹیم کو رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ! اللہ تمہاری مدد کرے۔''

②......حارث بن نفیل: تاریخ میں شاید ان کا یہ دوسرا نام ''حویرث بن نقید بن وہب بن عبد بن قصی'' مذکور ہے۔ کیونکہ دونوں قسم کے ناموں کے تحت ذکر کردہ جرم اور کیفیت وسزا ایک جیسی مذکور ہے۔

③......مقیس بن صبابہ کنانی

④......حارث بن طلاطل خزاعی

⑤......عبدالعُزیٰ بن خطل کی دو لونڈیوں میں سے ایک، جس کا نام ارنب اور غالبًا اس کی کنیت ام سعد تھی۔

⑥......عبداللہ بن سعد ابی سرح (□)

⑦......عکرمہ بن ابی جہل (□)

⑧......ہبار بن اسود (□)

⑨......کعب بن زبیر (□)

⑩......وحشی بن حرب (□)

⑪......ہند بن عتبہ (□)

⑫......عبدالعزیٰ بن خطل کی لونڈیوں میں سے، یہ مسلمان ہو گئی تھی۔

⑬......بنی عبدالمطلب میں سے کسی شخص کی ایک لونڈی جس کا نام ''سارہ'' یا ''ام سارہ'' تھا۔

مذکورہ بالا فہرست میں سے اوّل الذکر پہلے پانچ تو اس اعلان کے مطابق قتل کر دیے گئے۔ چاہے ان میں سے کوئی کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لٹکا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گستاخیاں اور آپ کو اذیتیں ان کی طرف سے انتہاء کو پہنچی ہوئی تھیں۔ گویا اپنے قول اور فعل سے پریشان کرتے تھے۔ جبکہ پہلے پانچ کے بعد بقیہ آٹھ افراد کا جرم قدرے کم تھا۔ انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کی، معافی کی خواہشگار ہوئے اسلام قبول کیا اور اسلام میں رہتے ہوئے اچھا کردار اور رویہ پیش کیا۔ لہٰذا ان کو معاف کر دیا گیا۔[111]

## کفار کے معاونین: کالم نگاروں، شعراء، مولویوں اور فوجی اہلکاروں کا حکم:

[111] فتح الباری :6160/40- زادالمعاد:411/3 - سیرۃ النبی کامل لابن ہشام:458/2 - الرحیق المختوم:655

مذکورہ بالا تمام مثالوں، دلیلوں اور واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں اپنے قول یا اپنے فعل سے شریک ہوگا، مجاہدین اسلام کے خلاف اپنے ہاتھ یا زبان سے کافروں کی مدد کرے گا وہ کافر اور مرتد ہے۔ایسے شخص کو قتل کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس اس کام کی استطاعت موجود ہے۔

اس بارے میں وہ تمام افراد برابر ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے اور جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔

- چاہے وہ بڑے بڑے حکمران اور لیڈر رہوں۔
- چاہے حکمرانوں کے وزیر اور مشیر ہوں۔
- چاہے ان کی حمایت میں آرٹیکلز (Articles) لکھنے والے کالم نگار ہوں۔
- چاہے وہ شُیُوْخُ الضَّلَالَۃ (گمراہ کرنے والے مولوی) ہوں جو مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں عام لوگوں کو کافروں کا ساتھ دینے کی دعوت اور تبلیغ کرتے ہوں۔
- چاہے وہ افواج اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے عام فوجی اور اہلکار ہوں۔
- چاہے وہ کافروں کے لیے اپنا قولی اور فعلی تعاون کرنے والے مفسرین، شعراء مفکرین، اخبار نویس اور اخباری رپورٹر ہوں۔
- چاہے کافروں کو اپنا جانی اور مالی تعاون پیش کرنے والے اسلام دشمن عناصر ہوں۔الغرض یہ تمام لوگ در حقیقت ایک گروہ اور جماعت ہیں، کفر وارتداد کے احکام اور جنگ و قتال کے معاملہ میں ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

## شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  وضاحت فرماتے ہیں:

"وَكَذَالِکَ الْأَثْرُ الْمَرْوِیْ ﴿ اِذا كَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قِیْلَ : أَیْنَ الظَّلَمَۃُ وَ أَعْوَانُهُمْ؟ أَو قَالَ: وَأَشْبَاهُهُمْ؟ فَيُجْمَعُوْنَ فِیْ تَوَابِیْتَ مِنْ نَارٍ ثُمَّ یُقْذَفُ بِهِمْ فِی النَّارِ﴾ وَ قَدْ قَالَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلْفِ:﴿ أَعْوَانُ الظَّلَمَۃِ مِمَّنْ أَعَانَهُمْ ، وَ لَوْ أَنَّہُ لَاقَ لَهُمْ دَوَاءً ، أَوْ بَرٰی لَهُمْ قَلَمًا ، ومِنْهُمْ مَنْ كَانَ یَقُوْلُ : " بَلْ مَنْ یَّغْسِلُ ثِیَابَهُمْ مِنْ أَعْوَانِهِمْ ، وَأَعْوَانُهُمْ هُمْ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ الْمَذْكُوْرِیْنَ فِی الْآیَۃِ، فَاِنَّ الْمُعِیْنَ عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی مِنْ

أَهْلِ ذَالِكَ ، وَالْمُعِيْنُ عَلَى الْاِثْمِ وَالعُدْوَانِ مِنْ أَهْلِ ذٰلِكَ ، قَالٰی تَعَالٰی: ﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّہ، نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّہ، كِفْلٌ مِّنْهَا وَ كَانَ اللهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾ وَالشَّافِعُ الَّذِیْ يُعِيْنُ غَيْرَهُ فَيَصِيْرُ مَعَهُ شَفَعًا بَعْدَ أَنْ كَانَ وِتْرًا ، وَ لِهَذَا فُسِّرَتْ الشَّفَاعَةُ الْحَسَنَةُ بِاِعَانَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الجِهَادِ ، وَالشَّفَاعَةُ السَّيِّئَةُ بِاِعَانَةِ الْكُفَّارِ عَلٰی قِتَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَأَبِیْ سُلَيْمَانَ۔" [112]

"جب قیامت کا دن ہو گا آواز دی جائے گی: ظالم وجابر اور ان کے مددگار ومعاون کہاں ہیں ؟انہیں آگ کے صندوقوں میں جمع کر دیا جائے گا۔ پھر ان سب کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔اسی وجہ سے سلف صالحین میں سے بہت زیادہ افراد کا یہ موقف ہے کہ: ظالموں اور جابروں کے مددگار ان لوگوں کے حکم ہی میں شامل ہیں جن کا وہ تعاون کرتے ہیں۔اگرچہ وہ ظالموں کے لیے محض دوادار و اور علاج معالجہ کا ہی بندوبست کریں یا محض ان کو قلم تراش کر ہی پیش کریں۔"

بعض سلف نے تو یہاں تک کہا ہے کہ: ظالموں کے کپڑے دھونے والا بھی ان کے ساتھ ہو گا۔جس جس میدان میں کوئی کسی کو تعاون پیش کرتا ہے وہ اس میدان میں اصل ذمہ دار کے گناہ یا ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اگر کوئی کسی کا نیکی اور تقوٰی کے معاملات میں تعاون کرتا ہے تو وہ اس نیکی اور تقوٰی میں ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی گناہ اور زیادتی کے معاملات میں کسی کا تعاون کرتا ہے تو وہ اس گناہ اور زیادتی کی سزا میں برابر شریک ہوتا ہے۔اسی بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے: [113]

نیز اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت: ۸۵ میں فرماتے ہیں: "جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس (نیکی اور بھلے کام کے اجر) کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی میں سفارش کرے اس کے لیے بھی اس (برائی اور بدی کے گناہ اور سزا) میں ایک حصہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

---

112 مجموع الفتاوی:64/7

113 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی وَ لاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللهَ اِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدۃ=2:5)
"نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو، گناہ اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔"

عربی زبان میں ایک لفظ ''الشفع'' ہے اور ایک لفظ ''الوتر'' ہے۔ طاق عدد کو ''الوتر'' کہتے ہیں جبکہ جفت عدد کو ''الشفع'' کہتے ہیں۔ ''الشافع'' (سفارشی) وہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی سفارش کر کے اس کی معاونت اور مدد کرتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مل کر شفع (یعنی ڈبل) ہو جاتا ہے جبکہ سفارش سے پہلے وہ ''وتر'' (یعنی سنگل) ہوتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ سورۃ النساء کی آیت: ۸۵ میں جو (شَفَاعَۃً حسَنَۃً) کا تذکرہ آیا ہے۔ مفسرین کرام نے اس سے ''مومنوں کی جہاد پر مدد'' کرنا مراد لیا ہے۔ اسی آیت کریمہ میں جو (شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً) کا تذکرہ آیا ہے اہل تفسیر نے اس سے مومنوں کے خلاف جنگ میں کافروں کی مدد کرنا'' مراد لیا ہے۔ امام ابن جریر طبری اور امام ابو سلیمان نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہ تفسیر بیان فرمائی ہے۔''
(امام ابن تیمیہ □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## فرعون کو'' صاحب اوتاد'' کیوں کہا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے لشکروں کو ''اوتاد'' کہا ہے۔ لفظ ''اوتاد'' جمع ہے۔ اس کا واحد ''وَتِدٌ'' ہے۔ ''وَتِدٌ'' کا معنی میخ اور کھونٹی ہے۔ کیل اور میخ کسی چیز کو مستحکم کرنے کے لیے ٹھوکا جاتا ہے۔ طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے فوجیوں اور لشکروں کو قرآن میں ''اوتاد'' اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کے اقتدار اور حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ، الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلاَدِ، فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ﴾(الفجر=89:10-12)

''اور (بھلا کیا سلوک کیا تیرے رب نے) فرعون کے ساتھ جو میخوں والا (یعنی لشکروں والا) تھا۔ ان سب (لشکروں) نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔ اور بہت زیادہ فساد مچا رکھا تھا۔''

## امام ابن جریر طبری □ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری □ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اللہ جل ثناؤہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے ''صاحب اوتاد'' فرعون کے ساتھ جو حشر کیا، کیا آپ نے اس کو دیکھا؟۔اہل تفسیر کا ''ذی الأوتاد'' کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے۔اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ فرعون کو ''ذی الأوتاد'' کالقب کیوں دیا گیا ؟اس بارے میں بعض مفسرین کا موقف یہ ہے کہ ''ذی الأوتاد'' کا معنی ''ذی الجُنُود'' ہے۔''ذی الجُنُود'' کا اردو میں معنی ''لشکروں والا'' ہے۔لہٰذا لفظ اوتاد سے وہ افراد لشکر،افواج اور انتظامیہ مراد ہے جو اس کی حکومت واقتدار کو طاقت اور قوت بخشتے تھے۔مفسرین کے ایک گروہ کے موقف کے مطابق مذکورہ آیات میں لفظ ''اوتاد'' دراصل ''لشکروں'' کے معنی میں ہے۔''[114]

(امام ابن جریر □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

مذکورہ بحث سے لشکروں کو ''اوتاد'' کہنے کی وجہ اور سبب بھی معلوم ہوگیا کہ وہ چونکہ کفر کی بادشاہت اور حکومت کو استحکام اور تسلط فراہم کرتے ہیں اس لیے وہ اوتاد (یعنی میخیں اور کیل) ہیں۔اگر ان طاغوتوں اور حکمرانوں کو ان لشکروں اور افواج کی سپورٹ حاصل نہ ہوتی تو ان کا کفر اور باطل اقتدار بہت جلد زمین بوس ہو جاتا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور امام ابن جریر طبری □ کی بیان کردہ تفسیر اس شخص کے دماغ کی کھڑکیاں کھولنے کے لیے کافی ہے جو ان حکمرانوں کی ماتحتی میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے والے عام فوجیوں اور اہلکاروں کا دفاع کرتا ہے کہ یہ لوگ ناچار اور بے بس ہیں۔ان کو اوپر سے جو حکم ملتا ہے یہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔لہٰذا یہ بالکل بے قصور اور بے گناہ ہیں یا پھر اسی طرح کے دیگر عذر اور اسباب بیان کرتے ہیں۔جبکہ اپنی ان باتوں پر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی مستند اور صحیح حدیث پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

## طلیحہ اسدی کے پیروکاروں کا وفد خدمت صدیق اکبر □ میں:

---

114 تفسير الطبری:197/20

عہد صدیقی میں صحابہ کرام  کا اس پر اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا کہ مرتدین میں سے بڑے بڑے اماموں اور سرداروں کا جو حکم ہے وہی ان کے معاونین اور حامیوں کا ہے۔ مثلاً نبوت کا جھوٹا دعٰوی کرنے والے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کے پیروکاروں اور مددگاروں کو اسی سزا کا مستحق سمجھا گیا جس کا مستحق جھوٹے نبیوں کو سمجھا گیا تھا۔ صحابہ کرام  کے اجماع سے بھی گویا اس موقف کو تقویت ملتی ہے کہ جو حکم کفار اور مرتدین کا ہے وہی ان کے انصار و معاونین کا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے طارق بن شہاب نے ایک اثر روایت کیا ہے، جو اس طرح ہے:

جَاءَ وَفَدَ منْ أَسَدٍ وَ غَطفَانَ اِلٰی أَبِی بَکْرٍ یَسَأَلُوْنَہُ الْصُلْحَ ، فَخَیْرَھُمْ بیْنَ الْحَرْبِ الْمُجْلِیَۃِ أَوِ السِّلْمِ الْمُخْزِیَۃِ ، فَقَالُوْا: یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللهِ! ھٰذِہِ الْمُجْلِیَۃُ قَدْ عَرَفْنَا فَمَا الْمُخْزِیَۃُ؟ قَالَ: نَنْزِعُ مِنْکُمْ الْحَلَقَۃَ وَالْکَرَاعَ ، وَنَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْکُمْ وَتَرُدُّوْنَ عَلَیْنَا مَا أَصَبْتُمْ مِنَّا وَتَدُوْنَ قَتْلَانَا وَلَا نَدِیْ قَتْلَاکُمْ ، وَتَکُوْنُ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ ، وَتَتْرَکُوْنَ أَقْوَامًا تَبْتَغُوْنَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللهُ خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِہِ وَالْمُھَاجِرِیْنَ أَمْرًا یَعْذَرُوْنَکُمْ بِہِ ، فَعَرَضَ أَبُوْبَکْرٍ مَا قَالَہُ عَلٰی الْقَوْمِ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: قَدْ رَأْیًا وَ سَنُشِیْرُ عَلَیْکَ:

"اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنَ الْھَرَبِ الْمُجْلِیَۃِ وَالسِّلْمِ الْمُخْزِیَۃِ فَنِعْمَ مَا ذَکَرْتَ ، وَأَمَّا مَا ذَکَرْتَ تَدُوْنَ قَتْلَانَا وَ تَکُوْنُ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ فَاِنَّ قَتْلَانَا قَاتَلَتْ فَقُتِلَتْ عَلٰی أَمْرِ اللهِ، أُجُوْرُھَا عَلَی اللهِ لَیْسَ لَھَا دِیَاتٌ ، قَالَ : فَتَتَابَعَ الْقَوْمُ عَلٰی مَا قَالَ عُمَرُ[115] وَالْحَدِیْثُ أَصْلُہُ فِی الْبُخَارِیِّ" [116]

"بزاخہ خاندان کی دوذیلی شاخوں بنواسد اور بنوغطفان کا ایک مشترکہ وفد خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق  خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے افراد نے آپ  سے نقض عہد کے بعد تجدید صلح کی درخواست کی۔ سیدنا ابو بکر صدیق  نے انہیں دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: جلاوطنی پر مبنی جنگ چاہتے ہو یا ذلت آمیز صلح وفد کے ارکان کہنے لگے: جلاوطنی پر مبنی جنگ کی تو ہم کو سمجھ میں آگئی ہے البتہ ذلت آمیز صلح کی سمجھ نہیں آئی۔ یہ کیا چیز ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیق  نے ذلت آمیز صلح کی یہ وضاحت فرمائی:

① ہم تمام اسلحہ اور گھوڑے تم سے چھین لیں گے۔

115 فتح الباری:210/13،نیل الاوطار:22/8۔ اس کو امام برقانی  نے امام بخاری  کی شرط پر روایت کیا ہے۔

116 صحیح البخاری=کتاب الاحکام: باب الاستخلاف ، الحدیث:7221

(۲) جو کچھ ہم نے تم سے حالت جنگ میں مال حاصل کیا ہوا ہے وہ ہمارے پاس غنیمت کے طور پر رہے گا ۔جب تک کہ تم نے جو مال ہم سے حاصل کیا ہوا ہے وہ تم ہمیں واپس کرو گے۔

(۳) تم لوگ ہمیں مقتولین)اور شہداء) کا فدیہ دوگے جب کہ ہم تمہارے مقتولین )اور مرداروں(کا فدیہ ادا نہیں کریں گے۔بلکہ تمہارے مقتولین جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

(۴) ہم تمہیں ایسی حالت میں زندہ رہنے دیں گے کہ تم) غریب رعیت کی طرح) اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے فقط اونٹ چراتے رہو۔(تاکہ تم معاشرے میں باوقار، خود مختار اور سرکردہ افراد کی حیثیت اختیار نہ کر سکو) تمہیں اس حالت میں اس وقت تک باقی رکھا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی ایسی صورت حال واضح نہ کردے جس سے وہ تمہارا) بدعہدی، غداری اور بغاوت والا) جرم معاف نہ کردیں۔[117]

سیدنا ابو بکر صدیق □ نے جو کچھ کہا وہ قوم پر پیش کیا: تو سیدنا عمر بن خطاب □ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے :اے خلیفۂ رسول! آپ نے جو رائے دی سو دی۔ہم بھی آپ کی خدمت میں کچھ باتیں بطور مشورہ کے عرض کرنا چاہتے ہیں: آپ نے جلاوطنی پر مبنی جنگ اور ذلت آمیز صلح کا تذکرہ فرمایا ہے۔اس بارے میں آپ نے جو فرمایا ہے بلاشبہ بہت خوب فرمایا ہے۔آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے شہداء کی دیت دوگے اور تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں گے۔اس بارے میں صرف اتنی گزارش ہے کہ جب ہمارے شہداء نے اللہ کے حکم کی بناء پر جنگ اور جہاد کیا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں وہ اگر قتل (یعنی شہید) بھی ہوئے ہیں تو ان کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ہمارے ان شہداء کے لیے خون بہا نہیں ہونا چاہیے۔اس واقعہ کو بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے بھی سیدنا عمر بن خطاب □ کے مشورہ اور رائے کی تائید کی۔یہ مکمل روایت اگرچہ بخاری شریف میں نہیں البتہ اس حدیث کا اصل مفہوم اور مین پوائنٹ(Main Point) بہر حال بخاری شریف میں ہے۔

117 یعنی تمہارے قول و فعل سے، کردار اور گفتار سے، رہن سہن سے اور بود باش سے یہ واضح نہ ہو جائے کہ اب تم نے صحیح معنوں میں توبہ کرلی ہے اور آئندہ تم اس قسم کی بدعہدی اور باغیانہ روش کے مرتکب نہیں پائے جاؤ گے۔اس وقت تک نہ تو ہتھیار اور گھوڑے تمہارے پاس ہوں گے، نہ مال کی فراوانی تمہارے پاس ہوگی، بلکہ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی متحرک، باعزت ،آزادانہ اور معزز کردار ادا کرنے کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں ہوگی بفحوائے قرآن ﴿وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ ''وہ ذلیل وپست ہو کر زندگی گزارنے والے ہوں گے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی  نے سیدنا ابو بکر صدیق  کے مذکورہ بالا اثر کو امام برقانی کی روایت سے بیان کیا ہے۔اس کے بعد اس اثر کی تشریح اور تصریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام بخاری  نے سیدنا ابو بکر صدیق  کے اثر کا صرف آخری تھوڑا سا حصہ ہی بیان کیا ہے۔یعنی تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتّٰی يُرِیَ اللهُ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِهٖ وَالْمُهَاجِرِيْنَ أَمَرًا يَعْذِرُوْنَكُمْ تک الفاظ ہی نقل فرمائے۔تاہم امام برقانی نے اپنی سند سے اس ''اثر'' کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔جس کا فقط تھوڑا سا حصہ امام بخاری نے نقل کیا ہے۔یہ جانی پہچانی بات ہے کہ خاندان ''بزاخہ'' کے مذکورہ افراد ''طلیحہ اسدی'' کذاب کی قوم کے لوگ تھے، جنہوں نے طلیحہ کذاب کی اطاعت گزاری کی اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی۔

جب سیدنا خالد بن ولید  نے ان سے جنگ کی اور ان کو بدترین شکست سے دوچار کیا تو ان لوگوں نے اپنا ایک وفد تشکیل دے کر خلیفہ اوّل ابو بکر صدیق  کی جانب روانہ کیا۔(تاکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بدعہدی کرنے اور ایک جھوٹے نبی کا ساتھ دینے پر معذرت اور معافی کی درخواست پیش کریں۔) [118]

## سیدنا ابو بکر  کے بیان کی تشریح حافظ ابن حجر  کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی  سیدنا ابو بکر صدیق  سے مروی مذکورہ بالا اثر میں سے چند درج ذیل الفاظ کے معنی اور شرح بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

① اَلحَرْبُ المُجْلِيَة: تمام مال اور جائیداد سے بے دخل کردینے والی جنگ۔

② السِّلْمُ المُخْزِيَة: لفظ ''المُخْزِيَة'' خِزْیٌ سے مشتق ہے۔الخِزْیٌ کا معنی ہے ''ذلت ورسوائی کے اوپر برقرار رکھنے والی صلح''

③ الحَلَقَة: آلاتِ حرب وضرب، ہتھیار

④ الكُرَاعُ: تمام قسم کے گھوڑے

118 فتح الباری:13/210-211

⑤ وَ نَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ: یعنی جو ہم نے تم سے مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ مستقل طور پر ہماری دسترس میں رہے گا۔ ہم اس کو شرعی فریضہ کے طور پر اپنے درمیان تقسیم کریں گے اس میں سے کوئی چیز بھی تمہاری طرف واپس نہیں کریں گے۔

⑥ وَتَرُدُّوْن عَلَيْنَا مَا اَصِبْتُم مِنَّا: یعنی جو مال تم نے مسلمانون کے لشکر) یعنی مجاہدین اسلام) سے حالت جنگ میں لوٹا ہوا ہے وہ تم ہماری طرف واپس کروگے۔

⑦ تَدُوْنَ: ہمارے شہداء اور مقتولین کی دیتیں اور خون بہا تم ہمیں ادا کروگے۔

⑧ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ: یعنی تمہارے مقتولین آخرت میں جہنم کے اندر داخل ہوں گے یعنی وہ دوزخی ہیں۔ ہم ان کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ وہ اپنے کفر، ارتداد اور شرک پر مرے ہیں وہ کوئی ناحق اور ناجائز قتل نہیں کیے گئے۔ اس وجہ سے دنیا میں ان کی کوئی دیت (خون بہا) ادا نہیں کی جائے گی۔

⑨ تَتَبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ: یعنی تم ایک غریب رعایا کی طرح فقط اونٹ چرانے والے بن کر زندگی گزاروگے۔ معاشرے میں تمیں موثر اور ایکٹورول(Active Role) ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جب تک تمہاری توبہ کی حقیقت واضح نہ ہو جائے۔ کیونکہ جب ان سے اسلحہ سلب کر لیا جائے گا تو وہ دیہات کے عام باشندے بن کر رہ جائیں گے۔ ان کو زندگی کی فقط وہی آسائشیں حاصل ہوں گی جو ان کے اونٹوں کی کمائی سے ان تک پہنچ سکیں گی۔

## سیدنا صدیق اکبر ☐ سے مروی بیان کی مزید تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”بزاخہ خاندان کے عہد شکن مرتدین سے اسلحہ چھین لینے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی شان وشوکت اور دبدبہ وہیبت ختم ہو جائے۔ لوگ ان کی طرف سے بہرحال بے خوفی اور امن محسوس کریں۔[119]

علامہ ابن بطال ☐ فرماتے ہیں:

[119] فتح الباری:13/210-211

طلیحہ اسدی کذاب کی اطاعت قبول کرنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے ''خاندان بزاخہ'' کے لوگ پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں مرتد ہوگئے۔ ارتداد کے بعد انہوں نے اپنے جرم کی معافی کے لئے اپنے قاصدوں کا ایک وفد تشکیل دے کر سیدنا صدیق اکبر  کی جانب روانہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبر  نے ان کا اس وقت تک فیصلہ کرنا پسند نہ کیا جب تک ان کے بارے اپنے دیگر ساتھیوں ''أَهْلُ الحَلِّ وَالْعَقد'' سے مشورہ طلب نہ کر لیا۔ آپ  نے فیصلہ سناتے ہوئے انہیں فرمایا کہ تم صرف جنگلوں میں رہتے ہوئے اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی باڑی کر کے یا مال مویشی پال کر اپنی گزر اوقات کر سکتے ہو۔[120]

## حافظ ابن حجر  مزید فرماتے ہیں:

(حافظ ابن حجر عسقلانی  خاندان بزاخہ کے بارے مزید فرماتے ہیں)

''سیدنا ابو بکر صدیق  نے خاندانِ بزاخہ کو مہلت اور ڈھیل دی تھی اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے جرم و گناہ کی توبہ، معذرت اور معافی میں کس حد تک مخلص ہیں۔ نیز یہ بات کھل جائے گی کہ انہوں نے مذہب اسلام کے حسن و جال کو قبول کرنے کے لحاظ سے کس قدر دوستی پیدا کی ہے۔''[121]

## خلاصۂ کلام:

وفد بزاخہ کے واقعہ پر غور کنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام  ے ان تمام مرتدین کے بارے میں متفقہ فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ سب کے سب سزا کے حق دار ہیں۔ خواہ وہ ان لوگوں کے ورثاء، پیشوا، لیڈر اور بڑے بڑے سردار تھے یا عام رعایا اور کارکنان سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا گیا، دنیا و آخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو کیے جائیں، صحابہ کرام  ے ابتدائی دور کا یہ واقعہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے، جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف بر سرِ پیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔ اس بارے میں تکبر و غرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں، سپاہیوں اور ہر کاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ وہ سب کے سب اسلام کے خلاف اور کفر کی حمایت میں جنگ کرنے میں اکٹھے تھے۔ پھر اسی کفر پر ہوتے ہوئے وہ قتل کیے گئے۔ لہٰذا بدیہی طور پر ان سب کا حکم بھی ایک ہی ہونا تھا۔

120 فتح الباری:13/210-211

121 فتح الباری:13/210-211

- اللہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں، جن کا سینہ خلاق عالم نے نور ہدایت کے لیے منور کر دیا ہے۔
- اللہ کرے کی ہمارا شمار ان لوگوں میں سے ہو، جن کے سینے میں خواہش نفس کی پیروی کا کوئی عمل دخل نہیں۔
- اللہ کرے کہ ہم اس چیز کو مضبوطی سے تھامنے والے بن جائیں، جس چیز پر ایسے بہترین لوگوں نے متفقہ فیصلہ دے دیا۔ جن لوگوں کی رسول اللہ ﷺ کے بارے بہترین گواہی ہے۔

جب آپ گزشتہ بحث پر غور و فکر کریں گے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے کے لیے نکلتا ہے اور جو شخص بھی ان لڑنے والوں کے ساتھ کسی بھی طرح شریک ہوتا ہے وہ سب لوگ سزا کے مستحق اور سزا میں برابر ہیں ۔دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو ہوں گے ۔اس بارے حکمران اور حکمرانوں کے ماتحت عام فوجی سب برابر شریک ہوں گے کوئی فرق نہیں ہوگا۔(وَاللهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ)

# باب: 8

مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں

جبکہ اس کے برعکس درباری، سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر، لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

## کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

قبل ازیں یہ بحث گزر چکی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان کو تقویت پہنچانا بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ایسا جرم ہے کہ جو ایک مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی مسلم شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ذریعہ، واسطہ (وچکولا)، اور سفارشی ہونے کا کردار ادا کرے۔ نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی اتحادی افواج کے ساتھ اپنا اتحاد قائم کرے۔ چہ جائیکہ وہ باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے درپے ہو جائے۔ ایک مسلمان سے مسلمان ہوتے ہوئے اس چیز کی امید نہیں کی جاسکتی۔

اب اس بحث میں ہم اس مسئلہ کو ایک اور زاویہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی شرعی ضرورت اور جائز ضرورت کے تحت کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ذریعہ، واسطہ اور بظاہر معاون کا کردار ادا کرتا ہے تو یہ شخص کافروں کے مددگاروں اور معاونین کے حکم میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کوئی ایسا کام کرے جس میں

مسلمانوں کی مصلحت اور خیر خواہی مقصود ہو۔ مثلاً کسی سر چڑھے طاغوت کو، کسی بہت بڑے فسادی کو اور مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیف دینے والے کسی شخص کو قتل کرنا مقصود ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور شرعی مصلحت پیش نظر ہو، جس کو شریعت واقعتاً مصلحت قرار دیتی ہو تو ایسی صورت میں کسی کافر کا ساتھ دینا، مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک رابطے کا کردار ادا کرنا جائز اور درست ہے ۔ایسی صورت میں یہ عمل کرنے والا ہر گز کافر نہیں ہوگا۔ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا معاملہ اس طرح کا ہے تو اس کے ساتھ کافروں والا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس طرح کا کردار ادا کرنے والا ایک مسلم مجاہد کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس موضوع پر ہم سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ کرام □ سے چار واقعات پیش خدمت کرتے ہیں:

## پہلا واقعہ: سیدنا فیروز الدیلمی □ کے ہاتھوں اسود عنسی کا قتل:

سب سے پہلا واقعہ سیدنا فیروز دیلمی □ سے متعلق ہے۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعٰوی کر ڈالا۔ اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دینِ اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہو گئی۔ اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کر لی۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسود عنسی ''صنعاء'' شہر پر غالب آگیا۔ اس وقت صحابیٔ رسول سیدنا فیروز دیلمی □ نے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے۔ لیکن دل کے اندر ایک پروگرام تھا کہ میں نے اسے قتل کرنا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا فیروز الدیلمی کے واقعہ کو اپنی ''الجامع الصَّحِيْحُ'' میں بیان فرمایا ہے۔ ایک تابعی عبید اللہ بن عبداللہ □ فرماتے ہیں، میں نے صحابی رسول اور حِبْرُ هٰذِهِ الْأُمَّة سیدنا عبداللہ بن عباس □ سے رسول اللہ ﷺ کے خواب کے بارے میں دریافت کیا جس کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس □ فرماتے ہیں: کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے (دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابوہریرہ □ منقول ہے) کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

﴿﴿بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفَظِعْتُهُمَا وَ كَرِهْتُهُمَا ۔ فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُا كَذَّابَيْنَ يَخْرُجَانِ﴾﴾ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيّ، اَلَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوزُ وَالْآخِرُ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ''[122]

[122] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قصة الاسود العنسی، الحدیث:4379

''مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے ہیں۔ میں ان سے بہت گھبرایا اور میں نے دونوں کنگنوں کو ناپسند۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دو جھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں۔'' روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبیداللہ بن عبداللہ  فرماتے ہیں نبوت کے ان دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز الدیلمی  نے یمن میں قتل کیا تھا۔ اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔''

## شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ خَرَجَ فَيْرُوزُ الدَّيْلِمِيُّ عَلَى الأَسْوَدِ الْعَنْسِيّ وَ جَآءَ الْخَبَرُ اِلٰى رَسُوْلِ ا للهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ وَهُوَ فِى مَرَضِ مَوْتِهِ ، فَخَرَجَ فَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ بِذَالِكَ وَ قَالَ :﴿قُتِلَ الْأَسْوَدُ الْعَنَسِىُّ اللَّيْلَةَ قَتَلَهُ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ صَالِحِيْنَ﴾ وَ قِصَّتُهُ مَشْهُوْرَةٌ [123]

''پھر سیدنا فیروز الدیلمی  اسود عنسی کذاب کا قصہ تمام کرنے کے لیے نکلے۔ رسول اکرم ﷺ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے کہ بذریعہ وحی آپ ﷺ کے پاس اس کے قتل کی خبر پہنچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: آج اسود عنسی کا قصہ تمام ہو چکا ہے اور نیک لوگوں میں سے ایک نیک شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔'' اسود عنسی کے قتل کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

## سیدنا فیروز الدیلمی  فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری  نے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن فیروز سے بیان کیا ہے۔ ضحاک بن فیروز اپنے والد فیروز سے بیان کرتے ہیں:

[123] الجواب الصحيح فيمن بدل دين المسيح:109/1

﴿﴿قُدِمَ عَلَيْنَا وَبْرُ بْنُ يَخْنُسٍ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِيْهِ بِالْقِيَامِ دِيْنِنَا وَالنُّهُوْضِ فِي الْحَربِ وَالْعَمَلِ فِي الْأَسْوَدِ اِمَّا مُصَادَمَةٌ ، وَأَنْ نُبَلِّغَ عَنْهُ مَنْ رَّأَيْنَا أَنَّ عِنْدَهُ نَجِدَةً وَ دِيْنًا فَعَمِلْنَا فِي ذَالِكَ ﴾﴾[124]

''سیدنا وبر بن یخنس ؓ رسول اللہ ﷺ کا نامہ گرامی (خط) لے کر ہمارے پاس آئے۔اس خط میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ (1)....تم اپنے دین ''اسلام ''پر قائم اور ڈٹے رہنا۔(2).دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں برسرپیکار رہناہے۔(3)....اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے۔چاہے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دوبدو جنگ سے اور (4)....ہر وہ شخص جس کے پاس جرأت وبہادری اور پرہیزگاری اور دینداری کے جذبات ہیں اس تک میرا یہ پیغام پہنچادیں۔سیدنا فیروز فرماتے ہیں: ہم نے آپ ﷺ کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔

## امام ابن جریر ؒ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری ؒ مزید فرماتے ہیں:

''أَنَّ فَيْرُوْز وَ مَنْ مَعَهُ اْحتَالُوْا عَلَى الْأَسْوَدِ وَ أَظْهَرُوْا مُتَابَعَتَهُ حَتّٰى تَمَكَّنُوا مِنْ قَتْلِہٖ ، وَقَدْ أَثْنَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَيْرُوْز''[125]

''سیدنا فیروز دیلمی ؓ نے اور ان کے ساتھیوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ اسود عنسی کذاب کے قتل کے لیے منصوبہ بندی اور حیلہ سازی کی۔انھوں نے بڑی فہم وفراست سے اسود عنسی کے سامنے اپنی پیروی اور اطاعت کا اظہار کیا۔یہاں تک کہ سیدنا فیروز دیلمی ؓ اور ان کے ساتھیوں کے لیے اس کذاب ومرتد کو قتل کرنا ممکن ہو گیا ۔اس عظیم اور کامیاب مشن کو پورا کرنے پر ہی رسول اللہ ﷺ نے فیروز ؓ کے لیے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔''

124 تاریخ الطبری:2/247-257،فتح الباری:93/8

125 تاریخ الطبری:2/247-257،فتح الباری:93/8

## دوسرا واقعہ: سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ کے ہاتھوں کعب بن اشرف کا قتل:

کافروں کو دھوکہ دینا جائز ہے اور اپنا ٹارگٹ اور مقصد پورا ہونے تک کافروں کی موافقت ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔اس مسئلہ میں وہ واقعات بھی بطور دلیل پیش کیے جا سکتے ہیں جو کعب بن اشرف ،ابن ابی الحقیق اور خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے بیان میں کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔کعب بن اشرف کو دھوکے کے ساتھ اچانک قتل کرنے کا واقعہ امام بخاری اور امام مسلم ؒ نے سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ کی سند سے روایت کیا ہے۔سیدنا جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّہُ قَدْ آذَى اللهَ وَ رَسُوْلَہ)) فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَۃ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَہُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ فَأذَن لِيْ أَنْ اَقُوْلَ شَيئًا۔ قَالَ: ((قُلْ))،فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ فَقَالَ اِنَّ هَذَا الرَّجْلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَۃً واِنَّہُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُکَ أَسْتَسْلِفُکَ .......))﴾

''کعب بن اشرف کا کون کام تمام کرے گا؟ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت ستا رہا ہے۔اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ !کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں ؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہاں'' مجھے یہ پسند ہے۔سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ فرماتے ہیں: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ اس سے کچھ (بظاہر نازیبا) باتیں کر لوں۔آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔اس لیے میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں......''

## حافظ ابن حجر ؒ بیان کرتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فتح الباری میں اس واقعہ سے متعلق درج ذیل پانچ روایات بیان کرتے ہیں:

① وَفِيْ مُرْسَلِ عِكْرَمَۃَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلَمَۃ: اِئْذَنَ لَنَا أَنْ نُصِيْبَ مِنْکَ فَيَطْمَئِنُّ اِلَيْنَا ، قَالَ: ﷺ ((قُوْلُوْا مَا شِئْتُمْ))

② وَرَوَاهُ ابْنُ اِسْحَاقَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ فِيْهِ: أَنَّ النَّبِيَّ مَشٰى مَعَهُمْ اِلٰى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ ثُمَّ وَجَّهَهُمْ فَقَالَ:ﷺ﴿(( اِنْطَلِقُوْا عَلَى اسْمِ اللهِ ، اَللّٰهُمَّ أَعِنْهُمْ))﴾

③ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللهُ: وَعِندَ الْوَقِدِيِّ أَنَّ كَعْبًا قَالَ لِأَبِىْ نَائِلَةَ: أَخْبِرْنِىْ مَا فِىْ نَفْسِكَ؟ مَا الَّذِىْ تُرِيْدُوْنَ فِىْ أَمْرِهِ؟ قَالَ خُذْ لَانَهُ وَالتَّخَلِّىَّ عَنْهُ ، قَالَ : سَرَرْتَنِىْ

④ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللهُ: وَفِىْ مُرْسِلِ عِكْرَمَةَ) فَأَصْبَحْتْ يَهُوْدُمَذْعُوْرِيْنَ ، فَأَتَوْا النَّبِىَّ ﷺ فَقَالُوْا قُتِلَ سَيِّدُنَا غِيْلَةً ، فَذَكَرَهُمُ النَّبِىُّﷺ صَنِيْعَهُ وَمَا كَانَ يُحَرِّضُ عَلَيْهِ وَ يُؤْذِىْ الْمُسْلِمِيْنَ)

⑤ زَادَ ابْنُ سَعْدٍ ﴿(فَخَافوْا فَلَمْ يَنْطِقُوْا)﴾ [126]

( مندرجہ بالا روایات کا ترتیب وار ترجمہ )

① عکرمہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے بارے میں جو کہنا چاہیں )بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت( کہہ لیں تاکہ وہ پوری طرح ہماری طرف سے مطمئن ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تم کہنا چاہتے ہو کہہ لو۔ تمھیں اجازت ہے۔“

② ابن اسحاق نے حسن درجہ کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اس میں یہ بات بھی مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد (جنت البقیع) تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں کعب بن اشرف کی طرف روانہ کرتے ہوئے الوداع کیا اور آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اللہ کا نام لے کر اپنے مشن پر چل پڑو۔ یااللہ ! ان مجاہدین کی مدد فرما۔“

③ علامہ واقدی ؒ کے حوالہ سے حافظ ابن حجر ؒ بیان فرماتے ہیں: کعب بن اشرف نے سیدنا ابونائلہ ؓ سے کہا: مجھے بتا! تیرے دل میں کیا بات ہے؟ آخر کس کام کے لیے تم میرے پاس آئے ہو اور تم اس (رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا

126 فتح الباری:7/336-340 ، صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب الكذب فى الحرب ، الحديث : 3031- وباب الفتك بأهل الحرب، الحديث : 3032

چاہتے ہو؟ تو سیدنا ابو نائلہ  نے (بظاہر دھوکہ دینے کے انداز میں اور اس کی موافقت کے انداز میں) فرمایا: ہم اس کو ذلیل ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ تب کعب بن اشرف (اپنے نتھنے پھلاتا ہوا) بولا: تو نے میرا دل خوش کر دیا۔

④ عکرمہ  کے حوالہ سے مرسل روایت حافظ ابن حجر  بیان کرتے ہیں: (جب کعب بن اشرف کو کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی چھاپہ مار ٹیم نے قتل کر دیا تو) یہودی اس کے بعد خوفزدہ اور دہشت زدہ ہو گئے۔ بعد ازاں یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے سردار کے قتل کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا: ہمارے سردار کو اچانک خفیہ طور پر دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی کرتوتیں اس وفد کے سامنے پیش کیں ۔ آپ ﷺ نے واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا تھا۔ میرے قتل کے منصوبے بناتا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔

⑤ ابن سعد نے اپنی تاریخ میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے جواب سن کر خوفزدہ ہو گئے اور اُنھوں نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔

(حافظ ابن حجر  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## امام نووی  فرماتے ہیں:

"مَعْنَاهُ ائْذِنْ لِیْ أن أَقُوْلَ عَنِّیْ وَ عَنْکَ مَا رَأَیْتُہُ مَصْلِحَۃً مِنَ التَّعْرِیْجِ وَ غَیْرِہِ فَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ التَّعْرِیْضِ وَ هُوَ أَنْ یَّاتِیَ بِکَلَامٍ بَاطِنُہُ صَحِیْحٌ وَ یَفْهَمُ مِنْہُ الْمُخَاطَبُ خَیْرَ ذَالِکَ ، فَهَذَا جَائِزٌ فِی الْحَرْبِ وَ غَیْرِهَا مَا لَمْ یُمْنَعْ بِہِ حَقًّا شَرْعِیًّا"[127]

"(سیدنا محمد بن مسلمہ  نے رسول اللہ ﷺ سے جو فرمایا تھا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ آپ کے بارے میں ہم اگر کچھ کہنا چاہیں تو کہہ سکیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں اپنے بارے اور آپ کے بارے "تعریض و توریہ" کرتے ہوئے جو کہنا چاہوں کہہ لوں۔ اس حدیث رسول ﷺ سے یہ

127 صحیح مسلم مع شرح النووی:136/12

دلیل بھی معلوم ہوگئی تعریض اور توریہ کرنا جائز ہے۔ ''تعریض اور توریہ'' یہ ہے کہ انسان کوئی ایسی بات کرے جس بات کرنے والے کے دل میں جو معنی و مطلب ہو وہ درست ہی بنتا ہو جبکہ مخالف اور سامع اس خفیہ مطلب کے علاوہ کوئی اور مطلب سمجھے۔ اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں: اس طرح کلام اور گفتگو لڑائی اور جنگ وغیرہ میں جائز ہے، جب تک شریعت کی طرف سے واضح ممانعت ثابت نہ ہو۔''

(امام نووی □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ نے غور فرمایا کہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ کتنی واضح دلیل ہے بطور خاص کہ کسی ایسے کافر کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں۔ اس کو قتل کرنے کے لیے کوئی بھی ممکن طریقہ اختیار کیا جائے تو درست ہے۔ یہاں تک کہ اس کافر پر پوری طرح قابو پالیا جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس مشن کی خاطر خواہ کافر کو یہ ظاہر کرنا بھی پڑے میں تیرے اقدامات و نظریات کا پورا پورا حامی ہوں۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا محمد بن مسلمہ □ کو اور ان کی ٹیم کے دیگر ساتھیوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ آپ میرے بارے اور اپنے بارے جو مناسب سمجھیں کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو رخصت فرماتے وقت ان کی کامیابی اور کامرانی کے لیے دعا بھی فرمائی۔

مذکورہ بالا واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر لیجیے کہ جو شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ ''اس طرح کی کاروائی دھوکہ اور فریب ہے اور یہ حرام اور ناجائز ہے اسلام اس طرح کی کاروائیوں کو حرام قرار دیتا ہے'' اس کی طرح کی باتیں کرنے والا علم سے بالکل کورا ہے اور دین اسلام سے بھٹکا ہوا ہے۔ اس شخص کی یہ جہالت اور گمراہی ممکن ہے اس کو آہستہ آہستہ اس حد تک لے جائے کہ وہ قرآن وسنت کی شرعی نصوص کو جھٹلانے لگ جائے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ شرعی مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے اور قرآن وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے

## قاضی عیاض □ فرماتے ہیں:

امام نووی □ نے قاضی عیاض □ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

''وَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُوْلَ اِنَّ قَتْلَهُ -- أَيْ كَعْبَ بْنَ الْأَشْرَفِ -- كَانَ غَدْرًا ، وَقَدْ قَالَ ذَالِكَ اِنْسَانٌ فِيْ مَجْلِسِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَمَرَ بِهٖ فَضُرِبَ عُنُقُهٗ'' [128]

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ کو دھوکہ دہی قرار دے۔ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کی مجلس میں کسی انسان نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی تو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓ نے فوراً اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔''

## امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کا ایک شخص کو قتل کروانے کا مذکور بالا واقعہ واضح دلیل ہے جس کو امام نووی ؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اشارہ بھی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ نَّكَثُوْآ اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْآ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لآَ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبۃ=12:9)

''اگر یہ لوگ عہد وپیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سردارانِ کفر سے ٹکرا جاؤ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔''

مذکورہ آیت میں دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرنے والے کو کفر کا سردار کا کہا گیا ہے۔ لہٰذا آیت بالا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طعنہ زنی کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ طعہ زنی اس کو کہتے ہیں کہ دین اسلام کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہ ہو۔ یا طعنہ زنی یہ ہے کہ اسلام کے کسی حکم کے بارے

[128] صحیح مسلم مع شرح النووی:136/12

میں گھٹیا اور خفت آمیز رویہ اختیار کرے۔ وہ حکم جو صحت کے اصولوں کے مطابق اور استقامت کی فروعات کے مطابق انتہائی درجہ کی مضبوط دلیل سے ثابت ہو۔

(امام قرطبیؒ  مزید فرماتے ہیں:) یہ واقعہ مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب  کی مجلس میں کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا تو سیدنا علی  نے اس کی گردن زدنی کا حکم صادر فرمادیا تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا امیر معاویہ  کی مجلس میں بھی پیش آیا۔ اس مجلس میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے والی ٹیم کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ  بھی تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا۔ سیدنا محمد بن مسلمہ  اس مجلس سے فوراً کھڑے ہوگئے اور سیدنا امیر معاویہ  سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: ''آپ کی مجلس میں اس طرح کی بات ہو رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے ساتھ اس چھت کے نیچے کبھی نہیں ٹھہر سکتا اگر مجھے علیحدگی میں کہیں موقع مل گیا اور یہ شخص میرے ہاتھ لگ گیا تو میں ضرور اسے قتل کر ڈالوں گا۔''

(علامہ قرطبیؒ  مزید فرماتے ہیں) ہمارے علماء نے یہ بات کہی ہے کہ ایسا شخص قتل کردیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف کرتا ہے۔ یعنی یہ بات کہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دھوکہ اور فریب کرتے ہوئے کعب بن اشرف کو قتل کروایا تھا۔ یہی بات سیدنا علی ابن ابی طالب اور سیدنا محمد بن مسلمہ  اس بات کے کرنے والے شخص کے متعلق سمجھتے تھے کہ وہ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذَالِکَ رسول اللہ ﷺ کے بارے اس طرح کی گستاخانہ بات زبان سے نکالنا بہت بڑی بے دینی اور واضح کفر وارتداد ہے۔

اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت ان قتل کرنے والے افراد سیدنا محمد بن مسلمہ  اور ان کے ساتھیوں کی طرف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انھوں نے پہلے کعب بن اشرف کو اعتماد دلایا، اس کو امن دلایا، مطمئن کیا پھر اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس کو قتل کردیا۔ اس کی بات کے متعلق واضح کفر اور ارتداد کا فتوی تو نہیں لگے گا البتہ ایسی بات کو جھوٹ اور غلط بیانی کہہ سکتے ہیں (اس لیے کہ اس خطرناک اور سازشی دشمن کو قتل کرنے کے لیے یہ حیلہ سازی ضروری تھی۔ وہ گئے ہی اس مشن پر تھے۔) البتہ ایسے شخص کو قتل

تو نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی طرف دھوکہ دہی کی نسبت نہیں کر رہا بلکہ ایک امتی اور صحابی کی طرف کر رہا ہے۔

( امام قرطبیؒ مزید فرماتے ہیں ) ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس کو بغیر کسی سزا کے چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ ایسے شخص کو مناسب سزا دی جائے گی مثلاً جیل میں بند کیا جائے گا، سخت مار ماری جائے گی اور ذلیل ورسوا کیا جائے گا۔"[129]

## تیسرا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن عتیک  کے ہاتھوں ابو رافع یہودی کا قتل:

ابو رافع ابن ابی الحقیق خیبر کا متعصب یہودی تھا۔ وہ مکہ مکرمہ گیا اور قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کام کے لیے بہت زیادہ گروہوں اور جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر لیا۔ امام بخاری  نے اس کا واقعہ سیدنا براء بن عازب  سے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى أَبِيْ رَافِعِ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ ا للهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيهِ وَ كَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ﴾[130]

"رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمی ابو رافع بن ابی حقیق یہودی کی طرف روانہ فرمائے سیدنا عبداللہ بن عتیک  کو ان کا امیر اور سربراہ مقرر فرمایا، ابو رافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ صحابہ کرام کی یہ مختصر سی جماعت جب اس کو قتل کرنے گئی تو وہ اس وقت اپنی سر زمین حجاز والے قلعے میں تھا۔"

امام بخاری  نے سیدنا براء بن عازب  سے مروی درج ذیل الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں:

[129] تفسیر القرطبی:8/180-181 طبع دار الحدیث

[130] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل أبی رافع عبدالله بن أبی الحقیق، الحدیث:4039

﴿ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰى أَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْہِ عَبْدُاللهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَ هُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ ﴾[131]

"رسول اللہ ﷺ نے تقریباً دس آدمیوں کے ایک وفد کو ابو رافع یہودی کا کام تمام کرنے کے لیے روانہ کیا۔ان میں سے ایک سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ تھے۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رات کے وقت ابو رافع کے گھر میں داخل ہوئے وہ اس وقت سو رہا تھا تو انھوں نے موقعہ پا کر ان کو قتل کر دیا۔"

سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ نے اس کو قتل کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے۔بہر حال ان میں سے ایک حربہ اور حیلہ اختیار کرتے ہوئے وہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔پھر انھوں نے یہودیوں کے گھروں کے دروازوں کو باہر سے بند کر دیا۔اس کے بعد وہ ابو رافع یہودی کی طرف بڑھے۔جاتے ہوئے جس دروازے سے بھی داخل ہوتے تھے اس کو بند کرتے تھے۔وہاں پہنچ کر سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ نے اپنی آواز کو بدل (Change) لیا۔تاکہ وہ پہچانے نہ جائیں۔

## ابو رافع کے کے واقعہ سے حاصل شدہ چند احکام و مسائل:

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں: مذکورہ واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

" جَوَازُ اِغْتِيَالِ الْمُشْرِكِ الَّذِیْ بَلَغَتْهُ الدَعْوَةُ وَأَصَرَّ ، وَ قَتْلِ مَنْ أَعَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ أَوْ مَالِهٖ أَوْ لِسَانِهٖ، وَجَوَازُ التَّجَسُّسِ عَلٰى أَهْلِ الْحَرْبِ وَ تَطَلُّبِ غِرَّتِهِمْ وَ الْأَخْذِ بِالشِّدَّةِ فِی مُحَارَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ جَوَازِ اِبْهَامِ الْقَوْلِ لِلْمَصْلَحَةِ وَ تَعَرُّضِ الْقَلِيْلِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِلْكَثِيْرِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ "[132]

1. "ایسے مشرک کو اچانک دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے جس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو پھر بھی وہ اپنے کفر پر اصرار کر رہا ہو۔

2. ایسے شخص کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے ہاتھ، اپنے مال اور اپنی زبان کے ساتھ مخالفین کی مدد کرتا ہو۔

131 صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل أبی رافع عبداالله بن أبی الحقیق، الحدیث:4038

132 فتح الباری :345/7

③ جن لوگوں کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں ان کی جاسوسی کرنا اور ان کو اچانک دھوکے سے جالینا بھی جائز ہے۔

④ مشرکین کے ساتھ جاری جنگ میں ان پر سخت ہاتھ ڈالنا بھی جائز ہے۔

⑤ مصلحت کی خاطر اصل بات چھپا کر رکھنا بھی جائز ہے۔

⑥ مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ مشرکین کے کسی بڑے جتھے کے ساتھ ٹکر لے سکتا ہے۔"

(حافظ ابن حجر □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## چوتھا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن انیس □ کے ہاتھوں خالد ہذلی کا قتل:

دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے جواز پر ایک واقعہ خالد بن سفیان ہذلی کے بارے میں بھی مروی ہے۔ دشمنان اسلام اور دشمن رسول خالد ہذلی کو قتل کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے جانباز صحابی سیدنا عبداللہ بن انیس □ ہیں۔ اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد اور امام بیہقی □ نے بیان کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن انیس □ اپنی زبانی وہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

﴿دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّہُ قَدْ بَلَغَنِیْ أَنَّ خَالِدَ بْنَ سُفْیَانَ بِنْ نَبِیْحٍ یَجْمَعُ لِیَ النَّاسَ لِیَغْزُوْنِیْ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ ، فَأتِہِ فَاقْتُلْہُ ، قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللهِ! اِنْعَتْہُ لِیْ حَتّٰی أَعْرِفَہُ قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ : اِذَا رَأَیْتَہُ وَ جَدتَّ لَہُ قَشْعَرِیْرَۃً ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مُتَوَشِّحًا بِسِیْفِیْ حَتّٰی وَقَعْتُ عَلَیْہِ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ مَعَ ظَعْنٍ یَرْتَادُ لَھُنَّ مُنْزِلًا ، وَحِیْنَ کَانَ وَقْتُ الْعَصُرِ ۔ فَلَمَّا رَأَیْتُہُ وَجَدْتُّ مَا وَصَفَ لِی رَسُوْلُ اللهُ مِنَ الْقَشْعَرِیْرَۃِ ۔ فَأَقْبَلْتُ نَحْوَہُ ، وَخَشِیْتُ أَنْ یَّکُوْنَ بیْنِیَ وَ بَیْنَہُ مُحَاوَلَۃٌ تَشْغَلُنِیْ عَنِ الصَّلَاۃِ ، وَأَنَا أَمْشِیْ نَحْوَہ، أَوْمِیْ بِرَأسِیْ الرَکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ، فَلَمَّا انْتَھْتُ اِلَیْہِ قَالَ: مَنِ الرَّجُلُ ؟ قُلْتُ : رَجُلٌ مِّنَ العَرَبِ سُمِعَ بِکَ وَ بِجُمْعِکَ لِھَذَا الرَّجُلِ فَجَآ ئَکَ لِھَذَا قَالَ : أَجَلُ أَنَا فِیْ ذَالِکَ ، قَالَ : فَمَشِیْتُ مَعَہُ شَیْئًا حَتّٰی اِذَا أَمْکَنَنِیْ حَمَلْتُ عَلَیْہِ السَّیْفَ حَتّٰی قَتْلُہُ ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَ تَرَکْتُ ظَعَائِنَہُ مُکِبَّاتٍ عَلَیْہِ ، فَلَمَّا قَدَمْتُ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَآنِیْ فَقَالَ : أَفْلَحَ الْوَجْہُ ، قَالَ : قُلْتُ : قَتَلْتُہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ : صَدَّقْتَ....﴾[133]

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ مجھے یہ خبریں ملی ہیں کہ خالد بن سفیان بن صبیح ہذلی میرے خلاف لڑنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ اس وقت وہ'' عرنہ''(مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرا ہوا ہے۔ تو اس کے پاس جا اور اس کو قتل کر ڈال۔ سیدنا عبداللہ بن انیس □ فرماتے ہیں: میں نے کہا یا رسول اللہ! اس کے متعلق کچھ نشانیاں اور علامتیں مجھے بتادیں۔ تاکہ میں اس کو پہچان لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو دیکھیں گے تو آپ اس کو اس حالت میں پائیں گے کہ اس پر کپکپی اور لرزش (رعشہ) طاری ہو گئی۔ سیدنا عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں: میں اپنی گردن میں تلوار لٹکائے اس کی طرف نکل پڑا اور اس کے پاس جا پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق وہ واقعتا اس وقت ''عرنہ'' مقام پر موجود تھا اور اپنی بیویوں کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

جب میں اس کے پاس پہنچا اس وقت عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ جب میں نے اس کو دیکھا وہ واقعتا ایسی حالت میں تھا جو رسول اللہ ﷺ نے حالت بتائی تھی کہ اس پر کپکپی اور لرزش طاری ہو گی۔ میں دھیرے دھیرے اس کی طرف چل پڑا۔ میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو ممکن ہے ''نمازِ عصر'' جاتی رہے، لہٰذا میں نے چلتے چلتے اشارے سے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ رکوع اور سجدہ کرنے کے لیے میں اپنے سر کو ذرا نیچے جھکاتا رہا۔ بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے مجھے دیکھ کر سوال کیا: آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا میں اہل عرب سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں ۔(اس کو اعتماد میں لینے کے لیے کہنے لگے) آپ کے بارے میں سنا ہے کہ اس شخص (اشارہ رسول اللہ ﷺ تھا) کو قتل کرنے کے لیے کوئی فوج جمع کر رہے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ

---

[133] سنن أبی داؤد=کتاب الصلوۃ/تفریع ابواب صلوۃ السفر: باب صلٰوۃ الطالب ، سنن البیھقی=کتاب صلٰوۃ الخوف:باب کیفیۃ صلٰوۃ شدۃ الخوف ، الحدیث:6024، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر :160/4-161، نیل الاوطار:213/3، مسند احمد:496/3،اس حدیث کی سند پر امام ابوداؤد اور امام منذری □ نے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ حافظ ابن حجر □ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

میں بھی اس فوج میں شامل ہو جاؤں۔ دشمنِ اسلام خالد ہذلی کہنے لگا: بالکل! میں آج کل اسی منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن انیس  فرماتے ہیں: میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا اور چہل قدمی کرتا رہا۔ یہاں تک جب میرے لیے ممکن ہوا، میں نے تلوار کے ساتھ اس پر بھرپور حملہ کیا اور اس کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر میں وہاں سے نکل پڑا۔ میں نے آتے ہوا دیکھا کہ کی بیویاں اس پر (روتے ہوئے اور بین کرتے ہوئے) جھکی ہوئی تھیں۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی دعائیہ انداز میں فرمایا: اللہ اس چہرے کو بامراد اور تروتازہ رکھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اپنی بات کو اور اپنے ارادے کو سچ کر دکھایا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث میں جو چار واقعات درج ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جو دیگر واقعات اس موضوع پر مروی ہیں، ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر اچانک دھوکے سے جھپٹ پڑنا جائز اور مباح ہے۔ بطور خاص وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہوں ان پر جھپٹنا ان کو قتل کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی طرف پہنچنے کی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے۔ یہ سارا عمل ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ سرکاری علماء، مجرم صحافی اور ملحد مصنفین ہی اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اس ''عمل'' کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ہم اس بارے میں علماء حق کے فتاوٰی اور اقتباسات کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ میں بیان کر چکے ہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب  اور سیدنا امیر معاویہ  کی مجلسوں میں جن لوگوں نے کعب بن اشرف کے قتل کو جہاد فی سبیل نہیں بلکہ دھوکہ دہی اور فریب پر محمول کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں سیدنا علی  نے قتل کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔

## فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمن الدّوسری  فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں عرب کے مشہور عالم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الدوسری  نے اپنی تفسیر میں وضاحت فرمائی ہے۔ علامہ عبدالرحمن الدوسری فرمان باری تعالیٰ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عبودیت کے مراتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ اِعْدَادَ الْقُوَّۃَ حَسْبَ الْمُسْتَطَاعِ مِنْ وَاجِبَاتِ الدِّیْنِ وَ لَوَازِمِ اِقَامَتِہِ وَالْعَابِدُ الصَّحِیْحُ لِلّٰہِ لَا یَعْتَوِرُہُ التَّسْوِیْفُ فِیْ ھٰذَا ، فَضَلَا عَنْ تَرْکِہِ أَوْ التَّسَاھُلِ فِیْہِ ، وَأَیْضًا فَالْعَابِدُ لِلّٰہِ المُصَمِّمِ عَلَی الْجِھَادِ یَکُوْنُ مُنَفِّذًا لِلغِیْلَۃِ فِیْ أَئِمَّۃِ الْکُفْرِ مِنْ دَعَاۃِ الْاِلْحَادِ وَالْاِبَاحِیَۃِ ، وَ کُلِ طاعِنٍ فِی وَحْیِ للّٰہِ أَوْ مُسَخِّرٍ قَلَمَہُ أَوْ دِعَایَتِہِ ضِدَّ الدِّیْنِ الْحَنِیْفِ لِأَنَّ ھَذَا مُؤذِ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہِ ﷺ لَا یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فِیْ بُقَاعِ الْاَرْضِ مِنْ خُصُوْصٍ وَ عُمُوْمٍ أَن یَّدْعُوْہُ عَلٰی قَیْدِ الْحَیَاۃِ لِأَنَّہُ أَضَرُّ مِنَ ابْنِ أَبِی الْحَقِیْقِ مِمَّنْ نَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَی اغْتِیَالِھِمْ ، فَتَرکُ اغْتَالِ وَرَثَتِھِمْ فِی ھَذَا الزَّمَانِ تَعْطِیْلٌ لِوَصِیَّۃِ الْمُصْطَفٰی ﷺ وَ اخْلَالٌ فَظِیْعٌ بِعُبُوْدِیَۃِ اللّٰہِ سَمَاحٌ صَارِخٌ شَنِیْعٌ لِلمَعَاوِلِ الْھَدَّامَۃِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ لَا یَفْسُرُ صُدُوْرُہُ اِلَّا مِنْ عَدْمِ الْغَیْرَۃِ لِدِیْنِ ا للّٰہِ وَالْغَضَبِ لَوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ ، وَ ذَالِکَ نَقُصٌ عَظِیْمٌ فِی حُبَّ ا للّٰہِ وَ رَسُوْلِہِ ﷺ وَ تَعْظِیْمِھَا لَا یَصْدُرُ مِنْ مُحَقِّقٍ لِعُبُوْدِیَۃِ اللّٰہِ بِمَعْنَاھَا الصَّحِیْحِ الْمَطْلُوْبِ'' [134]

''بلاشبہ حسب استطاعت کافروں کے خلاف اپنی قوت تیار رکھنا بھی دین کے واجبات اور اقامت دین کے لوازمات سے تعلق رکھتا ہے صحیح معنی میں جو عابد ہوتا ہے وہ جہاد کی تیاری کے معاملے میں ٹال مٹول نہیں کرتا کہ ابھی کرلیں گے ابھی کرلیں گے۔ چہ جائیکہ وہ اس کو چھوڑ بیٹھے اور اس سے سستی اور غفلت اختیار کرے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ ارادہ رکھنے والا کفر کے بڑے بڑے اماموں کو دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ وہ کفر کے امام جو لوگوں کو کفر والحاد ،آزاد خیالی اور لادینیت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کو بری چیزوں پر لگانا چاہتے ہیں۔ کفر کے سرداروں کے علاوہ ایسے شخص کو اچانک دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنا ضروری سمجھتے ہیں جو اللہ کی وحی میں طعن و تشنیع کرنے والا ہو، اپنے قلم و کاغذ کو دین اسلام کے خلاف استعمال کرنے والا ہو جو اور دین حنیف کے خلاف آواز بلند کرنے والا ہو۔ ایسے لوگوں کو ختم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ لوگ بھی کعب بن اشرف اور ابو رافع وغیرہ کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والے ہیں۔ اللہ کی سرزمین کے مختلف خطوں میں سے کسی بھی خطے میں بسنے والے عام وخاص مسلمانوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ ان کو زندہ رہنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ ایسے لوگ ابن ابی الحقیق جیسے شخص سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اور ابن ابی الحقیق ان

134 صفوۃ الآثار والمفاہیم من تفسیر القرآن العظیم للشیخ الدوسری:268/1

لوگوں میں سے ایک شخص تھا جن کو اچانک دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے لیے خود رسول اللہ e نے چھاپہ مار ٹیمیں روانہ کی تھیں۔ابن ابی الحقیق وغیرہ کے وارثوں اور ان کی ناجائز ذرّیت کو موجودہ دور میں کچھ نہ کہنا اور زندہ رہنے دینا گویا محمد مصطفی ﷺ کی وصیت کو معطل اور ختم کرنے والی بات ہے ،اللہ کی عبادت کے متعلق انتہائی قابل نفرت بگاڑ پیدا کرنے والی بات ہے اور یہ ایسی مکروہ ''در گزر'' ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہم دین الٰہی کو گرانے والی کدالوں کو سر اٹھانے کی گویا دعوت دے رہے ہیں۔ بہر حال جس کے دل میں اللہ کے دین کی غیرت موجود ہے اس سے تو اس قسم کی امید نہیں کی جاسکتی۔البتہ جو غضب الٰہی کا مستحق ہے ،اس سے تو اس رویے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ دین اسلام کے بارے اس طرح کی نرم اور لچکدار پالیسیاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اقرار عظمت کے بارے میں بڑے نقص کی آئینہ دار ہیں۔ جو صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کو ثابت کرنے والا ہو اس شخص سے اس طرح کی نرم و لچکدار پالیسیاں صادر نہیں ہو سکتیں۔ (علامہ الدوسری  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## علامہ الدوسری  کی کھری کھری باتیں اور علماء سلاطین کا کردار:

شیخ عبدالرحمن الدوسری  کی بیان کردہ تفسیر اور ان کا زوردار بیان بھی پڑھ لیں اور پھر موجودہ دور کے علماء کا طرز عمل بھی دیکھ لیں۔ آج کے دور کے سرکاری علماء بزدل بن چکے ہیں، دین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اور ڈگمگاہٹ کا ثبوت دے رہے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے بارے میں ان کے دلوں سے غیرت وحمیت ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح کی کھری کھری بات شیخ عبدالرحمن الدوسری نے کہہ دی ہے موجودہ دور کے سرکاری علماء کو کو اس طرح کی کھری کھری بات کہنے کی توفیق کہاں ؟اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان سرپرست اور آقا ان کو اجازت دیں تو وہ اس طرح کی بات کہیں۔ جب وہ ان کو اجازت نہیں دیں گے وہ کیسے ایسی کھری کھری باتیں کہہ سکیں گے۔ مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری، سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

## تاکہ دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑیں:

رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ احادیث کی روشنی میں ہر اس شخص کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ ان سرکش وباغی گروہ کو، لوگوں کے عقائد اور دینداری کو برباد کرنے والوں کو، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل اسلام کو تنگ کرنے والوں کو اور دین اسلام میں طعن وتشنیع کرنے والے افراد کو قتل کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کہ وہ ضرور اس کام کو سرانجام دے۔ اللہ تعالیٰ کے اوپر اپنا توکل اور بھروسہ کرے۔ وہی اللہ اس کے لیے کافی اور مددگار ہے۔ اس مشن میں اگر اس کی اپنی جان بھی چلی جاتی ہے تو ان شاء اللہ العزیز وہ شہید ہوگا۔ جو اپنا یہ کارنامہ ''فی سبیل اللہ'' آخرت میں بھیج رہا ہے اس پر وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان طاغوتوں کو اس طریقہ سے ختم کیا جائے کہ ان جیسے دوسرے افراد بھی اپنی کرتوتوں اور خلافِ اسلام حرکتوں سے باز آجائیں۔ ایسے طریقہ سے ان طاغوتوں کا خاتمہ ہو کہ اللہ کے دین میں کیڑے نکالنے والے اور عیب جوئی کرنے والے جس شخص کو اپنا یہ عمل بہت خوبصورت اور بھلا محسوس ہوتا ہے، یا جو دین اسلام میں طعن وتشنیع کرتا رہتا ہے، یا جو اللہ کے مومن بندوں کو تنگ کرتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے بھی وہ طریقہ روک تھام اور سدباب کا سبب بن جائے اور دیگر تمام مجرمین کے لیے بھی یہ کاروائی عبرت کا نشان بن جائے۔ بالکل ایسے جیسے یہودیوں کا بڑا سردار کعب بن اشرف مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا تو اس سے باقی یہودی بھی سہم گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے: ہمارا قائد ولیڈر دھوکے سے قتل کردیا گیا ہے (اور اس کو آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے) نبی ﷺ نے ان یہودیوں کی اس شکایت کے جواب میں ان کے قائد کی بری حرکتیں اور شرارتیں بیان فرمائیں۔ نیز یہ بھی واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف جنگ کرنے اور مجھے قتل کرنے پر ابھارا کرتا تھا۔ یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوگئے اور کچھ کہے بغیر اٹھ کر چل دیے۔

## جرم کیے اگر لمبا عرصہ بیت جائے تو:

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ لمبا عرصہ اور مدت مدید گزرنے کے باوجود جنگی جرائم کی سزا ساقط نہیں ہوا کرتی۔ نبی اکرم ﷺ نے چند جنگی مجرموں کو فتح مکہ کے روز سزا سنائی اور ان کا خون رائیگاں قرار دے دیا اور فرمادیا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آجائیں ان کو قتل کردیا جائے خواہ وہ مرد تھے یا عورتیں تھیں۔ حالانکہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار

کیے ہوئے ایک لمبا زمانہ گزر چکا تھا۔ جب چند سالوں کے بعد اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ کو فتح کر دیا تو اس وقت ان کو ان کے ان جرائم کی سزائیں دی گئیں۔

امام بخاری  نے سیدنا ابو ہریرہ  سے حدیث بیان کی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ  فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک گروپ روانہ کیا اور فرمایا:

(( اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَ فُلَانًا فأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ....)) .[135]

''اگر فلاں اور فلاں شخص تمہیں مل جائے تو ان کو آگ کے ساتھ جلا دینا.....''

حافظ ابن حجر  فرماتے ہیں:

وَ وَقَعَ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اسْحَاقَ (( اِنْ وَجَدتُّمْ هِبَّار بْنَ الْاَسْوَدِ وَالرّجُلَ الَّذِيْ سَبَقَ مِنْهُ اِلٰی زَيْنَبَ مَا سَبَقَ فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ))ی عْنِی زَيْنَبَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ كَانَ زَوْجُهَا أَبُوْ الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ لَمَّا أَسَرَهُ الصِحَابَةُ ثُمَّ أَطْلَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ يُّجْهِّزَ لَهْ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ فَجَهَّزَهَا ، فَتَبِعَهَا هَبَّارُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَ رَفِيْقُهُ فَنَخْسَا بَعِيْرَهَا فَأَسْقَطَتْ وَمَرِضَتْ مِنْ ذَالِكَ ، قَالَ الحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِی فَوَائِدِ هَذَا الْحَدِيْثِ : وَفِيْهِ أَنَّ طُوَلَ الزَّمَانِ لَا يَرْفَعُ الْعَقُوْبَةَ عَمَّنْ يَسْتَحِقُّهَا'' [136]

''ابن اسحاق کی روایت میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ وضاحت بھی آئی ہے جن کو جلانے کا حکم آپ ﷺ نے دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اگر تم ہبار بن اسود کو اور اس شخص کو پالو جس سے سیدہ زینب  کے بارے میں وہ غلط حرکت سرزد ہوئی تھی ۔ جو بھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ان کو جلا کر خاکستر بنا دینا۔''

135 صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب لا یعذب بعذاب الله ، الحدیث:3016

136 فتح الباری:6/149-150

مذکورہ روایت میں سیدہ زینب  کا جوتذکرہ ہوا ہے۔ان سے رسول اللہ ﷺ کی سب بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ﷺ مراد ہیں۔ان کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا۔غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اس کو گرفتار کرلیا تھا۔پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کو مدینہ سے اس شرط پر آزاد کردیا تھا کہ وہ مکہ جاکر میری بیٹی زینب کو تیار کرکے میری طرف روانہ کردے۔اس نے اپنی بات کو پورا کیا اور جاکر سیدہ زینب  کو مدینہ روانہ کردیا۔سیدہ زینب  جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کررہی تھیں۔ہبار بن اسود اور اس کا ایک ساتھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ان دونوں افراد نے عداوت اسلام کی بناءپر سیدہ زینب  کے اونٹ کو ایک لکڑی چبھو کر بھگادیا۔سیدہ زینب بنت رسول ﷺ اونٹ سے گرپڑیں اور اس کی وجہ سے بیمار ہوگئیں۔(اور اسی جرم اور شرارت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی کا خون رائیگاں قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آئیں ان کو قتل کردیا جائے۔)

حافظ ابن حجر  اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سزا کے مستحق سے لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود سزا ختم نہیں ہوتی۔"(حافظ ابن حجر  کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## مظلوم کا ہاتھ اور ظالم کا گریبان:

فتح مکہ کا یہ واقعہ ایک بہت بڑا ڈراوا ہے اس شخص کے لیے جو مسلمانوں کی عزتوں اور حرمتوں کو آج پامال کررہا ہے۔مسلمانوں کا بے دریغ ناحق خون بہارہا ہے اور ان کے مال ودولت کو اپنے قبضہ میں کرتا جارہا ہے۔ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے کہ زمانے کا وہ دن دور نہیں جب ان مجاہدین کے ہاتھ بھی ان کے گریبان تک جا پہنچیں گے۔(ان شاءاللہ) یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عام لوگ تو شاید ان مظالم اور مصائب کو بھول جائیں تو بھول جائیں لیکن مظلوم اپنے اوپر ہونے والے جبر واستبداد کو کبھی نہیں بھولتا۔ان شاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیں گے اور پورا پورا قصاص وصول کریں گے۔"

جب مظلوم کا ہاتھ ظالم کے گریبان تک جا پہنچے گا اس وقت ظالم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس پر رحم کرے جس طرح اس سے پہلے مظلوم کی حالت تھی کہ جب مظلوم پر ظلم ہوتا تھا تو آگے بڑھ کر اس وقت ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا کہ ظالم کو ظلم سے روک سکے۔اس طرح پورا پورا بدلہ اور قصاص ہوگا۔(ان شاءاللہ) (وہ چاہے دنیا میں ہو چاہے آخرت میں ہو)

❀❀❀❀❀

## باب:9

## جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہوا گروہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے۔اس

میں ارادہ و قصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

# مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم

## گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے بعد:

اس شخص کے بارے بحث گزر چکی ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے کافروں کا ساتھی بنتا ہے۔ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ہے۔جنگی امور میں اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ ہی اختیار کیا جائے گا۔مسلمانوں سے لڑنے والے گروہ کے تمام افراد کا یہی حکم ہے۔اس عام حکم میں سے صرف وہ شخص مستثنیٰ قرار پائے گا جس کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جائیں۔ایسا مجبور شخص درحقیقت کافر نہیں ہوگا نہ ہی اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا جائے گا۔البتہ ظاہراً اس کا معاملہ یوں ہوگا کہ اگر تو اس پر قابو پانے اور اس کو قیدی بنانے سے پہلے پہلے اس کی حالت کا علم ہو جائے اور وہ ہتھیار ڈال دے تو ایسا شخص دنیاوی احکام میں بھی کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے کہ جس کے اصل معاملہ کی تمیز مسلمان جنگ سے قبل نہ کر سکیں تو اس کا معاملہ بھی دنیا کے ظاہری احکام میں دیگر مخالف جنگجوؤں کی طرح ہوگا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانوں پر یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ وہ اس بات کی چھان پھٹک کرتے پھریں کہ ہمارے خلاف برسرپیکار مخالفین میں سے کون کون دل کی خوشی سے جنگ کر رہا ہے اور کون کون زبردستی جنگ میں جھوکا گیا ہے جو بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو اور جنگ سے قبل اس پر قابو پانے یا گرفتار کرنے سے پہلے پہلے اس کے بارے میں کنفرم (Conferm) نہ ہو کہ یہ شخص زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا تو اس کا حکم وہی ہوگا جو دیگر جنگ کرنے والوں کا ہوگا۔ اگرچہ بعد میں وہ یہ دعٰوی کرتا رہے کہ میں تو مسلمان ہوں، یا یہ دعٰوی کرے کہ "میں تمہارے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے تو زبردستی ہانک کر لایا گیا ہے۔" اس قسم کا کوئی عذر لنگ جنگ کے بعد یا گرفتاری کے بعد قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم □ سیدنا عمران بن حصین □ سے بیان کرتے ہیں، سیدنا عمران بن حصین □ فرماتے ہیں:

(( أَصَابَ الْمُسْلِمُوْنَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عَقِیْلٍ فَأَتَوا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ مُسْلِمٌ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : (( لَوكُنْتَ قُلْتَهَا وَ انْتَ تَمْلِکُ اَمْرَکَ أَفْلَحْتَ کُلَّ الْفَلَاحِ)) [137]

"مسلمانوں نے بنو عقیل قبیلہ کے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا۔ وہ اس کو ساتھ لیے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (جب تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوا تھا) تو تو مکمل طور پر بچ جاتا۔" [138]

---

137 صحیح مسلم=کتاب النذر :باب لَا وَفَاء لنذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما لا یملک العبد ، الحدیث:1641

138 اس حدیث کا سیاق وسباق کچھ یوں ہے:

سیدنا عمران بن حصین □ بیان کرتے ہیں: قبیلہ بنی ثقیف اور قبیلہ بنی عقیل میں جنگی معاہدے کے تحت باہمی دوستی تھی۔ بنو ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو افراد کو قید کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو بھی پکڑ لیا (جو کافروں کے قبضہ میں چلی گئی ہوئی تھی) صحابہ کرام □ نے بنو عقیل کے جس فرد کو گرفتار کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت بندھا ہوا تھا۔

بنو عقیل کا وہ قیدی آپ ﷺ کو دیکھتے ہی بے اختیار بولا: یا محمد! یا محمد!۔ آپ ﷺ اس کے بالکل قریب چلے گئے اور پوچھا تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس قیدی نے کہا: مجھے بتایئے! آپ کے صحابہ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے اور حاجیوں کے سردار (مراد رسول اللہ ﷺ کی عضباء اونٹنی) کو کس جرم میں پکڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت بڑا جرم ہے جس کی بنا پر تجھے قید کیا ہے۔ میں نے تجھے تمہارے حلیف اور دوست بنو ثقیف کے جرم میں پکڑا ہے۔ (کیونکہ انہوں نے ہمارے دو آدمی اپنے قبضے میں لیے ہوئے ہیں) رسول اللہ ﷺ اس سے ذرا دور ہٹنے لگے تو پھر بلند آواز میں کہنے لگا: یا محمد! یا محمد! رسول اللہ ﷺ اپنی طبیعت اور مزاج کے

اس موضوع پر دوسری دلیل وہ ہے جو سیدنا عباس بن عبد المطلب  کی گرفتاری سے متعلق ہے اور جو چند صفحات کے بعد آگے آرہی ہے۔

## ایک لشکر جو کعبۃ اللہ پر چڑھائی کرے گا:

اب ہم اس موضوع پر امام ابن تیمیہ  کا ایک طویل اقتباس عربی عبارت کے بغیر فقط ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں ۔اس میں بیان کردہ احادیث کی اصل عبارت کو نقل کرکے ترجمہ دے دیا جائے گا۔(ان شاءاللہ)

جس شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے مجبور کیا گیا ہو اور اسے لاکر کفار کی صفوں میں کھڑا کر دیا گیا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ  فرماتے ہیں:

> ''جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہوا گروہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے۔اس میں ارادہ وقصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔اس بارے امام بخاری  نے سیدہ عائشہ  سے ایک حدیث کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔سیدہ عائشہ r فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

اعتبار سے بہت ہی نرم دل اور مہربان تھے۔آپ اس کی طرف پھر واپس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ قیدی کہنے لگا: میں مسلمان ہوں۔آپ e نے فرمایا: اگر یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (اور ابھی تو گرفتار نہیں ہوا تھا) تو یہ بات کہنے سے تو بالکل نجات پا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ اس کی بات کا جواب دے کر پھر دور جانے لگے تو اس نے پھر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا: یا محمد! یا محمد! آپ ﷺ پھر قریب آئے اور پوچھا: ہاں! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلائیے! میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلائیے! آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل ضرور۔ یہ آپ کا (انسانی) حق اور (بشری) ضرورت ہے۔یہ کچھ آپ کو ضرور فراہم کیا جائے گا۔ بعدازاں اس قیدی کو دو مسلم قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا گیا جن کو بنو ثقیف نے گرفتار کیا ہوا تھا۔

(( يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَآءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) : قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) [139]

''قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسادیا جائے گا۔''سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اس لشکر کو شروع سے آخر تک کیونکر دھنسا یا دیا جائے گا۔ جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر والوں میں(خوشی خوشی شامل نہیں ہوں گے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسادیا جائے گا پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔''

یہ حدیث اور بھی بہت ساری اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ [140]

---

[139] صحیح البخاری=کتاب البیوع:باب ما ذکر فی الاسواق، الحدیث:2118، وکتاب الحج:باب ھدم الکعبۃ ، صحیح النساء=کتاب مناسک الحج/المواقیت : باب حرمۃ الحرم ، الحدیث:2695عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ، الجامع الترمذی=ابواب الفتن باب ماجاء فی الخسف، الحدیث 2184:

[140] اسی حدیث کوامام ابن ماجہ  نے سیدہ ام سلمہ  سے بھی روایت کیاہے۔وہاں الفاظ یوں مروی ہیں:

(( ذکر النبی صلی االلہ علیہ وسلم الجیش یخسف بھم ، فقالت أم سلمۃ: یارسول االلہ! لعل فیھم المکرہ ، قال : انھم یبعثون علٰی نیاتھم))نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کاتذکرہ فرمایا:جو زمین میں دھنس جائے گا۔سیدہ ام سلمہ  نے پوچھا: یارسول اللہ! ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہوجو زبردستی لایا گیاہو۔(کیاوہ بھی زمین میں دوسرے لشکر کے ساتھ ہی دھنس جائے گا؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:وہ بھی ان کے ساتھ دھنس جائے گا مگر)قیامت کے روزاپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔'' (صحیح ابن ماجۃ=کتاب الفتن :باب بجیش البیداء، الحدیث:3686،الجامع الترمذی=ابواب الفتن:باب حدیث الخسف بجیش البیداء،الحدیث:2171) اسی حدیث کوامام ابن ماجہ  نے سیدہ صفیہ سے بھی درج ذیل الفاظ سے روایت کیاہے:

((لاینتھی الناس عن غزو ھذا البیت حتی یغزو جیش۔ حتی اذا کانوا بالبیداء،(أو بیداۂ من الارض)خسف باولھم و آخرھم ولم ینج اوسطھم) قلت:فان کان فیھم من یکرہ ؟قال((یبعثھم اللہ علی ما فی انفسھم))

کافرلوگ اس گھر(یعنی کعبۃ اللہ) کی طرف لشکرکشی کرنے اور جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ مکہ والوں کے خلاف ضرور نبرد آزماہوں گے۔یہاں تک کہ ایک لشکر جنگ کے لیے مکہ کی طرف بڑھے گا۔جب وہ مقام بیداء میں(یازمین کے وسیع میدان میں)پہنچیں گے تواول تاآخر سارا لشکر زمین میں دھنس جائے گااس کے درمیان والے بھی نہیں بچیں گے۔سیدہ صفیہ  فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ !اگرکوئی شخص زبردستی اس میں شامل کیاگیاہو۔وہ خوشی خوشی نہ آیاہو؟کیاوہ بھی ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا؟آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں البتہ قیامت کے روز اللہ تعالٰی ان کو ان کے ارادوں اور نیتوں کے مطابق زندہ کرے گاجوان کے دلوں میں تھے۔''

صحیح ابن ماجۃ=کتاب الفتن :باب جیش البیداء، الحدیث:3275، الجامع الترمذی=أبواب الفتن:باب ماجاء فی الخسف ، الحدیث:2184

امام مسلم  نے بھی اس واقعہ کو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اپنی صحیح میں متعدد سندوں سے بیان کیاہے۔ صحیح مسلم میں سیدہ ام سلمہ  فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( يَعُوْذُ عَائِذٌ بِالبَيْتِ فَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ ، فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ ))قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا ؟قَالَ: يُخْسِفُ بِهٖ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ) [141]

''ایک پناہ پکڑنے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا (مراد امام مہدی ہیں) پھر اس کی طرف ایک لشکر (مسیح دجال کا) بھیجا جائے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔ سیدہ ام سلمہ  فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ! جو شخص زبردستی اس لشکر میں شامل کیا گیاہوگا۔ اس کے بارے میں کیامعاملہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی ان کے ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھے گا۔'' [142]

## کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کرنے والے یکدم ہلاک ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  نے سیدہ عائشہ  سے مروی صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((عَبِثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهٖ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! صَنَعْتَ شَيْئًا فِيْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ((الْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِيْ يُؤُمُّوْنَ الْبَيْتَ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قدْ لجَأَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ)) فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ ۔ قَالَ: (( نَعَمْ! فيْهِمْ الْمُسْتَبْصِرُ ، وَالْمَجْبُوْرُ، اَبْنُ السَّبِيْلِ يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَاحِدًا وَ يَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰى ۔ يَبْعَثُهُمْ اللهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) [143]

---

141 صحیح مسلم=کتاب الفتن وأشراط السّاعۃِ : باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت، الحدیث؛2882

142 (ا )اس معنی کی حدیث امام مسلم  نے سیدہ حفصہ  سے ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے۔ سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب  فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ  کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا: لیؤمن ھذا البیت جیش یغزونہ حتی اذا کانوا ببیداء من الارض یخسف بأوسطھم ینادی اولھم آخرھم ، ثم یخسف بھم ، فلا یبقٰی الا الشرید الذی یخبر عنھم))فقال رجل : اشھد علیک انک لم تکذب علٰی حفصۃ وأشھد علٰی حفصۃ انھا لم تکذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

143 صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت ، الحدیث:2884

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سوئے سوئے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت دی۔ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے حالتِ نیند میں وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک شخص کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھائی کریں گے۔جس شخص کے لیے وہ کعبہ کی طرف چڑھائی کریں گے وہ قریشی ہوگا۔وہ بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے گا۔بیت اللہ کی طرف چڑھائی کرنے والے لوگ جب مقامِ ''بیداء'' پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔''سیدہ عائشہ فرماتی ہیں ،ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ !راستہ میں توہر قسم کے چلتے ہیں ۔(کیا وہ سب دھنس جائیں گے ؟)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قصداً آئے ہوئے ہوں گے ،ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جو زبردستی آئے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے کچھ راہ چلتے مسافر بھی ہوں گے۔لیکن یہ سب کے سب یکبارگی اور یکدم ہلاک ہو جائیں گے۔پھر قیامت کے روز مختلف نیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرے اور اٹھائے گا۔''[144]

## جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اور سیدنا عباس □ کی گرفتاری:

144 سابقہ ذکر کردہ تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لشکر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے گا۔اس لشکر میں موجودہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے حق دار ٹھہریں گے۔چاہے وہ دل کی خوشی اور قصد وارادہ سے لشکر میں شامل تھے یا زبردستی اس لشکر میں شامل کیے گئے تھے۔سب ہی ''زمین میں دھنس جانے'' کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالموں،فاسقوں اور فاجروں سے دور رہنے ہی میں بچاؤ ہے۔برے لوگوں کی صحبت اور معیت ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جاتی اور بن سکتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  مزید فرماتے ہیں: اللہ رب العالمین اس سارے لشکر کو قیامت کے قریب تباہ و برباد کر دے گا جو بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنے اور اس کی بے حرمتی کے ناپاک ارادے کے ساتھ اس کی طرف بڑھے گا۔ اس لشکر میں اگر کوئی دل کی خوشی سے شامل ہو گا وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں سے زبردستی لائے ہوئے کی دوسرے شخص سے چھانٹی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جملہ ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ و آشنا ہے۔ اس کے باوجود اللہ ان سب کو تباہ کر ڈالے گا اور ان کو زمین میں دھنسادے گا، پھر روز قیامت ان کو ان کی نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا۔

اللہ رب العزت جب زبردستی لائے گئے افراد کو دیگر افراد سے الگ نہیں کرے گا جب کہ وہ کر بھی سکتا ہے۔ تو مومنوں پر یہ پابندی اور شرط کیسے عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ زبردستی لائے ہوئے افراد کی دوسروں سے چھانٹی کر کے جنگ و قتال کریں۔ حالانکہ مسلمانوں کے بس میں یہ معاملہ نہیں کیونکہ مومن تمام لوگوں کے اندرونی اور بیرونی علانیہ اور درپردہ حالات سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد قیدی بن جانے کی حیثیت میں یہ دعویٰ بھی کرے گا کہ میں آنے پر آمادہ نہیں تھا مجھے تو زبردستی لایا گیا ہے۔ اس شخص کا زبردستی لائے جانے کا محض دعویٰ کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ جس طرح سیدنا عباس بن عبد المطلب  کے بارے میں احایث میں مروی ہے۔ جنگ بدر کے بعد صحابہ کرام  نے جب انہیں گرفتار کر کے قیدی بنالیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! مجھے زبردستی ساتھ لایا گیا تھا۔ تو جواباً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(( أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَ أَمَّا سَرِيْرَتُكَ فَإِلَى اللهِ )) [145]

''آپ کی ظاہری حالت تو ہمارے خلاف ہی نظر آتی ہے۔ جہاں تک آپ کا پوشیدہ یعنی دل کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔'' (اس واقعہ کی مزید تفصیل صفحہ: پر دیکھیں)

145 اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی الْمُسْتَدْرَکُ عَلَی الصَّحِیْحَیْن میں نقل فرمایا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ''صحیح الاسناد ولم یخرجاہ'' اس حدیث کی سند صحیح ہے جبکہ امام بخاری اور امام مسلم  نے اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل  نے بھی سیدنا علی  سے روایت کیا ہے۔ البتہ اس روایت کو بیان کرنے میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ حافظ ابن حجر  نے بھی اس کو فتح الباری: 322/7 میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے مفہوم سے کچھ ملتی جلتی بات امام بخاری  نے بھی صحیح البخاری کی کتاب المغازی، حدیث نمبر: 4018 کے تحت بیان فرمائی ہے۔

## برسرپیکار کفار کی صفوں میں اگر نیک لوگ ہوں تو:

اگر بالفرض مجاہدین اور مسلمانوں کے مخالفین کی صفوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو بہت ہی بھلے مانس اور نیک لوگ ہوں اور کافران لوگوں کو اپنے آگے رکھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور سورت حال یہ نظر آرہی ہو کہ ان نیک وصالح مسلمانوں کو قتل کیے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں اس کے بغیر کافروں سے جنگ ہی ناممکن ہے تو پھران بھلے مانس مسلمانوں کو اضطراراً قتل کردیا جائے گا۔

ائمہ اسلام اور علماء دین اس بات پر متفق اور متحد ہیں کہ اگر کافر مسلمانوں کے ذریعہ اپنا بچاؤ اور دفاع کررہے ہوں اور کافروں نے مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنارکھا ہو تو مسلمانوں کو اس بات کا خطرہ درپیش ہو کہ جنگ کی صورت میں ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔مزید یہ کہ کافروں کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے اور ان کی ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بنے ہوئے مسلمان مجاہدین اسلام سے جنگ بھی نہیں کررہے۔ تو ایسی نازک صورت حال میں ہم مجاہدین اسلام کے لیے جائز ہے کہ وہ ان مسلمانوں پر فائر کھولیں اور ان پر اسلحہ استعمال کریں جبکہ ہمارے دل میں نیت کافروں کو قتل اور ختم کرنے کی ہو۔

بعض علماء کا یہ موقف بھی ہے کہ اگر بالفرض کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی اپنی جان کو خطرہ نہ بھی لاحق ہو تب بھی ان یرغمال بنے ہوئے مسلمانوں پر فائر کھولا جاسکتا ہے۔

## فتنے کے دور میں اپنی تلوار کند کرنے کا حکم:

اس مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ □ مزید فرماتے ہیں:

''جب یہ بات کلیئر (Clear) ہے کہ جہاد کو جاری رکھنا واجب اور فرض ہے اس کی خاطر چاہے کتنے ہی مسلمان قتل ہو جائیں لہٰذا جو مسلمان کافروں کی صفوں میں ہوں انہیں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی ضرورت اور حاجت کی بناء پر اضطراراً قتل کرنا جہاد کو موقوف کرنے اور ختم کرنے کے جرم سے بڑا جرم نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فتنہ وفساد والی جنگ میں زبردستی لائے ہوئے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے۔ کسی مسلمان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے، چاہے وہ خود قتل ہی ہو جائے۔ امام مسلم □ نے سیدنا ابو بکرہ □ سے درج ذیل روایت نقل فرمائی ہے۔ سیدنا ابو بکرہ □ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنٌ ، أَلاَ ثُمَّ تَکُوْنُ فِتْنٌ ، أَلاَ ثُمَّ تَکُوْنُ فِتْنٌ ، الْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِنَ المَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ ، أَلاَ فَاِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ کَانَ لَہُ اِبِلٌ فَلْیَلْحَق بِاِبْلِہٖ وَمَنْ کَانَ لَہُ غَنَمٌ فَلْیَلْحَق بِغَنَمِہٖ ، وَمَنْ کَانَتْ لَہ، أَرْضٌ فَلْیَلْحَقْ بِأَرْضِہ)) قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ : یَارَسُوْلَ اللہِ! أَرَایْتَ مَنْ لَمْ یَکُنْ لَّہُ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ؟ قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ (( یَعْمِدُ اِلٰی سَیْفِہٖ فَیَدُقُّ عَلٰی حَدِّہٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِیَنْجُ اِنْ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ ۔ أَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغتُ ، أَللّٰہُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ ، اللّٰہُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ)) فَقَالَ رَجُلٌ : یَا رَسُوْلَ اللہِ! أَرَأَیْتَ اَنْ أُکْرِھْتُ حَتّٰی یُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی اِحْدَی الصَّفَّیْنِ أَوْ اِحْدٰی الفِئَتَیْنِ فَیَضْرِبُنِیْ رَجُلٌ بِسِیْفِہٖ أَوْ یَجِیْئُ بِسَھْمٍ فَیَقْتُلُنِیْ؟ ، قَالَ((یَبُوْءُ بِاِثْمِہٖ وَ اِثْمِکَ فَیَکُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [146]

''بے شک (میرے بعد) کئی فتنے ہوں گے، خبردار! ان فتنوں کے بعد پھر فتنے پیدا ہوں گے، ان کے بعد پھر فتنے ہوں گے ان فتنوں میں بیٹھنے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ خبردار! جب وہ فتنہ وفساد اترے یا واقع ہو تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے مگن ہو جائے، جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس (کھیتی باڑی کے لیے) زمین ہو وہ اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں چلا جائے (یعنی مسلمانوں کی باہمی جنگوں اور فتنہ وفساد سے جتنا ہو سکے دور رہے)

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس آدمی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں ہوں اور نہ ہی زمین ہو۔ (وہ آدمی ان ناگفتہ بہ حالات میں کیا کرے؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اپنی تلوار پکڑے اور پتھر کے ساتھ اس تلوار کی دھار کند کر ڈالے۔ (یعنی لڑنے کی کوئی چیز تلوار، تیر، پسٹل یا کلاشنکوف وغیرہ کوئی اسلحہ پاس نہ رکھے تاکہ وہ اسلحہ اس کو جنگ پر آمادہ نہ کر سکے) پھر اپنا بچاؤ اختیار کرنے میں جتنی جلدی کر سکتا ہے اتنی ہی جلدی اپنا بچاؤ کرے۔ یااللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچادیا ہے؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچادیا ہے ؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچادیا ہے؟

---

[146] صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب نزول الفتن کمواقع القطر ،الحدیث:2887، صحیح البخاری=کتاب المناقب:باب تکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم، الحدیث:7082,7081، عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بتایئے! اگر کچھ لوگ مجھ پر زبردستی کریں۔ یہاں تک کہ مجھے دو صفوں میں سے کسی ایک صف کے درمیان (یادو گروہوں میں سے کسی ایک گروہ کے درمیان لے جاکر کھڑا کردیں) وہاں ایک شخص اپنی تلوار کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوتاہے اور مجھ پر وار کرتاہے یا میری طرف کوئی تیر آتا ہے اور مجھے قتل کرڈالتا ہے۔(ایسی صورت میں میرا کیا معاملہ ہوگا اور مجھے قتل کرنے والے کا کیا معاملہ ہوگا؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا اور تیرا گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا۔ دونوں گناہ کو سمیٹتاہوا وہ جہنم رسید ہوجائے گا۔''

## مظلوم ہوتے ہوئے شہید ہو جانا:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتنہ وفساد کے حالات میں جنگ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایاہے۔ بلکہ جس شخص کو زبردستی اور مجبور کرکے ساتھ لے جایا گیاہو۔اسے بھی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیاہے کہ وہ جنگ وقتال سے جتنا ہوسکے دور رہے اور اپنے اسلحے کو بیکار کرڈالے، جس اسلحہ کے ساتھ اس نے جنگ کرنی تھی یا جو اسلحہ اسے جنگ پر حوصلہ دلا سکتا تھا۔

اسلحہ کو کند اور بے کار کردینے کا حکم تو تمام افراد کے لیے ہے۔ چاہے زبردستی جنگ میں دھکیلا گیاہو یا اس کے علاوہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایاہے کہ میدان جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اگر بالفرض مظلومیت کی حالت میں شہید بھی ہوجاتاہے تو اس کے قاتل کے ذمہ قاتل کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور اس مقتول کا گناہ بھی ہوگا۔اس موقف کی تائید قرآن مجید کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جناب آدم □ کے دو بیٹوں کے بارے میں بیان فرمایاہے۔[147]

---

[147] سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے جناب آدم □ کے دو بیٹوں کا ایک واقعہ بیان کیاہے جس کا ترجمہ یوں ہے:

''آدم (□) کے دونوں بیٹے (ہابیل اور قابیل) کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنادو۔ ان دونوں نے اپنی اپنی قربانی پیش کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ تو وہ (جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی) کہنے لگا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس (جس کی قربانی قبول ہوگئی تھی) نے کہا: اللہ تعالیٰ تقوٰی والوں کا ہی عمل قبول کرتاہے۔ گو تو میرے قتل کے لیے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتاہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں تو چاہتاہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہوجائے اور ظالموں کا بدلہ ہی یہی ہے۔ پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا اور اس نے اسے قتل کرہی ڈالا۔ جس سے نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا؟ پھر تو (بڑا ہی) پشیمان اور شرمندہ ہوگیا'' (المائدۃ=5:27-31)

امام ابن تیمیہ □ مزید فرماتے ہیں: ''سابقہ بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ وفساد کی حالت میں جس شخص کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسلحہ کو ضائع کر ڈالے۔ اور اس پر لازم ہے کہ وہ صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرے۔ یہاں تک کہ اس کو مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔ وہ مظلومیت کی حالت میں قتل ہونا برداشت کرلے مگر جنگ میں شرکت نہ کرے۔

## مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے:

اس بات سے اندازہ لگالیں کہ جس شخص کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے زبردستی میدان کارزار میں لایا گیا ہو اور وہ شخص میدان جنگ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اترا ہو جو اسلام کے شعائر اور ارکان سے نکلے ہوئے ہیں: مثلاً زکوٰۃ روکنے والے اور اسلام سے پھر جانے والے لوگ یا ان جیسے دیگر لوگ۔

اس بارے میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں کہ فتنہ کے حالات میں اگرچہ کسی شخص کو زبردستی میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے لایا گیا ہو پھر بھی ایسے شخص پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے خواہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا شروع کردے۔

اس بات کو اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کر ڈال۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجبور کیے جانے کے باوجود کسی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر ڈالے۔ اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کر ڈالوں گا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی اس کو چاہیے کہ خود قتل ہونا برداشت کرلے مگر اپنے معصوم

اور بے گناہ مسلمان بھائی کے قتل کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کی جان لے لینا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے۔[148] (امام ابن تیمیہ ؒ کے طویل اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

## کفار سے مسلمانوں کی طرف ایمان افروز پینترا:

جس شخص کو کفار ومشرکین مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر زبردستی مجبور کر رہے ہوں اور اس کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہ ہو کہ وہ ان کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لے سکے۔ ایسے شخص پر کم از کم یہ ضروری ہے کہ وہ کافروں کے لشکروں اور افواج میں حاضر ہونے کے باوجود اہل اسلام سے جنگ نہ کرے۔ بلکہ اپنے اسلحہ اور ہتھیار کو بیکار اور ضائع کر دے۔ اس کے برعکس ایسے شخص کے لیے بڑی عظمت اور عزیمت اور شرف ومرتبہ والی بات ہوگی کہ وہ پینترا بدلتا ہوا مسلمانوں کی صف میں آکر شامل ہو کر کافروں کے خلاف برسرپیکار ہو جائے۔ اس طرح کا ایک واقعہ کفر واسلام کے سب سے پہلے اور باقاعدہ معرکے "غزوہ بدر" میں پیش آیا تھا۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن سہیل اندر سے سچے مسلمان تھے۔ جب وہ میدان جنگ میں پہنچے اور کفار کی صفوں میں تھے تو موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے لشکر میں آ شامل ہوئے اور کفار مکہ سے جنگ شروع کر دی۔[149]

## قیامت کے روز فیصلے نیتوں کے مطابق ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کفار کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

148 مجموع الفتاوی:540-535/28

149 بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو (یہ وہی قریشی سردار ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مذاکرات کرنے آیا تھا۔ بعد میں یہ مسلمان بھی ہو گیا تھا) نے اس وقت اپنے قابو کر لیا تھا۔ جب سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ ہجرت حبشہ سے واپس لوٹے تھے۔ اس کے بعد ان کو قید میں ڈال دیا۔ جب کفار مکہ بدر کے روز رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے نکلے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ کو زبردستی ساتھ لے لیا۔ میدان بدر میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ مسلمانوں کی طرف چلے آئے اور کفار مکہ کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اس بناء پر مؤرخین اسلام نے ان کو بدری صحابہ میں شامل کیا ہے۔ بعدازاں یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے باپ کے لیے فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ سے جان کی پناہ طلب کی تھی۔ اسی وجہ سے سیدنا سہیل بن عمرو ؓ مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی عطا فرمائی ہے۔" سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ بہت زیادہ غزوات میں شامل ہوئے اور بڑے بڑے واقعات میں شریک تھے۔ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی مشہور ومعروف جنگ "یمامہ" میں اعزازِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ بوقت شہادت ان کی عمر مبارک اڑتیس (38) سال تھی۔ سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ کے جنگ بدر میں شامل ہونے اور مسلمانوں کی طرف پلٹ آنے کا واقعہ سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ لِلذِّهْبِي:193/1، أَلإِصَابَةُ فِی تَمییزِ الصحابة لابن حجر:124/4، الاستیعاب لابن عبدالبر:925/3 میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

" وَقَدْ يُقَاتِلُوْنَ وَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ يَكْتُمُ اِيْمَانَہٗ يَشْهَدُ الْقِتَالَ مَعَهُمْ وَلَا يُمْكِنُہُ الْهِجْرَةَ ، وَ هُوَ مُكْرَهٌ عَلَى الْقِتَالِ وَ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ عَلٰى نِيَّتِہٖ ، كَمَا فِى الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْہِ وَ سَلَّمَ (( يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَۃَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) قَالَتْ:يَارَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ؟قَالَ(( يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) الحديث۔ وَهَذَا فِى ظَاهِرِ الأَمْرِ وَ اِنْ قُتِلَ وَ حُكِمَ عَلَيْہِ بِمَا يُحْكَمَ عَلَى الْكُفَّارِ فَاللهُ يَبْعَثُہُ عَلٰى نِيَّتِہٖ ، كَمَا أَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَّا يُحْكَمُ لَهُمْ فِى الظَّاهِرِ بِحُكْمِ الاِسْلَامِ ، وَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَ الْجَزَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ عَلٰى مَا فِى الْقُلُوْبِ لَا عَلٰى مُجَرَّدِ الظَّوَاهِرِ ، وَ لِهَذَا رُوِىَ عَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهَ كُنْتُ مُكْرَهًا ، قَالَ صلى الله عليہ وسلم : (( أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيْرُتُكَ فَاِلَى اللهِ))

"کافروں سے جنگ کرتے کرتے کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آسکتی ہے کہ ان کافروں کی فوج اور لشکر میں کوئی بندۂ مومن بھی شامل ہو جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہو اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں حاضر ہو گیا ہو۔ کافروں کے علاقے سے ہجرت کر کے کسی مسلم علاقے کی طرف جانا بھی اس کے بس سے باہر ہو۔ اب ایسی صورت حال میں اس کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو۔ ایسے افراد کے خدشے سے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کو ان کی نیتوں کے مطابق قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔ جس طرح کہ امام بخاری  اور امام مسلم  نے اپنی اپنی صحیح میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل فرمان روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"قیامت کے روز ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اوّل سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔" سیدہ عائشہ  فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لشکر کو اوّل تا آخر کیونکر دھنسا دیا جائے گا، جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو ان لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل) نہیں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری معاملہ میں ایسا ہی ہوگا کہ بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والے لشکر میں زبردستی لایا گیا شخص بھی زمین میں دھنسادیا جائے گا۔اس پر وہی حکم لاگو ہوگا جو کفار کا حکم ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس زبردستی لائے ہوئے مجبور شخص کو اس کی نیت اور دل کے معاملہ میں اچھی صورت حال کے مطابق ہی قیامت کے دن اٹھائے گا۔

بالکل ایسے کہ جیسے منافقین بظاہر ہم مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ظاہراًان پر اسلام کا ہی حکم لگتا ہے۔لیکن قیامت کے روز اپنے دل کی بری صورت حال کے مطابق ہی اٹھائے جائیں گے۔۔لہٰذا یہ کلیہ اور قانون معلوم ہوا کہ (قیامت کے روز) جزاء وسزا کا اعتبار دل کے اندرون خانہ خفیہ معاملات کے مطابق ہوگا۔ محض ظاہری حالات،واقعات اور شخصیات کے مطابق جزاء وسزا کا معاملہ نہیں ہوگا۔

اس بناء پر سیدنا عباس بن عبدالمطلب □ سے جو حدیث مروی ہے اس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ سیدنا عباس □ فرماتے ہیں:''یارسول اللہ (ﷺ) میں توزبردستی اور مجبوراًغزوۂ بدر میں ساتھ لایا گیا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہاں تک آپ کی ظاہری حالت کا معاملہ ہے تو وہ ہمارے خلاف ہے اور جہاں تک آپ کی خفیہ اور درپردہ حالت کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔''[150]

## فتح الباری کی دوروایات:

زبردستی میدان جنگ میں لائے ہوئے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ □ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب □ کو قیدی بنانے اور گرفتار کرنے کے متعلق جو روایت امام بخاری □ نے كِتَابُ المَغَازِی، بَابُ شُهودِ المَلَائِكَةِ بَدرًا، بَابْ مِنْہُ میں حدیث نمبر:۴۰۱۸ کے تحت بیان کی ہے،اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی □ نے فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے دوروایات ذکر کی ہیں:

150 مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ:225-224/19

## پہلی روایت:

ابن اسحاق نے سیدنا عبداللہ بن عباس  کی حدیث یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے روز اپنے صحابہ سے فرمایا:

(( قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ رِجَالًا مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدْ أُخْرِجُوْا كُرْهًا فَمَنْ لَقِیَ اَحَدًا مِنْهُمْ فَلَا يَقْتُلْهُ))

''مجھے پتہ چلاہے کہ بنوہاشم کے کچھ افراد مجبوراًاور زبردستی میدان بدر میں لائے گئے ہیں۔اگران میں سے کوئی فرد کسی کو مل جائے یاان میں سے کسی شخص کے بارے میں کسی کو پتہ چل جائے تووہ اس کو قتل نہ کرے۔''

## دوسری روایت:

حافظ ابن حجر  چند سطروں کے بعد امام ابن اسحاق سے دوسری روایت نقل کرتے ہیں۔یہ روایت بھی سیدنا عبداللہ بن عباس  سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا عَبَّاسُ! اِفْدِ نَفْسَکَ وَابْنَ أَخْوَيْکَ عَقِيْلَ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ وَ نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ وَ حَلِيْفَکَ عُتْبَةَ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّکَ ذُوْمَالٍ قَالَ اِنِّیْ كُنْتُ مُسْلِمًا وَ لٰكِنَّ الْقَوْمَ اسْتَكْرَهُوْنِیْ ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:((اَللهُ أَعْلَمُ بِمَا تَقُوْلُ ، اِنْ كُنْتَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا اِنَّ اللهَ يُجْزِيْکَ وَلٰكِنْ ظَاهِرُ أَمْرِکَ أَنَّکَ كُنْتَ عَلَيْنَا۔'' [151]

''اے عباس بن عبدالمطلب (میرے چچاجان!) آپ اپنا بھی فدیہ ادا کریں،اپنے دونوں بھتیجوں، عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں، نیز اپنے جنگی دوست عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی ادا کریں۔اس لیے کہ آپ ایک کھاتے پیتے آدمی ہیں۔سیدنا عباس بن عبدالمطلب  نے جواباً کہا: میں درحقیقت مسلمان ہو چکا تھا۔لیکن میری قوم (یعنی قریش مکہ) نے مجھے ساتھ آنے پر بہت زیادہ مجبور کیا۔اس لیے میں اپنی قوم کے ساتھ آگیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں اصل حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔اگر تو وہ بالکل سچ ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو فدیہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہتر جزادے گا

151 فتح الباری=کتاب المغازی:باب شهود الملائكة بدراً/باب منه الحديث:4018 کی شرح

۔لیکن جہاں تک آپ کے ظاہری معاملہ کا تعلق ہے تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ ہمارے خلاف برسرِ پیکار تھے۔''(لہٰذا اگرچہ آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر دیگر احکام آپ پر لاگو ہوں گے۔)

## پیشہ ورانہ مجبوریوں کی بناء پر کافروں کا ساتھ دینا:

غور فرمالیجیے ! گزشتہ اوراق میں بیان کردہ اقتباس میں سے امام ابن تیمیہ □ کا درج ذیل بیان کتنا واضح اور جامع ہے۔ جس میں امام ابن تیمیہ □ اس مسئلہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

''اس بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اگرچہ کسی شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف میدانِ جنگ میں لایا گیا ہو مگر ایسے شخص پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے۔ خواہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جائے، بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے۔ یہ بات بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ایسی صورت میں اس کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنی شروع کردے۔اس بات کو اس دوسری مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے مسلمان آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کردے ۔اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس بے گناہ اور معصوم کو قتل کر ڈالے۔اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی لگاتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ مجبور کیا جانے والا شخص خود قتل ہونا برداشت کرلے۔ مگر بے گناہ مسلمان بھائی کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اپنی جان کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر ڈالنا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے۔ (مجموع الفتاوی:540/28)

اس واضح اور جامع بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ کفر کے سرداروں اور عالمی طاغوتوں کے ہمراہ وہمرکاب ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے کرنے کے لیے نکل رہے ہیں۔وہ لوگ یہ دعٰوی کرتے ہیں کہ ہمارا

اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ہم اس موقع پر حکومت وقت کے آگے اسٹینڈ نہیں لے سکتے۔ اس لیے کہ ہم اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ہماری انہی ملازمتوں پر ہماری روزی کا انحصار ہے

لٰہذا ہم تو مجبوراً اور زبردستی ان کفر کے اماموں اور طاغوتوں کے لشکر میں شامل ہیں۔ ان کے پاس سب سے بڑا بہانہ یہی ہے کہ اگر ہم اس موقع پر چوں چراں کرتے ہیں یا حکومت کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کو کس طرح ہینڈل کریں گے؟ اپنے دنیوی مفادات کو کیسے حاصل کریں؟ جس طرح کہ دیگر دنیادار بھی اپنے یہی عذر پیش کرتے ہیں۔

## دنیا کی عارضی چمک کی خاطر مسلمانوں کو قتل کرنے والے کافر ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کے بیان سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے لوگ ملت اسلامیہ سے خارج اور کافر ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین ''اسلام'' کو ختم کرنے کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ کافروں کا ساتھ دینے والے اس گروہ سے کفر کا حکم جدا نہیں ہوگا نہ وہ اس حکم سے بری قرار دیے جائیں۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ محض دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر کافروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ ان لوگوں کے کفر کا بڑا سبب ان کا دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا بھی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے لوگوں پر کفر کے فتوٰی سے یہ اسباب و اعذار رکاوٹ اور مانع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَ اَنَّ اللہَ لاَ یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۝﴾[النحل=107/16]

''(ایمان کے بعد کچھ لوگوں کے کفر کرنے کا بڑا سبب یہی ہے کہ) انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔''

اسلام کی تعلیمات تو ہمیں کہتی ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے قتل کرنے پر مجبور کیا جائے جبکہ اس مسلمان کو قتل کرنا جائز نہ ہو تو ایسی صورت میں کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی کسی مسلمان پر جسمانی تشدد کرنا مباح ہے۔ اگرچہ اس کے بدلے حالت جبر میں اس کو خود قتل ہونا پڑے وہ اپنا قتل ہونا برداشت کرلے۔ یا اپنے جسم پر تشدد برداشت کرنا پڑے تو برداشت

کرلے۔ یہاں سے غور فرمالیں کہ محض دنیا کی معمولی اور عارضی چمک کی خاطر کسی مسلمان کو قتل کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ بلکہ تقوی وپرہیزگاری اور عقل وخرد کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو دنیوی مفادات اور لذتوں سے محروم رکھ لینا کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرنے ،اس کو تکلیف پہنچانے یا اس بارے کسی طاغوت کا ساتھ دینے سے حد درجہ بہتر ہے۔ لہٰذا یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس طرح کے حالات میں اگر کچھ لوگ اس طرح کا گھناؤنا اور بہیمانہ کردار ادا کریں تو کافروں کے ایسے اتحادیوں اور ساتھیوں کا بھی بالکل وہی معاملہ اور حکم ہو گا جو کفار اور مرتدین کا ہے۔

## علامہ قرطبیؒ □ فرماتے ہیں:

اسلامی تعلیمات کی روسے کسی مسلمان کو قتل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگرچہ کسی مسلمان شخص کو کسی مسلمان شخص کے قتل پر زبردستی مجبور کیا جائے۔ اس بارے مشہور ومعروف مفسر قرآن علامہ قرطبیؒ □ فرماتے ہیں:

''علماء کا اس مؤقف پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کو مجبور کیا جائے کہ تو فلاں بے گناہ مسلمان کو قتل کردے۔ ایسی صورت میں بھی مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرڈالے یا اس کی عزت کو پامال کرڈالے یا اس پر جسمانی تشدد کرے یا اس طرح کا کوئی اور کردار ادا کرے۔ بلکہ مجبور کیے جانے والے شخص پر لازم ہے کہ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے ہے اور اس کو اذیتوں اور ابتلاؤں سے دوچار کیا جاتا ہے تو وہ ان پریشانیوں اور اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا اپنے اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے۔ یہ قطعاً جائز نہیں کہ اپنی جان بچاتے بچاتے وہ کسی دوسرے مسلمان کی جان لے لے۔ ویسے ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عافیت اور خیریت ہی مانگتے رہنا چاہیے۔'' [152]

## ایک نصیحت:

اپنی اس گفتگو کے آخر میں ہم یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام مسلم حکمرانوں، مسلح افواج، پولیس فورسز اور حساس ایجنسیوں کے اہلکاروں پر واجب ہے کہ وہ فوراً توبہ کی طرف بھاگیں اور اپنے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں، کافروں اور طاغوتوں سے

152　تفسیر القرطبی:183/10

دوستانہ مراسم ختم کریں اور ان کا تعاون کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر کافروں کے خلاف بر سرپیکار ہو جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا میں اپنا بھر پور کردار ادا کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان اپنا فیصلہ فرمادے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

❀❀❀❀❀

# باب:10

## اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں تو ہمارے مسلمان حکمران اور حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کر دیتے ہیں کہ ”یہ جوابی کاروائی فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام

ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے۔یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔''

## دو مفید بحثیں

کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ اور تتمہ ہم دو اہم اور بحثیں پیش خدمت کررہے ہیں۔جن کا اس کتاب کے موضوع اور مضمون سے گہرا تعلق ہے۔وہ درج ذیل ہیں:

① ....... تقیہ

② ....... مدارات اور مداہنت میں فرق

### ا۔تقیہ کیا ہے؟

لفظ ''التَّقِيَّة'' کا عربی زبان میں ہی آسان اور مترادف معنی ''الحَذر'' ہے۔''الحَذر'' کا معنی ہے ''بچنا اور ڈرنا''۔لہٰذا ''التَّقِيَّة'' کا معنی ہے ''بچنا اور بچاؤ اختیار کرنا''۔ثلاثی مزید فیہ سے باب اِفْتَعَلَ کے وزن پر اس کا فعل ماضی ''اِتَّقٰی'' آتا ہے۔

اس باب کے دو مشہور مصدر ہیں: ①.....تَقِيَّۃً ②.....تُقًی

یہ دونوں مصدر ہی عربی قراءت میں مستعمل اور موجود ہیں۔ عربی زبان میں یہ جملہ بولا جاتا ہے کہ ''اِتَّقَيْتُهُ تَقِيَّةً'' اس کا معنی ہے کہ ''حَذَرْتُهُ حَذْرًا'' یعنی میں اس سے بال بال بچا۔'' [153]

## علامہ ابن حجر  کے ہاں تقیہ کا معنی:

صحیح البخاری کے مشہور شارح اور فتح الباری کے مصنف علامہ حافظ ابن حجر  لفظ ''تقیہ'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

'' هِيَ الْحَذَرُ مِنْ اِظْهَارِ مَا فِي النَّفْسِ مِنْ مُعْتَقَدٍ وَ غَيْرِه لِلْغَيْرِ ''[154]

''کسی شخص کا دل میں جو عقیدہ و نظریہ وغیرہ ہو اس کا اظہار کسی دوسرے کے سامنے کرنے سے ڈر محسوس کرنا اس کو تقیہ کہتے ہیں۔''

## امام ابن قیم  تقیہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ  کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم  لفظ تقیہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

'' وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ التُّقَاةَ لَيْسَتْ بِمُوَالَاةٍ ، وَ لٰكِنْ لَمَّا نَهَاهُمُ اللهُ عَنْ مَوَلَاةِ الْكُفَّارِ اقْتَضٰى ذَالِكَ مُعَادَاتَهُمْ وَ الْبَرَاءَ ةَ مِنْهُمْ وَ مُجَاهَرَتَهُمْ بِالْعُدْوَانِ فِيْ كُلِّ حَالٍ اِذَا خَافُوْا مِنْ شَرِّهِمْ فَأَبَاحَ لَهُمْ التَّقِيَةَ ، وَلَيْسَتِ التَّقِيَّةُ بِمَوَالَاةٍ '' [155]

''یہ بات تو بہر حال طے ہے کہ تقیہ ایک الگ چیز ہے اور موالات (یعنی کافروں سے دوستی) ایک الگ چیز ہے۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ جب اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے سے منع کر دیا تو اس کا لازمی تقاضا تھا کہ کافروں سے دشمنی ہو۔ ان سے بیزاری اور نفرت کا اظہار ہو۔ ہر حالت میں ان سے علی الاعلان اور کھلے بندوں دشمنی کی جائے۔ لیکن کبھی حالات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے سے

---

153 لسان العرب (مادة تُقٰی)
154 فتح الباری: (کتاب الاکراہ، الحدیث: 6940
155 بدائع الفوائد لابن القیم: 69/3

کافروں کے شر سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے "تقیہ" کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن بہر حال "تقیہ کرنے" کا مطلب "کافروں سے دوستی کرنا" ہر گز نہیں ہے۔"

❀❀❀❀❀

## تقیہ کی آڑ میں کیا خونِ مسلم بہانا جائز ہے؟

سابقہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ تقیہ کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ کافروں کی نفرت اور ان سے دشمنی کو دل میں مخفی رکھنا۔ یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تقیہ کی آڑ میں کافروں سے محبت اور دوستی شروع کر دی جائے۔ یا تقیہ کی آڑ میں کافروں کے کفریہ اور باطل عقائد و نظریات کو اختیار کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا تقیہ کی آڑ لیتے ہوئے کافروں کے پروگراموں ،ایجنڈوں ،اقدامات اور مشنز(Missions) کو ہی درست قرار دے دیا جائے نہ ہی تقیہ کا یہ مطلب ہے کہ کافروں کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔ جس شخص نے تقیہ کا یہ مطلب سمجھا ہے۔اس نے دین اسلام میں ایسی بات سمجھی اور کہی ہے جس کا فتنہ وفساد کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

یہ بات بھی ذہین نشین رہے کہ تقیہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا اور کسی کلمہ گو مسلمان کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی جائز نہیں ہے۔ تقیہ کرتے ہوئے نہ ہی کسی حرام کام کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔ تقیہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ دل کی بات اور دل کے عقیدہ و نظریہ کو ظاہر کرنے سے بچنا اور احتیاط کرنا۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب سخت اذیت کا خوف دامن گیر ہو یا پھر قتل کر دیے جانے کا اندیشہ ہو اور دار الکفر سے نکلنے کی مومن کے پاس استطاعت بھی نہ ہو۔

## امام قرطبیؒ کے ہاں "تقیہ" کی وضاحت:

امام قرطبیؒ □ تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے چند مشہور و معروف علماءامت کی توضیحات پیش کرتے ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس □ فرماتے ہیں:

(( هُوَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَ لَا يَقْتُلْ وَ لَا مَأْثَمًا )) [156]

"تقیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان شخص کفار کے شر سے بچنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے بچاؤ ممکن ہو۔ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ تقیہ کرتے وقت نہ تو کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔"

② عوف اعرابی ◻ جناب حسن بصری ◻ سے تقیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

"التَّقِيَّةُ جَائِزٌ لِلْمُؤْمِنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا أَنَّهُ كَانَ لَا يُجْعَلُ فِى الْقَتْلِ تَقِيَّةً" [157]

"تقیہ کرنے کی سہولت اور اجازت مومن کے لیے قیامت تک باقی ہے۔ مگر کسی خونِ ناحق میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔"

③ امام قرطبی ◻ نے کہنے والے کا نام ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ تقیہ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے:

"اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ قَائِمًا بَيْنَ الْكُفَّارِ فَلَهُ أَنْ يُّدَارِ بِهِمْ بِاللِّسَانِ اِذَا كَانَ خَائِفًا عَلٰى نَفْسِهٖ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَالتَّقِيَّةُ لَا تَحِلُّ اِلَّا مَعَ خَوْفِ الْقَتْلِ أَوِ الْقَطْعِ أَوْ الْاِيْذَاءِ الْعَظِيْمِ" [158]

"کوئی مومن بندہ جب کفار ومشرکین کے درمیان رہائش پذیر ہو، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کافروں سے اپنی زبان کے ساتھ نرم وملائم گفتگو کرتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ یہ اس صورت میں جائز ہے جب کسی مومن کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ تقیہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کفار کی طرف سے قتل کا خطرہ ہو۔ یا جب کافروں کی طرف سے یہ خطرہ ہو کہ وہ گردن کاٹ دیں گے۔ یا کافروں کی طرف سے بہت بڑی اذیت کا خوف ہو۔"

## امام ابن کثیر ◻ کے ہاں تقیہ کی وضاحت:

156 تفسیر القرطبی:57/4

157 فتح الباری:214/12کتاب الاکراہ ، الحدیث:6940

158 تفسیر القرطبی:57/4

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾[سورۂ آل عمران=28:3]

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالی کی کسی حمایت میں نہیں۔ مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

① امام ابن کثیر □ مذکورہ بالا فرمانِ باری تعالیٰ کے الفاظ: ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ کا مطلب اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اَی مَنْ خَافَ فِيْ بَعْضِ الْبُلْدَانِ وَ الأَوْقَاتِ مِنْ شَرِّهِمْ فَلَهُ أَنْ يَّتَّقِيْهُمْ بِظَاهِرِهٖ لَا بِبَاطِنِهٖ وَ نِيَّتِهٖ۔" [159]

"یعنی بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل جول ظاہر کر لیں۔ لیکن دل میں ان کی رغبت اور محبت نہ رکھیں۔"

② اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے اِمَامُ الْمُحَدِثِيْنَ وَ الْمُجْتَهِدِيْنَ جناب محمد بن اسماعیل البخاری □ نے سیدنا ابودرداء □ سے ایک اثر نقل کیا ہے، سیدنا ابودرداء □ فرماتے ہیں:

(( اِنَّا لَنَكْشِرُ فِيْ وُجُوْهِ اَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ)) [160]

"بعض (ظالم اور فاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں۔ مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔"

---

159 تفسیر ابن کثیر:357/1

160 صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المدارة مع الناس ، الحدیث :6131 سے پہلے

④ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:
لَيْسَتِ التَّقِيَّةِ بِالْعَمَلِ ، اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" 161
"(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے)بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حد تک ہو۔ عمل وکردار سے نہ ہو۔"

⑤ اسی طرح ایک مشہور تابعی جناب عوفی سیدنا عبداللہ بن عباس سے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں:
"اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" 162
"تقیہ صرف زبان کی حد تک جائز ہے(نہ کہ عملی کاروائیوں سے)

⑥ بالکل یہی موقف امام ابو عالیہ،امام ابو شعشاء،امام ضحاک اور امام ربیع بن انس کا بھی ہے۔ 163

⑦ امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے:
"التَّقِيَّة اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَة" 164
"قیامت تک تقیہ کرنے کی اجازت باقی ہے۔"

## الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن (آل شیخ) فرماتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن (آل شیخ ) تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

161 تفسیر ابن کثیر:357/1
162 تفسیر ابن کثیر:357/1
163 تفسیر ابن کثیر:357/1
164 تفسیر ابن کثیر:357/1

" وَ مَسْأَلَۃُ اِظْهَارِ الْعَدَوَاۃِ غَیْرُ مَسْأَلَۃِ وُجُوْدِ الْعَداوَۃِ ، فَأَوَّلُ : یُعَذَّرُ بِہٖ مَعَ الْخَوْفِ وَالْعَجْزِ ، وَالثَّانِیْ : لَا بُدَّ مِنْہُ ، لِأَنَّہُ یَدْخُلُ فِی الْکُفْرِ بِالطَّاغُوْتِ وَ بَیْنَہُ وَ بَیْنَ حُبِّ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ تَلَازُمٌ کُلِّیٌّ لَا یَنْفَعُکَ عَنِ الْمُؤْمِنِ۔" [165]

"ایک چیز "اظہار عداوت" ہے جبکہ دوسری چیز "وجود عداوت" ہے (یعنی زبان سے عداوت کا اظہار کرنا اور چیز ہے۔اور دل کے اندر عداوت رکھنا بالکل الگ تھلگ چیز ہے) اگر کسی شخص پر دشمن کا خوف ہو یا وہ دشمن کے سامنے بے بس ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی پہلی صورت "اظہار عداوت" نہ بھی کر سکے تو اللہ کے ہاں مجرم نہیں ہو گا بلکہ اللہ کے ہاں بھی اس کو معذور ہی سمجھا جائے گا۔جب کہ دوسری چیز "وجود عداوت" یعنی کافروں کے بارے دل کے اندر عداوت اور دشمنی کے جذبات رکھنا لازمی اور ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔کیونکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے "طاغوت کا انکار" لازمی ہے۔"طاغوت کے انکار" اور "اللہ ورسول ﷺ سے محبت" کے مابین "تلازم کلی" کی نسبت ہے۔[166] ایک مومن شخص سے یہ نسبت کبھی بھی ختم اور جدا نہیں ہوتی۔"

## مدارات اور مداہنت میں فرق:

رَئِیْسُ الْفُقَهَاءِ و الْمُجتَهِدِین امام بخاری ؒ سیدہ عائشہ ؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((اِسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اِئْذَنُوْا لَہُ ۔ بِئسَ أَخُو الْعَشِیْرَۃِ[أَوْ اِبْنُ الْعَشِیْرَۃِ]) فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَہُ الْکَلَامَ قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللہِ! قُلْتَ الَّذِیْ قُلْتَ : ثُمَّ أَلَنْتَ لَہُ الْکَلَامَ؟ قَالَ : ((اَیْ عَائِشَۃُ ! اِنَّ شَرَّ النَّاسُ أَوْ وَدَعَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ)) [167]

165 الرسائل المفیدۃ للشیخ عبداللطیف آل شیخ :284

166 "تَلَازَم کُلِّی" کا مطلب ہے کہ مذکورہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔پہلی چیز ہو گی تو دوسری ہو گی۔علیٰ ہذا القیاس دوسری چیز ہو گی تو پہلی ہو گی۔یعنی اگر کسی کے دل میں "طاغوت کا انکار" ہو گا تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ واقعتاً اس شخص کے دل میں اللہ ورسول کی محبت موجود ہے۔علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کے دل میں "طاغوت کے انکار" کا عقیدہ وجذبہ بھی موجود ہے۔معلوم ہوا کہ اگر "طاغوت کا انکار" نہیں ہو گا، طاغوت اور کفر سے نفرت اور دشمنی نہیں ہو گی تو "اللہ اور رسول سے محبت" کا دعویٰ کھوکھلا اور بے وزن ہو گا۔اسی طرح اگر اللہ ورسول سے محبت نہیں ہو گی تو پھر لازماً وہاں طاغوت کے انکار، کفر سے نفرت اور کفار ومشرکین سے عداوت کے جذبات بھی نہیں ہوں گے۔

167 صحیح البخاری=کتاب الأدب:باب ما یجوز من اغتیاب أهل الفساد ، الحدیث:5054، صحیح مسلم=کتاب البر والاداب والصلۃ:باب مدارۃ من یتقٰی فحشہ، الحدیث:2591

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شرف ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اجازت دے دو" ویسے یہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔" وہ شخص اندر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بڑی نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کی۔ (جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو) میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ نے اس شخص کے متعلق جو کہا سو کہا۔ پھر جب وہ اندر آ گیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی کے ساتھ اور حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو فرمائی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کی فحش کلامی، بدکلامی اور بداخلاقی سے بچنے کی وجہ سے ملنا جلنا پسند نہ کریں۔" [168]

## علامہ قرطبیؒ □ کی زبانی:

فتح الباری میں حافظ ابن حجر □ مندرجہ بالا حدیث کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ تشریح کرتے ہوئے وہ علامہ قرطبیؒ □ کا وہ قول بیان کرتے ہیں جو انہوں نے قاضی عیاض □ کی موافقت میں نقل کیا ہے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَارَاةِ وَالْمُدَاهِنَةِ ، أَنَّ الْمُدَارَاةَ بَذْلُ الدُّنْيَا لِصَلَاحِ الدُّنْيَا أَوِ الدِّيْنِ لِصَلَاحِ الدُّنْيَا۔ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَذَلَ لَهُ مِنْ دُنْيَاهُ حُسْنَ عِشْرَتِہٖ وَ الرِّفْقَ فِي مُكَالَمَتِہٖ ۔ وَ مَعَ ذَالِكَ فَلَمْ يَمْدَحہُ بِقَوْلٍ ۔ فَلَمْ يُنَاقِصُ قَوْلُہٗ فِيْہِ فِعْلَہٗ۔" [169]

"مدارات اور مداہنت میں یہ فرق ہے کہ: "(یعنی کسی بداخلاق اور بدکلام شخص کے سامنے نرم گفتگو اور خوش گفتاری کی خصلت اختیار کرنا) سے کوئی شخص فقط اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے یا اپنے دین کو سنوارنے کے لیے یادنیا اور دین دونوں کو بیک وقت اکٹھا سنوارنے کے لیے (اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے) یہ تو واضح اور بدیہی بات ہے کہ یہ رویہ اور خصلت نہ صرف جائز ہے بلکہ کبھی کبھار تو مستحب (پسندیدہ عمل) کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس مداہنت اختیار کرنے سے کوئی شخص اپنی دنیا کو

---

168 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے ایک بدکلام شخص کی بدکلامی کے شر سے بچنے کے لیے بڑی نرم خوئی کی عادت حسنہ اختیار فرمائی۔ لہٰذا کسی بداخلاق اور بلا کلام شخص کے روبرو اس طرح کا خوش اخلاقی اور خوش گفتاری کا رویہ اختیار کرنے کو عربی زبان میں "مداراۃ" کہتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس کسی کافر و فاسق کے کفر و فسق کے سامنے بے غیرتی پر مبنی خاموشی، چشم پوشی اور نرمی اختیار کرنا "مداہنت" کہلاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی اسی طرح متضاد ہیں جس طرح سخاوت اور فضول خرچی۔ قناعت اور کنجوسی، جہاد اور دہشت گردی یا فدائی کاروائی اور خودکشی ایک دوسری کی متضاد ہیں۔ یہ چیزیں بظاہر ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں لیکن حقیقت اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا عروج و پستی میں، دھوپ اور چھاؤں میں اور اندھیرے اور اجالے میں فرق ہے۔

169 فتح الباری:454/10

سنوارنے کے لیے اپنے دین کی قربانی دیتا ہے۔(لہٰذا دونوں رویوں اور خصلتوں میں فرق صاف واضح ہے) نبی اکرم ﷺ نے آنے والے شخص کے سامنے حسن معاشرت اور نرم دم گفتگو کا رویہ اختیار کرکے فقط اپنی دنیا کی ہی قربانی پیش کی تھی۔(آپ ﷺ نے اپنے دین پر تو کوئی حرف نہیں آنے دیا تھا) مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے فقط اپنی گفتگو میں نرمی پیدا کی تھی۔اس کے آنے پر اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع نہیں کردیئے تھے۔لہٰذا اس طرح رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ آپ نے اپنے قول وفعل میں تضاد ظاہر کیا تھا۔" (علامہ قرطبی کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## علامہ ابن بطال کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی ابن بطال کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

الْمَدَارَاۃُ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ هِیَ خَفْضُ الْجَنَاحِ لِلنَّاسِ وَ لِیْنُ الْکَلِمَۃِ وَ تَرْکُ الْإِغْلَاظِ لَهُمْ فِی الْقَوْلِ ، وَ ذٰلِکَ مِنْ أَقْوٰی أَسْبَابِ الأُلْفَۃِ ، وَ ظَنَّ بَعْضُهُمْ أَنَّ الْمَدَرَاۃِ هِیَ الْمَدَاهِنَّۃُ مُحَرَّمَۃٌ ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُدَاهَنَۃَ مِنَ الدِّهَانِ ، وَ هُوَ الَّذِیْ یُظْهَرُ عَلَی الشَّیْئِ وَ یُسْتَرُ بَاطِنُہُ ، وَ فَسَّرَهَا الْعُلَمَاءُ بِأَنَّهَا مُعَاشَرَۃُ الْفَاسِقِ وَ اِظْهَارُ الرِّضَا بِمَا هُوَ فِیْہِ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ علَیْہِ ، وَالْمَدَارَاہُ هِیَ الرِّفْقُ بِالْجَاهِلِ فِی التَّعْلِیْمِ وَ بِالْفَسِقِ فِی النَّهْیِ عَنْ فِعْلِہِ ، وَ تَرَکُ الْإِغْلَاظِ عَلَیْہِ حَیْثُ لَا یُظْهِرُ مَا هُوَ فِیْہِ وَالْإِنْکَارِ عَلَیْہِ بِلُطَفٍ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ لَا سِیْمَا اِذَا احْتِیْجَ اِلٰی تَأَلُّفِہِ وَ نَحْوَ ذَالِکَ۔"

(فتح الباری:528/10)

"مدارات کا تعلق تو مومنوں کی اخلاقیات سے ہے۔مدارات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اپنا برتاؤ اور رویہ نرم رکھنا۔نرم اور ملائم گفتگو کرنا اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے ترش گفتگو اور سخت کلامی نہ کرنا۔یہ چیزیں محبت والفت پیدا کرنے کے بڑے بڑے اسباب ہیں۔جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ "مدارات" تو ایک پسندیدہ عمل ہے جبکہ "مداہنت" حرام عمل ہے۔ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ "مداہنت" لفظ "الدہان" سے تعلق رکھتا ہے۔(الدّہان" کا معنی رنگ وروغن اور تیل وغیرہ ہے) کسی چیز پر وہان استعمال کرنے سے دہان (تیل اور رنگ وروغن) ظاہراً نظر آتا رہتا ہے اور اس چیز کا باطن اور اندرون پس منظر میں چلا جاتا ہے۔علماء کرام نے مداہنت کی تشریح یہ کی ہے کہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہو اور جو

بھی ان کے نظریات ہیں، بغیر انکار کیے ان پر رضامندی ظاہر کرتے جانے کو "مداہنت" کہتے ہیں۔اس کے بالمقابل علماء کرام نے "مدارات" کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ کسی جاہل کو (دین کی باتیں) سکھانے میں نرمی اختیار کرنے، کسی فاسق وفاجر کو کسی برے کام سے منع کرنے، کوئی فاسق جس برائی والی حالت پر ہے اس کو اس حالت سے باز رکھنے کے لیے شدت آمیز رویہ اختیار نہ کرنے اور کسی بدکردار و گنہگار کی بری حرکتوں اور کرتوتوں کا گفتار اور کردار کی نرمی کے ساتھ انکار کرنے کو "مدارات" کہتے ہیں۔یہ اس وقت تو زیادہ ضروری ہے۔جب کسی شخص میں الفت ومحبت وغیرہ کی تخم ریزی مقصود ہو۔" (علامہ ابن بطال □ کے قول کا ترجمہ مکمل ہوا)

## ایک جہنمی کا بیان اور مداہنت کی وضاحت:

امام بخاری □ نے سیدنا اسامہ بن زید □ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے، مندرجہ ذیل حدیث کے ایک راوی ابو وائل کہتے ہیں:

(( قِيْلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلانًا فَكَلَّمتَهُ ، قَالَ: اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ أَنِّىْ لَا أُكَلِّمُهُ اِلَّا أُسْمِعُكُمْ ۔ اِنِّى أُكَلِّمُهُ فِى السِّرِّ دُوْنَ أَنْ اَفْتَحَ بَابًا اَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتْحَهُ ۔ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجْلٍ -- أَنْ كَانَ عَلَيَّ اَمِيْرًا --- اِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْئٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا : وَمَا سَمِعْتَه، يَقُولُ؟ قَالَ : سَمِعْتُه، يَقُوْلُ: ﴿ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ ۔ فَتَنْدِلِقُ أَقْتَابُهُ فِى النَّارِ ۔ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ : أَى فُلَانُ ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيهِ وَ أَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ آتِيْهِ)).[170]

"سیدنا اسامہ بن زید □ سے کہا گیا کہ بہت اچھا ہوا گر آپ فلاں صاحب (مراد سیدنا عثمان بن عفان □ ہیں) کے پاس جائیں اور ان سے جا کر (اس بارے) گفتگو کریں (کہ وہ کسی طرح فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کا سد باب کریں اور ان کو لگام ڈالیں) سیدنا اسامہ بن زید □ فرماتے ہیں: تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس بارے میں بات چیت

170 صحیح البخاری=کتاب بدء الخلق:باب صفۃ النار مخلوقۃ ، الحدیث:3267، وکتاب الفتن:باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ، الحدیث:7098۔ صحیح مسلم=کتاب الزهد والرقاق باب عقوبۃ من یأمر بالمعروف ولا یفعله ، الحدیث :2989

نہیں کرتا ہوں۔ تم صرف اس گفتگو کو گفتگو سمجھتے ہو جو تمہیں سنا کر کی جائے۔ بلکہ میں ان سے اس بارے خلوت اور تنہائی میں (لوگوں سے گفتگو مخفی رکھتے ہوئے) گفتگو کرتا رہتا ہوں۔ اس معاملہ کو ایک ایشو (issue) کے طور پر کھڑا کر کے فساد کا کوئی دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی فساد کے دروازے کو میں ہی سب سے پہلے کھولنے والا بن جاؤں۔ نہ ہی کسی شخص (کی خوشامد اور بے جا تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کے طور پر) کے بارے میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تو سب لوگوں سے بہترین آدمی ہے۔ ہر چند کہ وہ میرا امیر ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سننے کے بعد ایسی بات کہنے کی میں بالکل جرأت نہیں کر سکتا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی، ان سے کہنے لگے: ہمیں بھی بتایئے کہ وہ کونسی حدیث ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت فرمائی ہے؟ سیدنا اسامہ بن زید □ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

''قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ دیگر جہنمی اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہا کرتے تھے اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا: جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ میں تمہیں برے کاموں سے منع بھی کیا کرتا تھا مگر میں خود وہ برے کام کیا کرتا تھا۔''[171]

## حافظ ابن حجر □ کی زبانی فرق:

---

171 سیدنا اسامہ بن زید □ کا مقصد یہ تھا کہ میرے متعلق تم یہ گمان ہر گز نہ کرو کہ میں موجودہ بحرانی صورتِ حال میں باغیوں اور فسادیوں کی بغاوت کو دبانے کے لیے امیر المومنین کو مشورہ نہیں دیتا یا انہیں کوئی نیک اور درست بات سمجھانے میں مداہنت اور سستی کرتا ہوں۔ میرے بارے میں یہ بھی نہ سمجھنا کہ میں سیدنا عثمان □ کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہوں اور ان کی بے جا تعریفیں کرتا ہوں، اس وجہ سے کہ وہ خلیفۂ وقت ہیں۔ بلکہ انہیں جو بات کہنے والی ہوتی ہے وہ کہتا ہوں جو سمجھانے والی ہوتی ہے وہ سمجھاتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ تمہیں سنا کر وہ بات کروں بلکہ مجھے جب موقع میسر آتا ہے۔ میں خلوت و تنہائی میں بات کرتا ہوں۔ اسے شور و غل کی کیفیت بھی نہیں پیدا ہوتی اور نہ ہی کسی فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

سیدنا اسامہ بن زید □ نے بعد میں جو حدیث رسول ﷺ بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث میں ایک دوزخی شخص کا جو حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان کر کے آخر میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ الغرض حدیث سنا کر اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھایا کہ تم میرے متعلق یہ نہ سوچنا کہ میں سیدنا عثمان t کو نیک مشورہ دینے میں کوتاہی کرتا ہوں۔ کیا میں اپنا حال اس شخص کی طرح کر لوں گا جو انتڑیوں کو اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح گھومے گا۔ یعنی اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ بری بات اور قابل اصلاح بات دیکھنے پر منع کیا کرو اور جو کوئی بری روش اختیار کرے اس کو سمجھا کر بری روش سے باز کیا کرو، جبکہ میں خود ایسا نہ کروں۔ بلکہ برے کاموں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لوں تو میرا حال اس دوزخی کا سا ہو گا۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہ مِنْ ذَالِک) اس روایت میں گویا سیدنا اسامہ □ نے مداہنت کی بڑے اچھے انداز سے وضاحت کر دی ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

" فِيْهِ ذَمُّ مُدَاهِنَةِ الْأُمْرَاءِ فِي الْحَقِّ وَاِظْهَارِ مَا يُبْطِنُ خِلَافَهُ كَالْمُتَعَلِّقِ بِالْبَاطِلِ، فَأَشَارَ أُسَامَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِلَى الْمُدَارَاةِ الْمَحْمُوْدَةِ وَالْمُدَهِنَةِ الْمَذْمُوْمَةِ ، وَضَابَطَ الْمُدَارَاةَ أَنَّ لَا يَكُوْنَ فِيْهَا قَدْحٌ فِي الدِّيْنِ ، وَالْمُدَاهِنَةُ الْمَذْمُوْمَةُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْهَا تَزِيِيْنُ الْقَبِيْحِ وَ تَصْوِيْبُ الْبَاطِلِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ۔"[172]

"اس حدیث میں گویا امراءاور حکام کے متعلق مداہنت کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔یعنی امراءاور خلفاء کو حق بات کہنے سے گریز کرنا مداہنت ہے۔اسی طرح دل میں ایک بات ہو مگر زبان پر کوئی اور بات ہو، یہ بھی مداہنت ہے۔گویا باطل کے ساتھ چاپلوسی کرنا حق کے ساتھ مداہنت اختیار کرنا ہے۔سیدنا اسامہ □ نے اپنے جامع بیان میں گویا دونوں چیزوں کو واضح کر دیا ہے، قابل ستائش صفت "مدارات" کو بیان کر دیا ہے اور قابل مذمت و نفرت صفت "مداہنت" کو بھی بیان کر دیا ہے۔فتنہ وفساد کا دروازہ کھولے بغیر مناسب موقع پا کر امراء کو حق بات کہہ دینا مدارات ہے، یہ بھی واضح کر دیا کہ مدارات کی صورت میں دین داری پر حرف نہ آنے دینا چاہیے ۔قابل مذمت مداہنت یہ ہے کہ بری بات کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے اور باطل کو حق ثابت کرنے کی مذموم سعی کی جائے وغیرہ۔" (حافظ ابن حجر □ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

## عالمی طاغوتوں کو تقویت پہنچانا مدارات نہیں:

سابقہ گفتگو میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بعد مدارات اور مداہنت کے بارے میں کسی اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مدارات ایک قابل تعریف عمل ہے جب کہ مداہنت ایک قابل مذمت عمل ہے۔

اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص کا موٗقف مبنی بر فساد اور مبنی بر ضلال ہے جو آج دنیا کے بڑے بڑے عالمی طاغوتوں کی مدد کر رہا ہے اور اپنے قول وعمل سے انہیں تقویت دے رہا ہے۔بلکہ عالمی غنڈوں اور بین الاقوامی بدمعاشوں کے سامنے

172 فتح الباری:53,52/13

اطاعت وفرمانبرداری کی اعلانیہ بیعت کرچکا ہے۔ان تمام امور و معاملات کے بعد وہ کیسے یہ دعٰوی کرسکتا ہے کہ میں کافروں کے شر سے بچنے کے لیے فقط ''مدارات'' کا اظہار کررہا ہوں۔

## یہ کہاں کی دانشمندی ہے؟

گذشتہ بحث میں اہل علم کے جو اقتباسات پیش خدمت کے گئے ہیں۔ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار جنگ میں کافروں کے مشن اور ایجنڈے کو سراہنا اور ان پر خوشی کا اظہار کرنا مدارات سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا۔اس طرح جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ہے۔مجاہدین کو غیر ملکی دہشت گرد اور تخریب کا وغیرہ کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں۔یہی وہ القاب ہیں جو کافروں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء اور برسرپیکار ہونے پر جرأت اور جواز بخشتے ہیں۔علی ہذا القیاس اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں تو ہمارے مسلمان حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کردیتے ہیں کہ ''یہ (جوابی) کاروائی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے۔یہ تو سراسر شدت پسندی،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔'' یہ بیانات صادر کرتے ہوئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ہم بہترین کام سرانجام دے رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ عقل ودانش کے مالک ہیں اور ہمارے ہاں زندگی کے بڑے گہرے تجربات موجود ہیں۔(حالانکہ وہ سراسر گمراہی اور تباہی کی طرف جارہے ہیں اور قوم کو بھی لے جارہے ہیں)

## مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی ازلی ہے:

اس سے بڑھ کر اور جرم کیا ہوگا کہ کچھ ایسے نام نہاد مسلم حکمران موجود ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے طاغوتوں اور سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر واضح الفاظ میں آمادہ کرتے ہیں لوگوں کے سامنے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین اسلام اور قرآن وسنت پر عمل پیرا مسلمان فقط اپنے آپ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔درحقیقت ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے (کیونکہ ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاں آج دنیاداری،بے دینی،کافروں کی مشابہت اور ماڈرن ازم ہی ''اعتدال پسند اسلام'' بن چکا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں اور کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھانے والے حکمرانوں کی ساری کوششیں رائیگاں اور بیکار جائیں گی۔اس لیے کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی اور عداوت کا معاملہ کوئی عارضی، وقتی اور حادثاتی نہیں۔ بلکہ ازلی، ابدی اور واقعاتی ہے۔ کفر کے اماموں اور اسلام کے مابین دشمنی زمانہ ماضی میں بھی تھی۔ زمانہ حال میں بھی ہے اور زمانہ مستقبل میں بھی جاری وساری رہے گی۔(ان شاءاللہ)

## ایک ایک کر کے مسلمانوں کو ٹارگٹ بنایا جارہا ہے:

دنیا کا ہر کافر دنیا کے ہر مسلمان کا دشمن ہے۔کافروں کی اپنی ترجیحات ہیں اور ان کی اپنی ترتیب ہے۔ دنیا کے تمام کافر مسلمانوں کے خلاف ایک ملت کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ انتہاء پسندی اور شدت پسند محض میڈیا کا پروپیگنڈا ہے۔ دراصل ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام کی طرف منسوب ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ کافروں کا دشمن ہے۔ وہ اس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں خواہ وہ دین پر مکمل عمل پیرا ہے یا فقط نام کی حد تک مسلمان ہے۔کافروں کی سوچ اور پلاننگ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو اپنا یکدم دشمن نہ بنالیا جائے۔ایک ایک کر کے ان کو اپنا ہدف (Target) بنایا جائے۔تاکہ یہ سب مل کر اور متحد ہو کر ہم پر یکبارگی حملہ آور نہ ہو جائیں۔اس منصوبے کے تحت وہ پہلے کچھ مسلمانوں سے اپنی عداوت ظاہر کرتے ہیں اور ان پر خونخوار درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ان مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے مسلم ملک کو اپنا ہدف بنالیتے ہیں۔

## یہ کتاب دراصل ایک نصیحت ہے:

لہٰذا ہم ایک ناصح اور خیر اندیش کے طور پر ان لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں، جو کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ کلمہ پڑھنے والے مسلمان اور جہاد کرنے والے خالص العقیدہ مومنوں کے سینے اپنی ہی گولیوں سے چھلنی کر رہے ہیں۔ان لوگوں کے لیے یہ مختصر تحریر ہلکی سی کوشش ہے کہ وہ اپنے اس غلط ایجنڈے اور پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف آجائیں اور دین اسلام اور قرآن وسنت کی بہت واضح پالیسی اور حکمت عملی ہے کہ فقط اللہ کی خاطر محبتیں ہوں اور فقط اللہ کی خاطر نفرتیں ہوں۔کافروں کے وفادار اور اتحادی بننے والے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رسی اور دین قیم کو مضبوطی سے تھام لیں۔کافروں کی پناہ پکڑنے کی بجائے ساری طاقتوں اور قوتوں کے مالک اللہ رب العالمین کی پناہ پکڑیں۔

اگر دنیا بھر کے مسلمان (عوام اور حکمران) سب سے سب اپنے برتر و عظیم اللہ رب العزت کی پناہ پکڑیں گے تو اللہ کی طرف سے نصرت وحمایت مسلمانوں کے ساتھ ہو گی (ان شاءاللہ) یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اپنے مخلص ومومن اور قربانیاں دینے والے بندوں کی مدد ضرور فرماتا ہے۔ اپنی مدد جلد نازل کرے یا مسلمانوں کی اچھی طرح پرکھ اور پڑتال کر ذرا دیر بعد نازل کرے بہر حال اللہ اپنے بندوں کو بے یار ومدگار نہیں چھوڑتا۔

اسی بات پر ہم دوستی اور دشمنی کے موضوع پر اپنی تحریر سمیٹتے (Wind-up) ہوئے مکمل کرتے ہیں۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ))

# مراجع ومصادر.........."دوستی اور دشمنی"

## (( تفاسير القرآن وعلوم القرآن))

١۔ القرآن الکریم
٢ تفسیر ابن جریر (الجامع البیان) محمد بن جریر الطبری ﴿سن وفات 310ھجری﴾
٣۔ تفسیر ابن کثیر ﴿تفسیر القرآن العظیم﴾ حافظ محمد اسماعیل بن کثیر الدمشقی﴿474ھجری﴾ مطبوعۃ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی۔
۴۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ابوعبدالله محمد بن احمد القرطبی ﴿691ھ ﴾﴿بیروت﴾
۵۔ تفسیر روح المعانی۔ علامہ محمود آلوسی ﴿1270ھ ﴾ المنیریہ مصر
٦۔ فتح القدیر۔ محمد بن علی الشوکانی ﴿1250ھ﴾ بیروت
٧۔ المفردات فی غریب القرآن۔ حسین بن محمد الراغب الأصفهانی﴿502ھ﴾
٨۔ احکام القرآن الجصّاص
٩۔ تفسیر ابی سعود۔الشیخ ابوسعود
١٠۔ محاسن التاویل۔الشیخ جمال الدین القاسمی
١١۔ احکام القرآن۔ ابن العربی
١٢۔ التفسیر الکبیر۔امام فخرالدین الرازی
١٣۔ صفوة الآثار والمفاہیم من تفسیر القرآن۔ الشیخ عبدالرحمن الدوسری

## ﴿﴿کتب الحدیث وعلوم الحدیث﴾﴾

١۴۔ الصحیح البخاری۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری ﴿256ھ ﴾ دارالسّلام للنشر والتوزیع ۔ الریاض
١۵۔ صحیح مسلم۔ الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری ﴿261ھ﴾

۱۶۔ الجامع الترمذی۔ الامام محمد بن عیسی الترمذی﴿279ھ﴾ مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج۔

۱۷۔ سنن النسائی۔ الامام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی ﴿303ھ﴾ مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج

۱۸۔ سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعت السجستانی﴿275ھ﴾

۱۹۔ سنن ابن ماجۃ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجۃ القزوینی﴿273ھ﴾ مکتب التربیۃ للدول الخلیج۔

۲۰۔ مسند الامام احمد۔ الامام احمد بن حنبل ﴿241ھ﴾

۲۱۔ صحیح ابن حبان بترتیب الاحسان۔ امام محمد بن حبان بن احمد﴿354ھ﴾

۲۲۔ السنن البھیقی۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البھیقی﴿458ھ﴾ بتحقیق محمد عبدالقادر عطا۔ دارالمکتب العلمیۃ ۔ بیروت

۲۳۔ مسند البزار۔ الامام البزار

۲۴۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ حافظ ابن حجر العسقلانی﴿852ھ﴾دارالمعرفۃ ۔ بیروت۔لبنان

۲۵۔ معالم السنن شرح ابی داؤد۔ الامام محمد بن علی الشوکانی ﴿1250ھ﴾

۲۶۔ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار۔ الامام محمد بن علی الشوکانی ﴿1250ھ﴾

۲۷۔ شرح النَّووی علی صحیح مسلم۔ الامام یحیٰی بن شرف النووی﴿676ھ﴾ دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت۔لبنان

۲۸۔ مختصر سنن ابی داؤد۔ الحافظ عبدالعظیم المنذری﴿656ھ﴾المکتبۃ الأثریۃ ۔ سانگلہ ھل ۔ پاکستان

۲۹۔ المستدرک علی الصحیحین۔ امام حاکم

## ﴿﴿کتاب العقائد وعلماء العرب﴾﴾

۳۰۔ الفصل فی الملل والأهواء والنحل۔ الامام ابن حزم الظاهری(456ھ)

۳۱۔ الفرقان بین اولیائ الرحمن وأولیائ الشیطان۔ امام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیة(728ھ)

۳۲۔ الایمان (ارکانہ،حقیقتہ ونواقضہ)۔ الدکتور محمد نعیم یاسین۔ دار عمر بن الخطاب للطباعة والنشر والتوزیغ الاسکندریہ

۳۳۔ الدررالسنیة فی الأجوبة النجدیة (طائفة من علماء العرب)

۳۴۔ الولاء والبراء فی الاسلام۔ صالح الفوزان

۳۵۔ الرسالة الحادیة عشرة من مجموعة التوحید۔ الشیخ سلیمان بن عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب

۳۶۔ مجموعة التوحید۔ (طائفة من علماء العرب)

۳۷۔ المورد العذب الزلال فی کشف شبهة أهل الضلال۔ الشیخ عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب

۳۸۔ الرسائل الشخصیة۔ مجدد الدعوة محمد بن عبدالوہاب

۳۹۔ رسالة کشف الشبهات فی التوحید من مجموعة التوحید۔ محمد بن عبدالوهاب

۴۰۔ الرسائل النجدیة۔ (طائفة من علماء العرب)

۴۱۔ الرسالة السابعة من بِضعَ رسائل اخری۔ (لاحفاد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب (بضع رسائل)

۴۲۔ الدفاع عن اهل أهل السنة والاتباع۔ للشیخ حمد بن عتیق النجدی

۴۳۔ رسالة بیان النجاة والفکاک من موالاة المرتدین واهل الاشراک من مجموعة التوحید (طائفة من علماء العرب)

۴۴۔ مجموع الفتاوٰی ومقالات متنوعة۔ الشیخ ابن باز

۴۵۔ الرسائل المفیدة۔ الشیخ عبداللطیف آل شیخ

۴۶۔ فتاوٰی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (طائفة من علماء العرب)

۴۷۔ دیوان عُقُود الجواهر المنضدة الحسان۔ الشیخ سلیمان بن سمحان

## ﴿﴿کتب الفقہ و اللغات﴾﴾

۴۸۔ لسان العرب۔ ابن منظور

۴۹۔ النہایۃ فی غریب الحدیث۔ ابوالسعادات المبارک بن الأثیر﴿606ھ﴾

۵۰۔ المحلّی۔ الحافظ علی بن احمد بن حزم﴿456ھ﴾

۵۱۔ المغنی مع المتخلص۔ عبداللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسی﴿63ھ﴾ عالم الکتب۔بیروت

## ﴿﴿کتب السیرۃ و الرجال و المختلفۃ﴾﴾

۵۲۔ الجواب الکافی۔ امام ابن قیم الجوزیۃ

۵۳۔ مجموع الفتاوٰی۔ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ﴿728ھ﴾

۵۴۔ زادالمعاد فی ھدی خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام ابن قیم الجوزیۃ ﴿751ھ﴾ ﴿بتحقیق شعیب و عبدالقادر الارناؤوط﴾

۵۵۔ البدایۃ والنہایۃ۔ الحافظ ابن کثیر الدمشقی﴿774ھ﴾ دار الاحیائ التراث العربی۔ بیروت

۵۶۔ الرحیق المختوم۔ الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری۔ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاهور

۵۷۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ﴿728ھ﴾

۵۸۔ سیرۃ النبی کامل۔ ابومحمد عبدالملک بن ہشام ﴿213ھ﴾ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاهور

۵۹۔ الجواب الصحیح فیمن بدّل دین المسیح۔ احمد بن عبدالحلیم بن تیمۃ﴿728ھ﴾

۶۰۔ سیر أعلام النبلاء۔ الحافظ محمد بن احمد الذھبی﴿748ھ﴾

۶۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ الحافظ ابن حجر العسقلانی۔﴿582ھ﴾

۶۲۔ الاستیعاب فی أسماء الأصحاب۔ الحافظ ابن عبدالبر القرطبی﴿463ھ﴾

۶۳۔ بدائع الفوائد۔ امام ابن قیم الجوزیۃ﴿751ھ﴾

❀❀❀❀❀